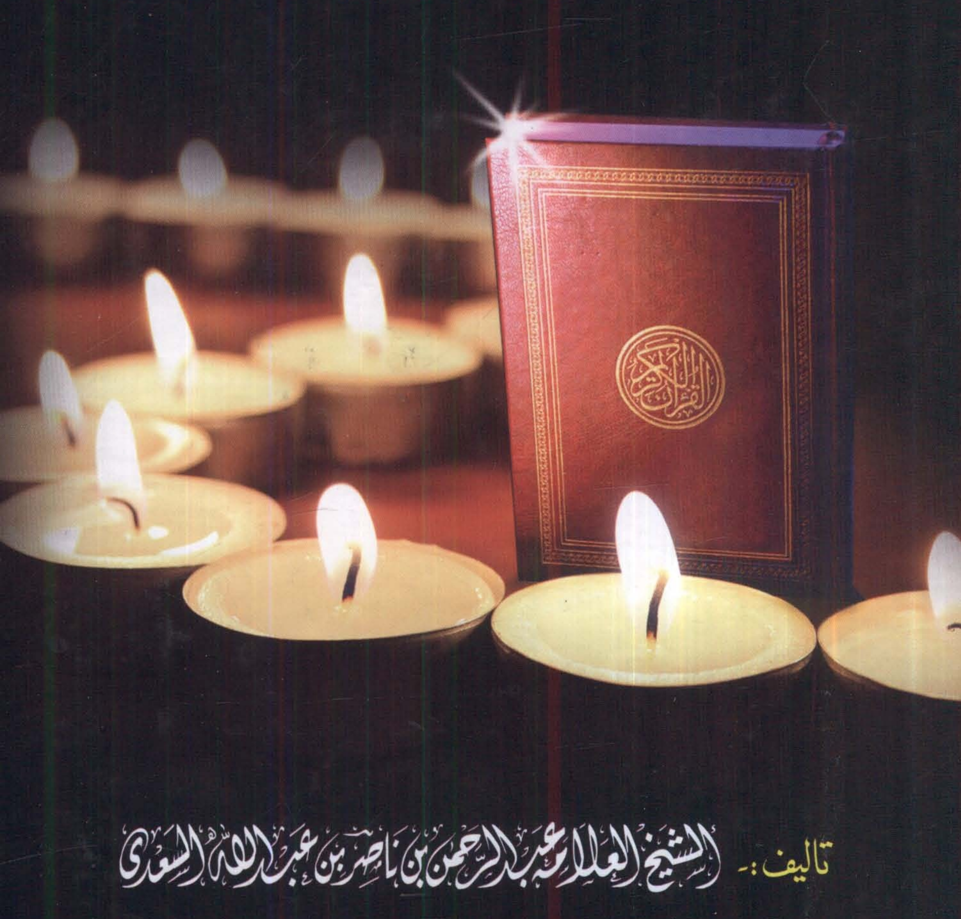
قرآنی احکام و مسائل

قرآنِ کریم کی تعلیم و تربیت پر مشتمل مُفید کتاب



تالیف:- الشیخ العلامہ عبدالرحمن بن ناصر بن عبداللہ السعدی

جامعہ علومِ اثریہ جہلم پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشر واشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

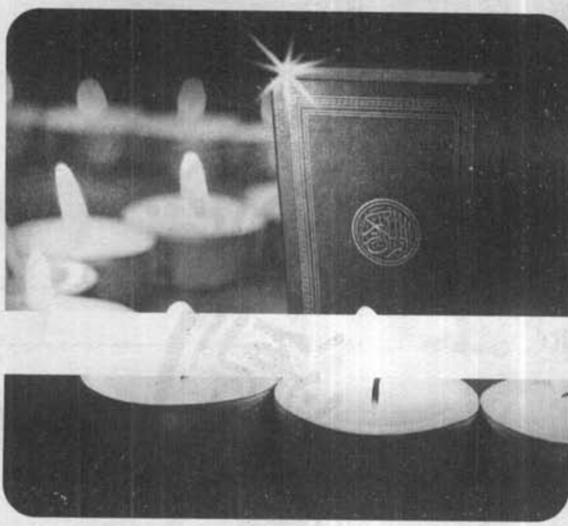
﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشر واشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

قرآنی احکام ومسائل



تالیف:- الشیخ العلامہ عبدالرحمن بن ناصر بن عبداللہ السعدی

اس کتاب کے جملہ مصارف

فضیلۃ الشیخ عبد العزیز بن محمد العقیل حفظہ اللہ

نے فی سبیل اللہ مفت تقسیم کرنے کے لیے برداشت کیے

ناشر

جامعہ علوم اثریہ جہلم پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرستِ مضامین

فہرست

فہرست

پیش لفظ

نسیم حجاز، یعنی مکہ و مدینہ طیبہ سے اٹھنے والے انقلاب کی روح کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ ﷺ میں ہے۔ اور اسی نسیم حجاز سے گذشتہ ۱۴۳۲ سال سے گلشن اسلام میں بہار آفرینی کا سفر جاری ہے۔

قرآن مجید اس انقلاب کی کتاب دستور، اہل اسلام کے دلوں کا سرور اور اہل دل کی آنکھوں کا نور ہے۔ آئمہ مجتہدین اور علماء اسلام نے اس کتابِ دستور و منشور کی تفسیر کے میدان میں فقید المثال کارنامے سر انجام دیے ہیں۔ مگر ہر دور میں علمائے اسلام نے اس میدان میں مزید کام کی گنجائش کو محسوس کیا اور مبسوط و مختصر تفاسیر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ یہ مضامینِ قرآنی کی ندرت ہے کہ ہر تفسیر جب زیور طبع سے آراستہ ہو کر جب شائقین اسلام کے ہاتھوں میں آئی تو اسکی پذیرائی بیش از پیش ہوئی۔ قرآن مجید آب حیات کا وہ سمندر ہے جس میں غوّاصی کرنے والے مفسرین نے معانی و معارف کے جواہر نکالے ہیں جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا ذریعہ بنے ہیں۔

جدید دور کا مصروف طرزِ زندگی ہمیشہ وقت کی کمی کا شاکی رہتا ہے اور مسلمانوں کی اکثریت چاہنے کے باوجود ان ضخیم تفاسیر کے مطالعہ سے قاصر ہے۔ پھر کچھ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن میں ان سے استفادہ کی استعداد کم ہوتی ہے۔ ہم نے ان دونوں باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ''الشیخ العلامہ عبدالناصر بن عبدالرحمان بن عبداللہ السعدی''

پیش لفظ

کی مبسوط تفسیر کی تلخیص کو اُردو قالب میں ڈھال کر ''قرآنی احکام ومسائل'' کے عنوان سے شائع کیا ہے۔

اس تلخیص میں عقائد، اعمال اور حلال وحرام، سزا و جزاء اور خاص طور پر توحید ذات و صفات، اختیارات و عبادات الٰہیہ اور اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ کا ذکرِ جلیل موجود ہے اور طالبان اسم اعظم کی رہنمائی کا سامان بھی ہے اور ہر مسئلہ کا دوٹوک و دوحرفی جواب دیا گیا ہے۔

اس کتاب کی تیاری کے مراحل میں محترم مولانا قطب شاہ حفظہ اللہ مدرس جامعہ علوم اثریہ جہلم اور محترم ثناء اللہ سندھی حفظہ اللہ نے اپنا اپنا کردار بخوبی سرانجام دیا ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ میں برادر محترم حافظ احمد حقیق حفظہ اللہ مدیر جامعہ العلوم الاثریہ کا بھی خاص طور پر مشکور ہوں۔ جن کی اس سلسلہ میں مشاورت و رہنمائی سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچا۔

ہمیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو ہمارے لئے مایۂ ثواب آخرت اور مسلمانوں کی رہنمائی وہدایت کا ذریعہ بنائے گا۔ ان شاءاللہ!

ناشر

حافظ عبدالحمید عامر بن حافظ عبدالغفور

رئیس جامعہ العلوم الاثریہ جہلم (پاکستان)

۱۵ صفر المظفر ۱۴۳۳ھ بمطابق ۱۰ جنوری ۲۰۱۲ء

تقریظ

فضیلۃ الشیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن عقیل حفظہ اللہ

الحمدلله رب العالمين و الصلاة والسلام على سيد الانبياء والمرسلين امابعد:

مؤلف رحمۃ اللہ علیہ کی آخری مفید ترین مؤلفات میں سے جن کی ابھی تک اشاعت نہیں ہوئی کتاب (فتح الرحيم الملك العلام فی علم العقائد و التوحيد و الأخلاق والأحكام المستنبط من القرآن) ہے۔ صاحب کتاب نے اپنے دست مبارک سے دوسری جگہ اس کتاب کا ایک دوسرا نام (بستان الموقنين و قرة عيون المؤمنين) بھی رکھا ہے۔

اس مختصر کتاب میں مؤلف نے تین فنون جمع کیے ہیں:

پہلا : علم التوحيد والعقائد دوسرا : علم الاخلاق والآداب تیسرا : علم الفقه ،عبادات و معاملات وغیرھا۔

اور یہی تین علوم مسلمان کیلئے اہم ترین ہیں جو نبی علیہ الصلاۃ والسلام کے اس فرمان میں شامل ہیں (جس سے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتے ہیں اسے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں) اور جس نے انہیں حاصل کرلیا اسے بشارت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا ہے اور اسے دین کی سمجھ عطا کی ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے تیمناً و تبرکاً اپنی کتاب کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کے بعض اسماء حسنیٰ کی تشریح کی ہے۔ اور اس کتاب کی مزید خدمت فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر عبدالرزاق بن عبدالمحسن البدر استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ نے اس طرح کی ہے کہ اس کا تقابل اصلی نسخہ کے ساتھ کیا ہے۔ عبارات کی تصحیح کی ہے آیات کو درج کیا ہے احادیث کی تخریج کی ہے۔ فہارس کو وضع کیا ہے جس سے اس کی مزید وضاحت ہوگئی ہے اللہ تعالیٰ ان کو اس کا بہترین بدلہ دے۔ آمین

میں اپنے عزیز طلبہ اور ابناء کو ترغیب دلاتا ہوں کہ وہ اس کتاب کو پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ والله الموفق وصلى الله على محمد وآله و صحبه،

كاتبه: عبدالله بن عقيل سابق رئيس الهيئة الدائمة بمجلس القضاء الأعلى الرياض (سعودی عرب)

مقدمہ

تمام تعریفات اس اللہ کیلئے ہیں جس نے سینوں کی آلائشوں کی شفا اور ہدایت کیلئے کتاب نازل کی اور اس کتاب میں انواع واقسام کے ایسے علوم و معارف شامل کیے جن میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نصیحت پکڑنے والوں کیلئے آسان بنادیا اور غور وفکر کرنے والوں کیلئے اس کی ہر چیز کھول کھول کر بیان کردی اور اس میں تدبّر کرنے والوں کے لیے ہر چیز واضح کردی اور اس کتاب کے ذریعے انسان کے ظاہر و باطن ،اور اس کی دینی و دنیوی اصلاح فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس کتاب میں اولین و آخرین کے علوم شامل کر دیے، یہ کتابِ عظیم سابقہ آسمانی کتب وصحائف کی امین اور اہل بصیرت وعبرت کیلئے ایک بہت بڑی نشانی ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے، اس کی مِلک اور سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کے اوصاف، اس کے کرم واحسان اور اس کی تعریفات میں اس جیسا کوئی نہیں اور اس کی الوہیت، صمدیّت اس کی کبریائی اور اس کی شان عالی میں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں جن کی تائید اللہ تعالیٰ نے اپنی آیات وبراہین کے ذریعے کر دی اور وہ رسول (ﷺ) اللہ تعالیٰ کی جنتوں اور اس کی رضوان کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ اے اللہ! تو اپنے بندے اور رسول حضرت محمد ﷺ اور آپ کی آل ، آپؐ کے صحابہ اور حق پر آپ کی پیروی کرنے والوں اور

آپ ﷺ کی معاونت کرنے والوں پر رحمتیں بھیج اوران پر سلامتی نازل فرما سلامتی نازل فرمانا۔

بعدازاں:

بقول مصنف کتاب شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی: میں نے اس سے پہلے تفسیر القرآن کے موضوع پر ایک طویل کتاب لکھی، اس کی طوالت اس کتاب کے طبع نہ ہو سکنے کا سب سے بڑا سبب بن گیا کیونکہ کم ہمتی اور طوالت سے اکتاہٹ وبوریت امت مسلمہ کا ملی نشان بن گیا ہے، پھر کچھ عرصہ بعد اس کتاب اور دوسری کتاب سے اصول تفسیر کے کچھ قواعد منتخب کیے اور وہ تفسیر میں دلچسپی رکھنے والوں کی اچھی مددگار ثابت ہوئی چونکہ علم تفسیر تمام علوم دینیہ کی جڑ اور بنیاد ہے۔ ان کی تعداد ستر تک پہنچ گئی ۔ اللہ عزوجل نے اس دوسری کتاب کی طباعت اور نشر واشاعت کو آسان کر دیا۔

مجھ سے دوبارہ مطالبہ کیا جانے لگا کہ اپنی تفسیر کو طبع کراؤں لیکن میں نے اس کی طوالت والا پہلا عذر پیش کر دیا۔ تاہم میں ہمیشہ اس کی تلخیص اور اختصار کے متعلق غور وفکر کرتا رہا تب میرا رجحان اس طرف ہو گیا، کہ مکمل تفسیر کی بجائے اس کے متعلقہ علوم کو علیحدہ علیحدہ طبع کروایا جائے یہ زیادہ بہتر ہے اور اکثر لوگ اس طرح اس سے استفادہ کریں گے۔ اور اگر تلخیص کرنے سے تفسیر کی ترتیب کو ترک کرنا پڑا یا بیشتر آیات قرآنیہ کی تفسیر ترک کرنا پڑی کہ جب ہم نے آیات کی تفسیر لکھی تو اس آیت کے معانی پر بھی گفتگو کی، کیونکہ علم تفسیر کی یہ شرط کبھی نہیں رہی کہ تمام آیات کا احاطہ کیا جائے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کی تفسیر ومعانی کیلئے خصوصی سہولت عطا کی ہے کہ اس نے اس کے کچھ اصول ،قواعد ، اور اساس بنا دیے ہیں۔ جب بندے کو اس میں سے ایک چیز کی سمجھ آ جائے تو اس کی مانند اس جیسی دیگر آیات کی سمجھ اسے خود بخود آ جاتی ہے۔

مقدمہ

گویا چند آیات کی معرفت سے بقیہ آیات کی معرفت کی اہمیت فروزاں ہو جاتی ہے۔

پھر میں نے جب غور کیا تو اس نتیجہ پر پہنچا کہ علوم تفسیر تو بہت زیادہ ہیں اور ان سب کا احاطہ کرنے سے کتاب بہت طویل ہو جائے گی، تب میں نے علوم قرآن سے تین اہم علوم کو منتخب کیا۔

① علم توحید وعقائد دینیہ ② علم اخلاق واوصاف حمیدہ

③ عبادات اور معاملات کے احکام کا علم

چنانچہ میری رائے میں ان تین علوم قرآنیہ پر اقتصار افضل نفع اور اپنے وقت کے لحاظ سے احسن ہے۔

اگر چہ ان تینوں میں سے ہر ایک، ایک ضخیم کتاب کا تقاضا کرتا ہے۔خاص کر علم الاحکام کی وضاحت کرنا تو واقعی ضروری ہے۔

لیکن ہم نے کتاب اللہ کی نصوص اور ان کے مقاصد ہی احاطۂ تحریر میں لائے اور ہم نے ان کو فن تفسیر کے ضمن میں ہی جمع کیا۔ اور ہم نے کلام کو اس قدر مختصر کیا کہ مقصود او جھل بھی نہ ہوا اور عبارات میں کوئی ابہام بھی پیدا نہ ہو بلکہ ہم نے وضاحت کیلئے اتنی واضح عبارات پیش کیں کہ نہ اُن میں اضافی کلام رہا اور نہ کسی قسم کی تعقید لفظی ومعنوی پیدا ہوئی۔

ہم اپنے خالق اللہ عزوجل سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمارے مقصود کے حصول میں ہماری مدد فرمائے۔ اور ہماری اس کاوش کو خالصتاً اپنی ذات کی رضا کے لیے کر دے اور وہ اس کتاب کے ذریعے ہمیں بھی اور ہمارے سب مسلمان بھائیوں کو خوب خوب نفع عطا کرے اور وہ ہمارے معاملات میں ہماری خطائیں، ہماری تقصیریں اور ہمارے اسراف سے درگذر کرے بے شک وہ بہت سخی اور کریم ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

النوع الاول

1

پہلی قسم

علم توحید
و
عقائد دینیہ

1

پہلی قسم

علوم القرآن سے ماخوذ علم العقائد واصول التوحید

علی الاطلاق سب علوم سے زیادہ شرف وعزت وفضل وکمال والا یہی علم ہے۔اسی کے سہارے دلوں میں صحیح عقائد راسخ ہوتے ہیں۔

اسی کے بل بوتے پر اخلاق کا تزکیہ ہوتا ہے اور ان میں بڑھوتری آتی ہے اور اسی علم کے ذریعے اعمال صحیح ہوتے اور پایۂ تکمیل تک پہنچتے ہیں۔

①

پہلی قسم

النوع الاول

علم توحید وعقائد دینیہ

علوم القرآن سے ماخوذ علم العقائد واصول التوحید

علی الاطلاق سب علوم سے زیادہ شرف وعزت وفضل وکمال والا یہی علم ہے۔اسی کے سہارے دلوں میں صحیح عقائد راسخ ہوتے ہیں۔

اسی کے بل بوتے پر اخلاق کا تزکیہ ہوتا ہے اور ان میں بڑھوتری آتی ہے اور اسی علم کے ذریعے اعمال صحیح ہوتے اور پایۂ تکمیل تک پہنچتے ہیں۔

علم التوحید کا موضوع:

اس علم کا موضوع صفات کمالیہ اور نعوت جلالیہ میں سے، کیا کچھ اللہ جل جلالہ کیلئے واجب ہوتا ہے اور اللہ کیلئے کون سے اوصاف نقص، عیوب اور مثالیں، ممتنع اور محال ہیں۔اور کائنات کے ایجاد کرنے سے اس کیلئے کیا کیا جائز ہے اور وہ جس چیز کا ارادہ کرتا ہے اس کو کر لیتا ہے جو کچھ اس نے چاہا ہو گیا اور جو کچھ وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔

اسی طرح علم توحید ان معاملات کے متعلق بحث کرتا ہے کہ رسولوں اور ان کی کون کونسی صفات کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے۔اور ان کیلئے کیا واجب ہے اور کیا جائز ہے اور ان پر کیا ممتنع، محال اور ناممکن ہے۔

یہ علم ان کتابوں پر ایمان کے متعلق بھی بحث کرتا ہے جو رسولوں پر نازل ہوئیں اور اللہ تعالیٰ کی ان خبروں پر ایمان لانے سے بحث کرتا ہے۔ جو ان کتابوں کے ذریعے ماضی یا مستقبل کے حوادث کے متعلق منصۂ شہود پر آئیں۔

نیز علم توحید روز آخرت ، جزا، ثواب اور سزا، جنت اور جہنم اور ان اشیاء کے متعلقات پر ایمان لانے کے موضوع پر بھی بحث کرتا ہے۔

درج بالا کلام کا خلاصہ:

درج بالا مجمل موضوعات اس علم جلیل کے مباحث ہیں اور قرآن کریم نے ان معاملات کی خوب خوب وضاحت کر دی اور ایسی تفصیل کے ساتھ توضیح کر دی کہ آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب اس جیسی نہیں اور کوئی اصول نہیں چھوڑا مگر اس کی وضاحت دلیل و برہان سے کر دی۔ نہایت اہم اور جلیل القدر مسائل کی وضاحت بھی کر دی اور عقلی، نقلی اور فطری براہین وثبوتوں کے انبار لگا دیے۔

علم العقائد کی اقسام:

اس علم کی بنیاد اور مقدمہ علم توحید ہے۔ علمِ توحید وہ علم ہے جس کے ذریعے بندوں کو یقین ہوتا ہے کہ تمام صفاتِ کمال اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں اور یہ کہ رب تعالیٰ ہی ان میں متفرد ہے اور یہ کہ مطلق کمال کا وہ ایسا مالک ہے کہ جس کی کیفیت کا ادراک کوئی دل نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی زبان اس کو الفاظ کے روپ میں ڈھال سکتی ہے۔

اور مخلوق میں سے کوئی بھی رب تعالیٰ کی کسی صفت کا جزوی طور پر بھی احاطہ نہیں کر سکتا تو پھر اللہ تعالیٰ کی سب صفات کا احاطہ کس کی مجال ہو سکتی ہے؟ علم توحید چار اشیاء

پر مبنی ہے:

① اعتقاد صحیح ② علم صحیح ③ صحیح بندگی ④ عمل صحیح

علم اعتقاد کیا ہے؟

علم اعتقاد یہ ہے کہ بندہ یہ یقین بنا لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو جن صفات سے متصف کیا ہے وہ تمام صفات کمال ہیں۔

اور اللہ کیلئے کامل ترین حیثیت سے ثابت ہیں اور اس کمال میں اللہ تعالیٰ کا کوئی ساجھی یا شریک نہیں۔اور یہ اعتقاد کہ اللہ تعالیٰ ہر اس عیب ونقص سے پاک ہے جو اس کیلئے ثابت شدہ صفات کمالیہ کے منافی اور ضد ہو۔

اللہ تعالیٰ نے خود اپنے آپ کو جن نقائص سے پاک بتایا یا رسول اللہ ﷺ نے جن عیوب ونقائص سے اللہ تعالیٰ کو پاک وخالی بتایا اسے بعینہ ماننا۔

عبودیت (بندگی) اور عمل:

اس سے مراد ہے کہ بندہ اپنے ظاہری وباطنی اعمال کے ذریعے اپنے رب کا تقرب حاصل کرتا رہے۔اور اپنے تمام اعمال میں اس کے پیش نظر خالصتاً اللہ کی رضا ہو، وہ اسی کی طرف رجوع کرے وہ دلی محبت، خوف، امید، طلب اور طمع سے اللہ کی عبادت کرے بندہ جو صحیح عقائد رکھتا ہو اور وہ اپنے صالح ارادوں اور ان مقاصد حسنہ (جو اعمال قلوب کے تابع ہیں) میں صرف اور صرف خالصتاً اس کا مقصد منتہائے اعلیٰ اللہ کی رضا ہوتی ہے۔

نیز وہ جو اعمال صالحہ کرے چاہے وہ حقوق اللہ کے ضمن میں ہوں یا وہ حقوق العباد

سے تعلق رکھتے ہوں اور وہ اپنی زبان سے جب بھی اللہ کا ذکر کرے اور اس کی حمد وثناء بیان کرے اور اس کے کلام کی قراءت کرے اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین پڑھے اور اہل علم کا وہ کلام جس کا مرجع کتاب وسنت ہو اور بندوں کو نصیحت اور ان کی خیر خواہی والا پاک کلام ان کے دین و دنیا کے اعتبار سے کرے اسی طرح جو جو بھی علوم نافعہ سیکھے مذکورہ بالا تمام اعمال میں بندے پر واجب ہے کہ وہ خالصتاً اللہ وحدہ کے لیے ہوں چنانچہ جتنا اخلاص پختہ ہوگا توحید وایمان اتنے ہی پختہ ہوں گے۔

گزشتہ بحث سے پتہ چلا کہ توحید کی دو اقسام ہیں:

توحید اَسماء والصفات:

اس قسم میں توحید ربوبیت بھی داخل ہے جس کا مرجع علم اور اعتقاد ہے۔

توحید الوہیت وعبادت:

اس کا مرجع عمل اور ارادہ ہیں اور عمل میں قلب وجسم دونوں کے اعمال شامل ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے اسے توحید الوہیت کہتے ہیں۔

کیونکہ الوہیت اللہ باری تعالیٰ کا وصف ہے، نیز اسے توحید عبادت بھی کہتے ہیں، کیونکہ عبادت موحّد بندے کا وصف ہے، جو اپنے تمام اقوال واعمال اور سارے معاملات میں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہوتا ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تمام قرآن عظیم مذکورہ بالا عظیم اصولوں کی تفسیر وتثبیت کے لیے آیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی صفات کمالیہ کے منافی نواقضات جیسے تعطیل، تشبیہ، تمثیل اور اللہ عزوجل کو شرکِ اکبر وشرکِ اصغر سے پاک کرنے کیلئے آیا ہے۔

ہر خبر میں اللہ اور اس کے رسول کی تصدیق واجب ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) فرما دیں اللہ تعالیٰ نے سچ کہا۔'' (آل عمران: ۹۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾

''اور اللہ سے گفتگو میں کون زیادہ سچا ہے؟ (کوئی نہیں)۔'' (النساء: ۱۲۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾

''اور اللہ سے زیادہ بات میں کون سچا ہے؟'' (النساء: ۸۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ﴾

''اور آپ کو (اے پیغمبرؐ) ایک پوری خبر رکھنے والے کی طرح کوئی خبر نہ دے گا۔'' (فاطر: ۱۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ ءَ اَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُ﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) فرمائیں کیا تم (اے کافرو) زیادہ جانتے ہو یا اللہ (زیادہ جانتا ہے)۔'' (البقرۃ: ۱۴۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اَیُّ شَیْءٍ اَکْبَرُ شَهَادَةً قُلِ اللّٰهُ﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) فرمائیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے آپ فرمائیں ''اللہ'' (کی گواہی سب سے بڑی ہے)۔'' (الانعام: ١٩)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لٰكِنِ اللّٰهُ یَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَیْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ یَشْهَدُوْنَ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا﴾

''لیکن اللہ اس کے متعلق گواہی دیتا ہے جو اس نے آپ (اے پیغمبرؐ) کی طرف نازل کیا کہ اس نے اسے اپنے علم سے نازل کیا اور فرشتے گواہی دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔'' (النساء: ١٦٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ﴾

''اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس (اللہ) کے بغیر کوئی معبود (برحق) نہیں اور فرشتے اور اہل علم انصاف کے ساتھ قائم ہیں اس (اللہ) کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں وہ زبردست حکمت والا ہے۔'' (آل عمران: ١٨)

ان عظیم معانی پر مشتمل بے شمار آیات کتاب اللہ میں ہیں جو نہایت وضاحت سے دلالت کرتی ہیں کہ بندوں کا سب سے بڑا فرض یہ تصدیق ہے کہ اس کی ہر خبر میں اللہ تعالیٰ کے سچ کہنے کا یقین کریں، اللہ تعالیٰ نے اپنے متعلق جن صفات کمال کا اثبات کیا ہے اور جن صفات نقص سے اپنے آپ کو پاک کہا ہے۔اور یہ کہ وہ اپنے متعلق

اپنی مخلوق سے زیادہ جانتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی گواہی سب سے بڑی گواہی ہے اور اس کی اپنی ذات کے متعلق اس کی خبر اور ہر وہ خبر جو اس نے دی ہے سچ کے اعلیٰ درجات پر استوار ہے۔

اس سے بندے پر لازم آتا ہے کہ وہ سب اخبار جو اللہ نے دی ہوں ان میں سے کسی کے متعلق اپنے دل میں ذرہ بھر شک نہ کرے اور یہ یقین وتصدیق عقیدہ راسخ کی طرح اپنے دل میں راسخ وپیوست کر لینا چاہیے کہ جس کی مخالفت ناممکن الوقوع ہوتی ہے اور اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی، بندے کو اس بات کا یقینی علم ہونا چاہیے کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی خبر کی ضد اور اس کی مخالف ہو اس کا پیش آنا ناممکن الوقوع ہے۔

نیز ہر وہ چیز جو اس عقیدہ وعلم کی مخالف ہو چاہے وہ کوئی سا علم بھی ہو وہ بذات خود بھی باطل ہوگا اور اس کے ساتھ کسی چیز پر حکم لگانا بھی باطل ہوگا اور اس بات کا علم بھی ضروری ہے کہ ایسا علم ہونا جو اللہ اور اس کے رسول کی خبر کا مخالف ومنکر ہو یہ محال ہے۔

ان آیات میں یہ دلالت بھی ہے کہ جس نے اپنے عقیدہ کی بنیاد اللہ اور اس کے رسول کی خبر پر رکھی، گویا اس کی بنیاد بڑی ہی مضبوط ہے بلکہ اس کے عقیدے کی بنیاد مرکزی اصول پر استوار ہے۔ اور اگر فرض کر لیا جائے اور یہ بات مقدر مان لی جائے کہ اس عقیدۂ صحیحہ کا کوئی معارض ومخالف ہو سکتا ہے تو یہ ناممکن ہے اور عقلی، فطری، آفاقی اور نفسیاتی سب دلیلیں اللہ اور اس کے رسول کی خبروں کی تصدیق کرتی ہیں، اس عقیدہ کے سچے ہونے اور اس کے نفع بخش ہونے کی گواہی مذکورہ بالا گواہ دیتے

ہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے منتخب اور خاص لوگوں کو مخاطب کیا کیونکہ انہوں نے اپنے ایمان کا مرکز یہ اصل بنایا ہے، اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کی تصدیق کرتا ہے۔

﴿رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا﴾

''اے ہمارے رب بے شک ہم نے ایک پکارنے والے کی پکار سنی جو ایمان کے لیے پکارتا تھا کہ تم اپنے رب کے ساتھ ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے۔''

(آل عمران: ۱۹۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا﴾

''اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔'' (البقرۃ: ۲۸۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَٰئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ﴾

''جو بات سنتے ہیں اور اس میں سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں۔'' (الزمر: ۱۸)

درج بالا آیات سے صریحاً یہ مفہوم اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اہل بدعت نے جو اقوال وعقائد بدعیہ ایجاد کر لیے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں کی۔ اور نہ ہی وہ کتاب وسنت پر مبنی ہیں بلکہ وہ اقوال وعقائد ایسی عقلوں سے سرزد ہوتے ہیں کہ ان کی غلطی اور گمراہی پر سب کا اتفاق ہوتا ہے اور یہ کہ وہ سب باطلوں سے بڑا باطل اور سب حماقتوں سے بڑی حماقت ہوتی ہے۔

کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خبر سے منہ موڑ لیا اور اس کی طرف متوجہ ہو گئے جہاں ان کے امّارہ نفسوں نے برائی کی تلقین کی۔ اور انہیں ان کی ایسی گمراہ عقلوں نے اس چیز کی دعوت دی کہ جن کا تزکیہ حقائق ایمان سے نہ ہوا اور نہ ہی انہیں ایمان صحیح اور یقین راسخ کی غذا ملی۔

اہل باطل کے اقوال کی تفصیلی معرفت حاصل کیے بغیر یہ اصل اہل باطل کے رد کے لیے کافی ہے کیونکہ ہمیں شرعی دلائل اور مشہور ثبوتوں کے واسطے سے اہل باطل کے اقوال کا بطلان معلوم ہو گا تو ہم نے بھی انہیں باطل کہنے میں دیر نہیں لگائی۔ چونکہ قاعدے کے مطابق حق کے منافی ہر چیز باطل ہے۔اور سچ کا ہر مخالف جھوٹ ہوتا ہے۔

قرآن میں وارد اللہ کے اسمائے حسنیٰ کی ایسی مختصر تشریح جس سے ان کے معانی میں ابہام پیدا نہ ہو:

توحید کی سب سے بڑی اصل یہی ہے بلکہ توحید اس کے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتی جب تک اس کی بنیاد میں یہ اصل نہ ہو۔ کیونکہ توحید کو تقویت اللہ کی معرفت سے ملتی ہے اور اللہ کی معرفت کی اصل اس کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت ہے اور جن عظیم معانی پر وہ مشتمل ہوتے ہیں ان کی معرفت سے بھی اللہ کی معرفت میں پختگی آتی ہے اور ان اسمائے حسنیٰ کے ذریعے اللہ کی بندگی میں نکھار آتا ہے، صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”بے شک اللہ کے ننانوے نام ہیں جو ان کو شمار کرے گا وہ جنت میں جائے گا۔“①

① بخاري: نمبر٢٧٣٦، مسلم: ٢٦٧٧.

ان کے شمار سے مراد ان کے معانی کی معرفت اور دلی تصدیق اور اس معرفت کے آثار سے دلوں کو لبریز کرنا ہے۔

پس بے شک اس کے ہر نام کا دل پر ایک اثر ہوتا ہے اور ایک خاص حالت ہوتی ہے جو بندہ اللہ کے نام کے لیے خضوع کرے اور اس پر ایمان لے آئے، تو جیسا اثر اس کے دل پر ہوتا ہے۔ ایسا اثر دنیا میں کسی اور کے دل پر نہیں ہوسکتا جسے اللہ کے اس نام کی معرفت حاصل نہ ہو۔

پس ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہم پر اپنی اور اپنے اسماء وصفات کی معرفت کا خصوصی انعام فرمائے اور اپنی محبت اور اپنی طرف رجوع کرنے کی خصوصی توفیق عطاء کرے، آمین یا رب العالمین!!

"اللہ":

یہ اسم جلیل اسمائے حسنیٰ سے عظیم ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے۔(دیکھئے: کتاب التوحید لابن منده جلد ۲، ص ۲۱)

اسم اعظم کے خصوصی اوصاف کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا ان شاء اللہ

اسی لیے سارے اسمائے حسنیٰ اس نام کی طرف مضاف ہوتے ہیں اور ان ناموں کے ذریعے اس نام کے اوصاف بیان کیے جاتے ہیں مثلاً کہا جاتا ہے:

الرحمن، الرحیم، الخالق، الرازق، العزیز، الحکیم.......... الخ اللہ کے نام ہیں لیکن نہیں کہا جاتا اللہ، الرحمن ،الرحیم الخ کا نام ہے۔

اللہ کا معنیٰ:

جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا "اللہ کا معنیٰ" تمام مخلوقات کیلئے الوہیت وعبودیت

کے لائق ذات ہے۔" (تفسیر الطبری: جلد ۱، ص ٥٤)

"ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس تفسیر میں بندوں اور اللہ کے اوصاف کو جمع کر دیا۔"

اللہ کا متعلقہ اسم:

الوہیت کا وصف اس اسم کریم سے ایسے مشتق ہوتا ہے جیسا کہ علم پر اللہ تعالیٰ کا وصف "علیم" دلالت کرتا ہے اور عزت پر لفظ "العزیز" دلالت کرتا ہے حکمت پر لفظ "الحکیم" دلالت کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے وصف رحمت پر لفظ "الرحیم" دلالت کرتا ہے اسی طرح اللہ کے دیگر صفاتی اسماء کے مدلولات اس کے ذاتی نام پر دلالت کرتے ہیں۔

اسی طرح اللہ الوہیت کے لائق ہے اور الوہیت جس کا وصف ہو تو یہ ایسا عظیم وصف ہے کہ وہی الٰہ ہونے کے لائق ہے بلکہ وہ اس درجے کا لائق ہے کہ اس وصف عظیم میں اس کا کوئی شریک بن ہی نہیں سکتا، خواہ کوئی بھی ہو۔ تو اوصاف الوہیت ،اوصاف جلال، عظمت و جمال اور اوصاف رحمت وکرم واحسان تمام کے تمام اوصاف کمال ہیں۔

انھی صفات کی وجہ سے وہ عبادت کے لائق ہے اور اس لیے بھی عبادت کے لائق ہے کہ وہ عظمت و کبریائی کے اوصاف والا ہے۔ اس لیے بھی عبادت کے لائق ہے کہ وہ صفات قیومیت ، ربوبیت ،ملک اور سلطان سے متصف ہے، وہ الوہیت کے لائق اس لیے بھی ہے کہ وہ اپنی تمام مخلوقات تک اپنی رحمت اور تمام ظاہری و باطنی نعمتیں پہنچاتا ہے، وہ اس لیے بھی الوہیت کے لائق ہے کہ اس نے اپنی تمام مخلوقات کا علم حکم، حکمت ، احسان، رحمت ، قدرت، عزت اور غلبے کے ساتھ احاطہ کیا ہوا ہے وہ اس لیے بھی الوہیت کے لائق ہے کہ وہ ہر پہلو سے مطلق اور مکمل غنا میں منفرد ہے، اسی

طرح اس کے علاوہ جو کوئی اور جو کچھ بھی ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہر پہلو سے مکمل طور پر اسی کا محتاج ہیں اس کی تمام مخلوق اپنی تخلیق اور اپنی تدبیر کے لیے اپنے خالق و مالک کی محتاج ہیں اور اپنی تمام حاجات اور اپنے تمام رزق اور اپنی ہر قسم کی امداد کے لیے اپنے اللہ کی ہر وقت محتاج ہیں۔

بلکہ تمام مخلوقات سب سے عظیم حاجت اور سب سے شدید ضرورت میں اپنے اللہ کی محتاج ہیں۔ اور وہ ضرورت کیا ہے جو سب ضرورتوں سے بڑی ضرورت ہے؟ مخلوق کی سب سے بڑی ضرورت اللہ واحد کی عبادت اور اس اکیلے کی خدمت ہے۔

الوہیت صفت جامع ہے:

صفت الوہیت تمام اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کو متضمن ہے اور یہ ان علماء کی دلیل ہے جو کہتے ہیں کہ بے شک اللہ ''اسم اعظم'' ہے اور کچھ علماء کہتے ہیں ''الصمد'' اسم اعظم ہے کیونکہ تمام مخلوقات اپنی حاجت مندی کے وقت اللہ کے آگے اس کی مکمل سیادت، عظمت، اور تمام دیگر اوصاف کمال کی وسعت کی وجہ سے اپنی حاجت برآری کی امیدوار ہوتی ہیں اور بعض دوسرے علماء کہتے ہیں ''اَلْحَیُّ الْقَیُّوْم'' اسم اعظم ہے کیونکہ کچھ احادیث میں یہ وارد ہے، نیز اس لیے بھی کہ یہ دونوں عظیم نام تمام اسماء حسنیٰ اور صفات علیا کو متضمن ہیں۔

تمام صفات ذاتیہ کا مرجع اسم ''الحیّ'' ہے کہ جس کو مکمل حیات حاصل ہے، لہٰذا اس کی صفات بھی مکمل ہیں اور صفات فعلیہ کا مرجع اسم ''القیوم'' ہے، کیونکہ وہی ہے جو بذات خود قائم ہے اور اپنے علاوہ سب کے حالات کی تدبیر اور ان کے معاملات کا

مکمل تصرف صرف اسی اللہ کے پاس ہے سب کائنات اسی کی محتاج ہے۔ البتہ اسم اعظم کی تعیین میں کچھ اور اقوال بھی ہیں۔ تحقیق یہ ہے کہ اسم اعظم اسم جنس ہے کوئی معین نام اس سے مراد نہیں ہے۔

اسماء اللہ کی اقسام:

اللہ تعالیٰ کے نام دو اقسام پر منقسم ہیں:

① جو اسم کسی ایک وصف یا چند اوصاف پر مبنی ہو۔

② جو اسم اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال پر دلالت کرتا ہو اور ایسا اسم اللہ تعالیٰ کی تمام صفات عظمت وجلال و جمال کو متضمن ہوتا ہے۔

اس نوع میں شامل تمام اسماء اسم اعظم ہیں، اس لیے کہ یہ عظیم اور وسیع معانی پر دلالت کرتے ہیں جیسے اللہ ،الصمد، الحی القیوم، الحمید، المجید، الکبیر ،العظیم، المحیط، ہر اسم اسی تحقیق پر دلالت کرتا ہے۔ اور یہی حکمت کا تقاضا ہے بلکہ اسی تحقیق پر ہی تمام صحیح اقوال جمع ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم

خلاصہ بحث یہ ہوا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی سابقہ تفسیر کا مقصد یہ ہے کہ یہ وصف الوہیت اور وصف عبودیت دونوں کو شامل ہے وصف الوہیت کی تفسیر گزشتہ صفحات میں ہم نے نہایت لطیف پیرائے میں کر دی ہے وصف عبودیت وعبادت بندوں سے

(شیخ عبدالعزیز بن باز سابق مفتی اعظم سعودی عرب) کی بھی یہی تحقیق ہے، چونکہ وہ کتاب فقه الأدعیه والاذکار ص ۱۵۵ پر بطور تعلیق لکھتے ہیں۔ صواب یہ ہے کہ اعظم بمعنی عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء حسنیٰ عظیم ہیں جو آدمی اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے صدق دل سے اور مخلص ہو کر ہر قسم کے موانع سے بچ کر جو کچھ بھی مانگے گا اس کی دعا کی قبولیت کی امید کی جا سکتی ہے اس باب میں وارد مختلف احادیث اسی مفہوم پر دلالت کرتی ہیں اور اس لیے بھی کہ معانی اسی سے متقاضی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء اسمائے حسنیٰ ہیں اور تمام اسماء عظیم ہیں۔ والله ولی التوفیق انتهی[1])

متعلق ہے کیونکہ بندے ہی اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي فِي السَّمَاءِ إِلَٰهٌ وَفِي الْأَرْضِ إِلَٰهٌ﴾

''وہی ہے جو آسمان اور زمین کا الٰہ ہے۔'' (الزخرف: ٨٤)

یعنی آسمانوں اور زمین میں رہنے والے طوعاً وکرہاً اسی ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ تمام مخلوقات اسی کے آگے سرنگوں ہے اس کے ارادے اور مشیت کے آگے سب کے سر تسلیم خم ہیں اس کی عزت اور قیومیت کا سب کو یقین ہے۔

عباد الرحمٰن کے اوصاف

رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو اس کی عبادت اور بندگی کرتے ہیں۔قلبی اور روحانی طور پر حتی المقدور اس کی بندگی بجا لاتے ہیں ۔نیز قولی اور فعلی بندگی میں بھی مشغول رہتے ہیں۔ان میں سے ہر کوئی اپنے مقام و مرتبے کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لگا ہوا ہے، جس قدر ان کے قویٰ میں وسعت ہے وہ اس کے اوصاف کی معرفت حاصل کرتے ہیں وہ دلی طور پر اس سے اتنی محبت کرتے ہیں کہ سب محبوبوں کی محبتیں ان کے دلوں میں اللہ کی محبت کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کی محبت کا معارض کوئی بھی نہیں اولاد، والدین اور ان کی سب محبوبات کی محبتیں ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی محبت کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔

بلکہ خاص بندوں نے اپنی دینی ودنیوی سب محبتیں اللہ کی محبت کے تابع بنا دی ہیں، لہٰذا جب ان کے دلوں میں اللہ کی محبت مکمل ہوگئی تو انہوں نے بھی اسی چیز سے محبت کرنا شروع کر دی کہ جس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہو وہ خواہ اشخاص ہوں اعمال ہوں یا ازمنہ و امکنہ ہوں ۔گویا ان کی محبت اور ان کی نفرت ان کے محبوب، سید اور محبوب حقیقی کی محبت کے تابع ہوگئی ہے ۔اور جب ان کے دلوں میں اللہ کی محبت مکمل ہوگئی جو بندگی اور عبادت کی اصل ہے تو انہوں نے اللہ کی طرف رجوع کرلیا اور اس سے اس کا قرب اور اس کی رضا طلب کی اور ان اعمال کو سرانجام دینے میں عزم

واستقلال سے مصروف ہو گئے جن کا حکم اللہ اور اس کے رسول نے دیا انہوں نے ان اعمال کو اس کے تقرب کا وسیلہ بنایا۔

پھر انہوں نے اس سب کو ترک کر دیا جس سے اللہ اور اس کے رسول نے منع کیا اس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے اور وہ اللہ کے محبوب بن گئے اس طریقہ سے ان کی بندگی اور ان کی عبادت ان کے رب کے لیے محقق ہو گئی۔ اس طرز عمل کی وجہ سے وہ رحمٰن کے حقیقی بندے ہونے کے مستحق ٹھہرے اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی صفت رحمت کی طرف مضاف کیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾

''اور رحمٰن کے بندے جو زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔'' (الفرقان: ٦٣)

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ کیا کہ جنھوں نے اللہ کی رحمت کے ذریعے ان اوصاف کو حاصل کیا اور اللہ کی رحمت سے ان اوصاف والی منازل تک پہنچے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بدلے کے طور پر اپنی محبت، اپنا قرب اپنی رضا اور اپنا ثواب وتکریم عطا کیے۔

یہاں سے یہ علم بھی ہوا کہ جس نے اپنی محبت غیر اللہ کے لیے خاص کر دی جو کہ عبادت کی روح ہے اور تمام مخلوق کو اسی لیے پیدا کیا گیا تو حقیقت میں اس نے اپنی محبت غلط جگہ پر رکھ دی بلکہ اس نے اپنی محبت کو ضائع کر دیا۔ اور اپنی جان کے اوپر اس نے ظلم عظیم کر لیا کہ وہ ایسا مشرک بن گیا جو دائمی جہنمی ہے۔

وہ جنت میں داخلے سے محروم ہو گیا اور جنت اس پر حرام ہو گئی، کیونکہ وہ ان پاک بازوں کا گھر ہے جنھوں نے اپنے رب کی کما حقہ عبادت کی اور اسی کے لیے اپنے

دین کو خالص کیا، اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب کے متعدد مقامات پر ان دو معانی کو اکٹھا ذکر کیا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا:

﴿اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾

''بے شک میں اللہ ہوں، میرے علاوہ کوئی معبود نہیں، پس تو میری عبادت کر اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر۔'' (طٰہٰ: ١٤)

اور نے فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾

'' (اے نبی) آپ سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں ۔ پس تم میری عبادت کرو'' (الانبیاء: ٢٥)

مزید نے فرمایا:

﴿فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا﴾

''پس اسی کی عبادت کر اور اس کی عبادت پر ڈٹ جاؤ کیا آپ اس کے کسی مشابہہ (ہم نام) کو جانتے ہیں۔'' (مریم: ٦٥)

سَمِيًّا:

صفات الوہیت میں ہم پلہ، مشابہہ مماثل۔

اسی طرح کلمۂ اخلاص یعنی: « لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ » غیر اللہ سے الوہیت کی نفی کو متضمن ہے اور مخلوق میں سے کوئی الوہیت کے ذرہ بھر کا مستحق نہیں۔ لہٰذا ظاہری و باطنی عبادات میں سے کچھ بھی مخلوق کے لئے جائز نہیں اور اللہ وحدہ کے لیے سب الوہیت

خاص ہے لہٰذا وہی لائق ہے کہ محبت، رغبت، خوف اوراس کی طرف رجوع کر کے اس کی بندگی کی جائے اور ہر پہلو اور ہر انداز سے اسی کے لیے خضوع وخشوع کرتے ہوئے صرف اسی ایک اللہ کی عبادت کی جائے وہی اکیلا، المعبود، المحمود، المعظم، المجد، ذوالجلال والاکرام اور بندگی کے لائق ہے۔

الرحمن، الرحیم، البرُّ، الکریم، الجواد، الوھاب، الرؤف کی تفسیر:

درج بالا اسماء کریمہ ہم معنی ہیں وہ سب دلالت کرتے ہیں کہ وہ اللہ، کمالِ رحمت، وسیع نیکی اوراحسان، نرمی، شفقت، اورعطیات کثیرہ کا مالک ہے۔

عالم علوی وسفلی میں جتنے منافع، سہولیات، محبوب اشیاء نیکیاں وغیرہ حاصل ہیں بے شک وہ سب کچھ اللہ وحدہ کی رحمت، سخاوت، کرم اور فضل سے ہی ہیں اسی طرح مخلوق کو ناپسندیدہ چیزوں، ذلتوں، خطرات، مضرات سے جو دوری اور بچاؤ حاصل ہے، وہ بھی اللہ وحدہ کی رحمت اور احسان کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ نیکیاں صرف اسی کی توفیق سے ملتی ہیں اور برائیوں کو صرف وہی دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب اور قہر پر غالب آگئی ہے اور اس کا اثر مخلوق میں اس طرح ظاہر ہوا ہے کہ اس کا انکار ناممکن ہے حتیٰ کہ اس کی رحمت نے آسمانوں اور زمینوں کو کناروں تک بھر دیا اور دل اللہ کی رحمت سے لبریز ہو گئے یہاں تک کہ ہر مخلوق اللہ کی رحمت کی وجہ سے ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔ جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ڈھانپ رکھا ہے اور ان کے دلوں میں اسے پیوست کر دیا حتیٰ کہ چوپائے اپنی اس اولاد پر رحم کرتے ہیں۔ جس سے انہیں کسی نفع یا کسی بہتر اور بڑے انجام کی امید نہیں ہوتی۔ اور چوپایوں کی اپنی اولاد پر عظیم شفقت اور رحم دلی کا مشاہدہ سب کرتے ہیں جو ان کے خالق کے

کرم اور اس کی وسیع رحمت کے گواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے عطایا زمین و آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کائنات میں بسنے والے تمام جانداروں کو منافع، گذر بسر اور رزق بہم پہنچاتا ہے اور انہیں میسر اسباب اور آسان طریقوں کے ساتھ مربوط کر رکھا ہے۔ تو زمین میں رینگنے والی کوئی چیز بھی نہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا رزق ہے وہ سب کے ٹھہرنے کی جگہ اور جانے کی جگہ کو جانتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی ان مصلحتوں کا علم ہے جن کو وہ خود نہیں جانتے۔ اور اللہ نے ان کے لیے ان چوپایوں میں وہ کچھ پوشیدہ رکھ دیا ہے جس کا وہ ارادہ نہیں کرتے اور نہ اس کو حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

بعض اوقات بندوں کو ایسی مصیبتیں درپیش آتی ہیں جن کے نتیجے میں انہیں ان کی محبوب چیزیں مل جاتی ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ مصائب و آلام کے ذریعے بندوں پر رحم کرتا ہے اور مومن بندے کے لیے تمام تکالیف باعث راحت و مسرت ہوتی ہیں جس کے بعد صبر پر دوام رکھتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''مومن کا ہر معاملہ عجیب وغریب ہے اس کے سب معاملے باعث خیر بن جاتے ہیں، اگر اسے خوشحالی مل جائے تو وہ شکر کرتا ہے تو وہ اس کے لیے باعث خیر ہوتا ہے اور اگر اسے کوئی ضرر پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے یہ بھی اس کے لیے باعث خیر بن جاتا ہے۔ اور یہ خصوصیت مومن کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں۔'' (صحیح مسلم: ۲۹۹۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿عَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز سے نفرت کرو اور وہ تمہارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے تم جس چیز کو پسند کرتے ہو وہ تمہارے لیے شر کا باعث ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (البقرۃ:۲۱۶)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت کا ظہور اس کی شریعت اور اس کے ہر حکم میں اتنا نمایاں ہے کہ جس کا مشاہدہ ہر اہل بصیرت اور ہر اہل بصارت بخوبی کرتا ہے۔ اور عقلمند اس کا اعتراف کرتے ہیں۔

پس اس کی شریعت نور، رحمت اور ہدایت ہے، اس نے اپنی شریعت کو رحمت پر مشتمل بنایا جو بندوں کو مرکز رحمت وکرامت وسعادت وفلاح تک لے جانے کا باعث بنتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی شریعت میں اتنی سہولیات اور آسانیاں رکھی ہیں اور تکالیف اور مشقتوں کی اس قدر نفی کی ہے جو اس کی وسعت رحمت اور جود وفضل کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اور اس کی سب نواہی باعث رحمت ہیں کیونکہ ان کا مقصد بندوں کے ادیان، ان کی عقول، عزت وآبرو، ان کے ابدان، ان کے اخلاق اور ان کے اموال کو تمام شرور اور ہر قسم کے ضرر سے محفوظ بنانا ہے۔

اوامر ونواہی کے لامحدود فوائد:

جس طرح تمام نواہی فوائد ومنافع سے لبریز ہیں تو اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے اوامر واحکام کو نہایت سہل بنایا اور ان کی تعمیل کے لیے بندوں کی مدد اسباب شرعیہ وقدریہ کے ذریعے بھرپور طریقے سے کی یہ اس کی بے پایاں رحمت کا ثبوت ہے، نیز

اس نے نواہی سے بچنے کے لیے موانع اور مشکلات بنا دیں کہ جو بندے اور ان نواہی کے درمیان حائل رہتی ہیں اور بندہ ان نواہی کے ارتکاب سے محفوظ رہتا ہے، سوائے اس بدنصیب کے جو شریعت سے روگردانی کرتا ہے اور اپنے خالق و مالک کی بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اس میں ذرہ بھر خیر نہیں ہوتی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بندوں کو نواہی کے ارتکاب سے بچانے کے لیے حدود نازل فرمائیں اور موقع بموقع اور وقتاً فوقتاً انہیں وعیدیں سنائیں اور اپنے عذابات سے ڈرایا۔ جن کے بعد بندے ان کے ارتکاب سے باز آ جاتے ہیں اور شر و فساد کے وقوع میں خاطر خواہ کمی واقع ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے احکام اللہ تعالیٰ کی رحمت کے جلو میں نازل ہوئے اور وہ رحمت پر مبنی و مشتمل ہیں اور وہ بندے کو دائمی و ابدی سعادتوں اور مسرتوں سے ہم کنار کرتے ہیں۔

الخالق، الباری، المصور:

یعنی اللہ عزوجل اپنی مخلوقات کی تخلیق میں بالکل منفرد و متفرد ہے اور اس نے اپنی کمال دانائی و حکمت کے ساتھ تمام تر مخلوقات کو تخلیق کیا اور تمام کائنات کی احسن و پختہ صورتیں تخلیق کیں۔ کائنات کے ہر ذرے کی تخلیق، اس کے ابداع اور اس کی فطرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مناسب وقت چنا اور ہر چیز کی تخلیق کے لیے سب سے عمدہ انداز اپنایا۔

اللہ تعالیٰ نے ہر تخلیق کی بناوٹ نہایت خوبصورت اور محکم بنائی اور ہر مخلوق کو اس کی مصلحتوں کی طرف ہدایت عطا کی اور ہر چیز کے لائق جو صورت تھی وہی اسے دی۔

پھر ہر مخلوق کو اس کی وجہ تخلیق کے مطابق ہدایت دی۔ جب وہ اللہ ایسا خالق، باری اور مصور ہے کہ جس کی تخلیق میں اس کا کوئی شریک نہ ہو تو اس کے علاوہ پھر عبادت کے بھی کوئی لائق واہل نہیں۔ وہی اللہ حقیقی معبود ہے اور وہی ہر چیز کی ذات، افعال اور صفات کا اکیلا خالق ہے وہی جس کو چاہے ہدایت دیتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور وہی کسی بندے کو مومن یا کافر بناتا ہے ۔لیکن وہ ایمان وکفر کے لیے بندوں پر جبر نہیں کرتا اور جو بندے چاہتے ہوں اس کے خلاف ان کو مجبور نہیں کرتا۔

جبریہ اور قدریہ کا رد:

اللہ تعالیٰ کی عمومی تخلیق میں قدریہ کا رد ہے جو بندوں کے افعال، ان کی اطاعت ومعصیت کے اعمال کو اللہ تعالیٰ کی تخلیق وتقدیر سے خارج ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔
قدریہ نے بندوں کے افعال کو اللہ کی تخلیق سے اس لیے خارج کیا کہ اللہ پر ان کے نزدیک اس وجہ سے یہ الزام آتا ہے کہ وہ بندوں کو مجبور کرتا ہے اس الزام سے اللہ تعالیٰ کو بچانے کے لیے انہوں نے بندوں کے افعال کو اللہ تعالیٰ کی قدرت تخلیق وتقدیر سے نکال دیا اور یہ عقیدہ اپنایا کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہے اور وہ خود مختار کل ہے۔
لیکن انہیں اس بات کا ادراک نہ ہو سکا کہ اللہ تعالیٰ کا کمال اور اس کی قدرت کا کمال بندوں کو مجبور کرنے کی نفی کرتے ہیں اور اس حقیقت کے ادراک سے بھی اہل قدر محروم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ بندے اللہ کی تقدیر اور مشیت کے تابع رہ کر وہ کام کرلیں جو ان کے ارادے واختیار میں ہوں۔
اللہ اس سے بہت بڑا ہے کہ وہ بندوں کو مجبور کرے اور بندوں پر ظلم کرے اس کی

بجائے وہ سب سے بڑا عادل ہے۔ بلکہ بندے جو ارادے کرتے ہیں اور جو انتخاب کرتے ہیں تو یہ صلاحیت بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں دی ہے۔ اور بندوں کے ارادے اور ان کی مشیت اللہ تعالیٰ کے تابع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''تم میں سے جو صراط مستقیم پر رہنا چاہے اور تم وہی چاہتے ہو جو اللہ رب العالمین چاہتا ہے۔'' (التکویر: ۲۸۔۲۹)

العزیز، الجبّار، المتکبر، القھار، القوی، المتین:

العزیز اسے کہتے ہیں جس میں عزت کے سب مفاہیم و معانی پائے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾

''بے شک عزت سب کی سب اللہ عزوجل کے لیے ہے۔'' (یونس: ٦٥)

پس وہ اللہ اپنی کمال قوت کی وجہ سے **العزیز** ہے۔ اور عزت سے مراد قوت ہے اور **القوی، المتین** کا مرجع یہی معنی ہے اور دوسروں کے غلبہ سے دفاع کو عزت کہتے ہیں اور اس سے کہ کوئی دوسرا اس پر قادر ہو جائے یا اللہ کے بندوں کو کوئی نقصان پہنچائے تو بندے اس کو نقصان پہنچائیں یا کوئی بندوں کو نفع پہنچائے تو بندے اس کو نفع پہنچائیں۔

اللہ تعالیٰ کے غلبے و دفاع سے مراد یہ ہے کہ ہر وہ عیب اور نقص جو اس کی عظمت اور جلالت کا ضد ہو وہ اس سے پاک ہے۔ اور ہر اس عیب کی نفی جو اس کے کمال

کے منافی ہو اور متکبر کا مرجع بھی عزت ہے اگر چہ متکبر ایسا اسم ہے جو کمال عظمت اور انتہا کی کبریائی پر دلالت کرتا ہے اور وہ مذکورہ معنی پر بھی دلالت کرتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت، مجد اور جلالت کے لائق جو وصف نہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور بلند و برتر ہے۔

عزت کا تیسرا معنی القہر اور غلبہ ہے اس پر القہار دلالت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کے ذریعے تمام مخلوقات پر غالب ہے۔ اور تمام کائنات اس کے آگے سرنگوں ہے تمام بندوں کی پیشانیاں اس اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور تمام ملکیت میں مکمل تصرفات اور تدابیر اسی کے ہاتھ میں ہیں اور تمام ملک بھی اسی کے ہاتھ میں ہے جو وہ چاہے ہوتا ہے اور جو وہ نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔

عالم علوی و عالم سفلی (ارض) میں جتنی عظیم و جسیم مخلوقات ہیں وہ سب اپنی حرکات وسکنات میں اپنے اللہ کے آگے سربسجود ہیں۔ اور وہ جو کچھ لاتے اور چھوڑتے ہیں وہ سب ان کے اصل مالک اور مدبر اعلیٰ کے لیے ہے۔ کائنات کے کسی معاملہ یا کسی حکم میں مخلوقات کو ذرہ بھی عمل دخل واختیار نہیں، بلکہ کل امر، اللہ کا ہے۔ اور شرعی، قدری اور جزائی حکم صرف اور صرف اللہ کا ہے اس کے علاوہ کوئی حاکم حقیقی نہیں اور اس کے علاوہ کوئی رب اور معبود نہیں۔

عزت کا ایک معنی الجبار ہے اور الجبار کے معانی العلی الاعلی ہیں، یعنی سب سے بلند، سب سے عالیشان، سب سے برتر جو عرش پر مستوی ہے اور تمام ملک پر حکمرانی کرتا ہے اور تمام سلطنت اور سلطنت میں ہر قسم کے تصرفات پر غالب وقابض ہے۔

اور الجبار کا معنی لطف، رحمت وشفقت بھی ہے اور یہی معنی ہے جو نقصان کو پورا کرتا ہے اور فقیر کو غنی کرتا ہے۔ اور مریض کو شفا دیتا ہے اور مصیبت زدہ کو خوشحالی وسرور عطا کرتا ہے۔اور خاص طور پر ان کے دلوں پر مرہم خاص رکھتا ہے جو اس کی جلالت کے سامنے اپنے دلوں کو غمزدہ کرتے ہیں، اس کے کمال کے سامنے جھکے رہتے ہیں، اس کے فضل وعطا کے لیے پر امید رہتے ہیں کہ جو ذات ان کے دلوں پر محبت اور انواع واقسام کے معارف ربانیہ کی بارش برساتی رہتی ہے۔

اَلْمَلِكُ الْمَالِكُ لِلْمُلْكِ:

یعنی جس ہستی کے لیے تمام صفاتِ کمال مختص ہیں جس کے لیے تمام ملک خاص ہے اسے کمال قوت، عزت، قدرت حاصل ہے اور ہر چیز کا احاطہ کرنے والا علم اور واسع حکمت اور مخلوقات پر نافذ شدہ مشیت اسی کی ہے۔ تمام کائنات میں کمال تصرّف اور کمال رحمت وشفقت اسی کو حاصل ہے اور عالم علوی وسفلی کے لیے عمومی حکم اسی کا ہے یعنی دنیا وآخرت میں عمومی حکم اسی کا ہے اور وہ تینوں احکام بھی صرف اسی کے لیے ہیں کہ کائنات کا ذرہ بھی ان سے باہر نہیں۔

وہ احکامات ثلاثہ یہ ہیں:

الاحکام القدریة:

کائنات میں ہر چیز کا وجود اور فنا، حیات وموت، ولادت، عمر، رزق سب کچھ اللہ کی قضاء وقدر کے مطابق ہے۔

الاحکام الشرعیہ:

اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو مبعوث کیا، اپنی کتابیں نازل فرمائیں، اپنی شریعتیں مشروع کیں اور اس حکم کے لیے مخلوقات کو پیدا کیا۔ اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے عقائد، اخلاق، اقوال، افعال اپنے ظاہر و باطن اور ہر حال میں اس حکم پر چلیں اور اللہ نے ان کو اس شرعی حکم سے روگردانی اور تجاوز کرنے سے منع کیا۔ انہیں بتایا کہ ہر وہ حکم جو اس حکم کے خلاف ہوگا وہ طاغوت کا جاہلی حکم اور لامحدود شر و فساد ہوگا۔

الاحکام الجزائیۃ:

اچھے اعمال کی اچھی جزا اور برے اعمال کی بری جزا ملے گی۔ دنیا و آخرت میں اطاعت گزاروں کو ثواب اور نافرمانوں کو سزا ملے گی، یہ سب احکام اللہ تعالیٰ کے عدل حکمت اور اس کی عمومی حمد کے تابع ہیں اور یہ سب صفات اس کی صفت ملک کے تابع ہیں۔

ملک کے معانی:

تمام موجودات کا مالک اکیلا اللہ ہے۔ اور اس کے سب غلام اسی کے محتاج ہیں، اپنے تمام معاملات کے لیے اس کی طرف رجوع کے لیے مجبور ہیں کوئی بھی ہو اس کے ملک سے خروج نہیں کرسکتا۔ اور کوئی بھی مخلوق اللہ کی ایجاد، امداد، نفع یا دفاع سے بے پروا نہیں ہوسکتی۔

ملک کے بعض معانی:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں نازل کیں، اپنے رسول مبعوث کیے اور تمام جہانوں کو ہدایت دی اور گمراہوں کو نیکی کی راہ دکھلائی۔ معاندین اور متکبرین و منکرین پر اپنی

حجت تمام کر دی اور ان کے لیے کوئی عذر نہ چھوڑا، ثواب وعقاب کو ان کے مناسب مقامات پر رکھا۔ اور تمام امور کو مناسب اوقات میں نازل کیا۔

ملک معانی:

ہر روز اس کی خاص شان ہوتی ہے وہ گناہ معاف کرتا ہے اور مصائب دور کرتا ہے اور غم مٹاتا ہے ۔مشقتیں ختم کرتا ہے، فریادیوں کی فریاد رسی کرتا ہے ۔نقصانات پورے کرتا ہے فقیر کو غنی کرتا ہے، گمراہ کو ہدایت دیتا ہے حق سے اعراض کرنے والے اور منہ پھیرنے والے کو ذلیل کرتا ہے۔ کسی قوم کو نصرت دین کی وجہ سے عزت دیتا ہے دوسروں کو مخالفت دین کی وجہ سے ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ کسی قوم کو رفعتیں عطا کرتا ہے تو دوسروں کو پستیوں میں دھکیلتا ہے۔ ایک ہی نظام کے تحت چلنے والے معاملات میں پُر از حکمت اور من مانی تبدیلی کرتا ہے، تاکہ بندوں کو اس کے کمال ملک کا یقین ہو جائے اور وہ اس کی مشیت نافذہ کا مشاہدہ کرلیں اور وہ اس کی سلطنت کی عظمت پر ایمان لے آئیں۔

گویا ملک کا مرجع تین امور ہیں:

① مَلِک عظیم صفات کا مالک ہوتا ہے۔

② وہ تمام عالمین کے تمام معاملات میں جو چاہے جب چاہے اور جیسے چاہے تصرف وتغیر کر لیتا ہے۔

③ تمام مخلوقات اس کی غلام اور ملکیت ہوتی ہیں۔

اللہ ہی ایسا بادشاہ ہے جو عالم علوی وسفلی کا مالک ہے اور اس کی تدبیریں اس کی

سلطنت میں نافذ ہوتی ہیں، اس تمام کائنات کے ایک ذرے میں بھی اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک، ہم پلہ یا ساجھی نہیں۔

القدوس السلام:

یعنی جس کے لیے تمام تقدس ،طہارت اور تعظیم ہے۔اور وہ تمام نقائص سے پاک ومنزہ ہے، لہٰذا قدوس کا مرجع تمام صفات عظمت ہے تمام عیوب ونقائص سے سلامتی کے معانی بھی قدوس میں پائے جاتے ہیں۔

السلام ایک اور معنی پر بھی دلالت کرتا ہے اور وہ ہر عیب ،آفت اور نقص سے سلامتی کا معنی ہے۔ذات باری تعالیٰ جن عیوب ونقائص سے منزہ ہے وہ دو اقسام کا مجموعہ ہے:

① بے شک وہ ذات قدس سبحانہ وتعالیٰ صفات کمال کے منافی ہر صفت سے مبرا ومنزہ ہے ۔یقیناً اس کے لیے ہر صفت کمال کی انتہا خاص ہے وہ کمال علم اور کمال قدرت کے ساتھ متصف ہے۔ان ہر دو صفات کے منافی ہر عیب سے وہ منزہ ہے، مثلاً نسیان اور غفلت اس کو لاحق نہیں ہوسکتیں اور یہ ناممکن ہے کہ زمین وآسمان میں ایک ذرہ برابر یا اس سے چھوٹی یا بڑی کوئی چیز اس سے غائب ہو جائے۔

وہ ہر قسم کے عجز، بے چارگی اور اکتاہٹ سے پاک ہے۔وہ کمال حیات اور صفت قیومیت سے متصف ہے اور وہ ان دو صفات کی ضد سے پاک ہے اسے کبھی موت، اونگھ اور نیند نہیں آسکتیں۔ وہ عدل اور مکمل غنا سے متصف ہے وہ ہر قسم کے ظلم اور کسی بھی طرح دوسروں کی محتاجی سے پاک ہے۔ وہ کمال حکمت ورحمت سے متصف ہے، وہ ان دونوں صفات کمال کے منافی ہر صفت نقص وعیب سے پاک ہے

وہ کوئی کام عبث (فضول) نہیں کرتا۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا اور وہ کوئی ایسا کام کبھی نہیں کرتا جو حکمت ورحمت کے منافی ہو۔اسی طرح اس کی تمام صفات کمال صفات نقص وعیب سے کلی طور پر پاک ہیں۔

② وہ اپنی کسی صفت میں مخلوق کی مماثلت سے بلند وبرتر ہے اور کسی پہلو سے اس کا کوئی شریک یا ہم پلہ نہیں ہے۔ تمام مخلوقات اگرچہ کتنی ہی عظیم ہوں کتنی ہی بزرگ ہوں اور جو عظمت وشرف مخلوق کے لائق ہے اس میں وہ عظمت وشرف کی آخری بلندیوں کو چھولیں تب بھی ان کی رفعت عظمت وشرف اللہ تعالیٰ کی عظمت وشرف کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتی نہ کوئی مخلوق کسی بھی صفت میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے مشابہہ ہے۔ بلکہ مخلوقات کی تمام صفات اضمحلال وزوال کا شکار ہوسکتی ہیں، اس کے برعکس جب ان کی نسبت ان کے خالق وباری کی طرف کی جاتی ہے بلکہ مخلوقات کی صفات میں جتنا کچھ کمال وحسن ہے وہ انہیں اللہ ہی نے دیا ہے۔ اللہ ہی تو ہے جس نے مخلوقات کو عقل، سماعت، بصارت کی قوتیں اور دیگر ظاہری وباطنی حواس عطا کیے وہی تو ہے جس نے مخلوقات کو تعلیم دی اور اس کی طرف الہام کیا اور وہی ہے جس نے مخلوقات میں بڑھوتری رکھی اور ظاہری وباطنی طور پر ان کو مکمل کیا رسولوں اور فرشتوں نے کہا ہمارے پاس صرف وہی علم ہے جو تو نے ہمیں سکھایا۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو سوائے اس کے جس کو میں نے ہدایت دی پس تم مجھ سے ہدایت طلب کرو میں تمہیں ہدایت دوں گا۔اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو سوائے اس کے جس کو میں کھانا کھلاؤں پس تم مجھ سے کھانا طلب کرو میں تمہیں کھانا

کھلاؤں گا۔......(طویل حدیث ہے)(صحیح مسلم: ۲۵۷۷)

پس وہ ذات باری تعالیٰ بزرگی ،عظمت وکمال کے منافی ہر عیب ونقص سے منزہ ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ ہر مخالف، شریک، اور نظیر ومثال سے منزہ ومبرا ہے یہ سب معانی القدوس السلام میں شامل ہیں۔

المؤمن:

ایمان کے معنی تصدیق واعتراف ہیں، نیز اعتراف وتصدیق کے جو تقاضے ہیں کہ نیک نیتی سے سچوں کی تصدیق اور ان کے سچ کے ثبوت کے لیے براہین ودلائل وحجتیں قائم کرنا۔پس وہ ذات باری تعالیٰ اس لحاظ سے مؤمن ہے کہ وہ ویسا ہی ہے جیسے اس نے اپنی ثناء کی اور جیسے اس کے رسولوں اور اس کے بندوں نے اس کے اسماء وصفات کی معرفت کی تعلیم دی۔

اس رب العالمین نے اس بندے کی طرف اپنے اسماء وصفات وحی کیے جو تمام مخلوقات سے بہتر اور اس کی معرفت اور اس کے ساتھ ایمان کے سب سے بڑے عالم ہیں، سب کائنات اللہ تعالیٰ کے کمال حقیقی ومطلق کی نسبت ہر پہلو سے بہت ہی حقیر وقلیل ہے۔ وہ درحقیقت ویسا ہی ہے جیسا کہ اس نے خود اپنی ثناء کی اور اس کے بندوں نے اس کی جو تعریف کی اس سے وہ بہت بلند واعلیٰ ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے اپنے رسولوں کی تصدیق کی اور ان کے سچا ہونے کی گواہی اپنے قول وفعل اور اقرار کے ذریعے دی۔ اپنے اقوال کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی اس طرح گواہی دی کہ اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر رسولوں کے سچا ہونے کی خبر دی۔

جہاں تک افعال کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تصدیق کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے

اپنے رسولوں کی تصدیق کے لیے بے شمار معجزات، نشانیاں، خوارق عادات واقعات اور انواع واقسام کے ثبوت مہیا کیے جن کو دیکھ کر بندوں کو رسولوں کے صدق کی معرفت حاصل ہوئی اور جس حق کو وہ لے کر آئے اس کی گواہی دی تو تمام مفاہیم ومسائل عظیمہ میں سے ایک مسئلہ ومفہوم بھی ایسا نہیں جس کے ثبوت کے لیے متعدد ثبوت پیش نہ کیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾

”عنقریب ہم ان کو آفاق میں اور ان کے اپنے اندر اپنی نشانیاں دکھائیں گے تاکہ ان کے لیے واضح ہو جائے کہ بے شک یہ حق ہے۔“

(حٰم السجدہ: ۵۳)

تو ایمان ایسی معرفت ومحبت کی طرف منسوب ہے جس کا سب سے زیادہ حق دار اور جس کے سب سے زیادہ لائق اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات ہے۔

الشهيد، المهيمن المحيط:

اسے تمام اشیاء کی اطلاع ہے۔ اس کے علم نے اشیاء کے ظاہر وباطن کا احاطہ کیا ہوا ہے بلکہ مخفی وعیاں اشیاء ان کے ماضی اور مستقبل کا مکمل علم بھی اسے ہے وہ تمام مخفی اور واضح آوازیں سنتا ہے وہ تمام موجودات خواہ باریک ہوں، خواہ موٹی ہوں، چھوٹی ہوں خواہ بڑی ہوں وہ سب کو دیکھتا ہے اس کے علم، قدرت، سلطان، اس کی صفت اولیت (سب سے پہلے) اور صفت آخریت (سب سے آخر میں) اور اس کی صفات ظاہری وباطنی نے تمام موجودات کا احاطہ کیا ہوا ہے، پس کسی مخلوق کا ظاہر اس کے

باطن سے اس اللہ کے لیے حجاب نہیں۔ اور نہ ہی کوئی بڑی مخلوق اس کی چھوٹی مخلوق کے آگے اس کے لیے رکاوٹ ہے، اور نہ ہی کوئی قریب کی چیز دور کی چیز تک رسائی میں اس کے لیے رکاوٹ ہے۔

اس کے علم پر کچھ مخفی نہیں اور اس کے ملک اور سلطان سے کوئی چیز خارج نہیں، نہ کوئی چیز اس کی قدرت اور اس کی عزت سے پھسل سکتی ہے اور نہ ہی کوئی چیز اس کے لیے مشکل ہے۔ نہ ہی کوئی چیز اس کے اوپر بھاری ہے بلکہ اس نے مخلوق کے ہر عمل کی مقدار اور ہر نیک و بد عمل کی نسبت سے ان کی جزا کو بھی شمار کیا ہوا ہے اور اللہ کی حکمت اس کی حمد، اس کا عدل اور اس کی رحمت کے تقاضے کے مطابق وہ ان کو ضرور بدلہ دے گا۔

طاقتور بادشاہوں اور ظالم و جابر حکمرانوں بے شک ان کی شان و شوکت خواہ کتنی ہی کیوں نہ ہو، ان کے ملک خواہ کتنے ہی وسیع کیوں نہ ہوں، ان کا جبر و جور خواہ کتنا ہی شدید کیوں نہ ہو، ان کی سرکشی بے شک کناروں سے امڈ پڑے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے ان پر گھات لگائی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی نگاہوں میں ہیں ان کی ہر ہر حرکت و سکون اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے احوال کا احاطہ کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تصرف، ارادے اور مشیت سے باہر نکلنا ان کے بس میں نہیں شاعر نے کہا ۔

جب معبود تلاش میں ہو تو پھر کون کدھر بھاگ کر جائے گا
جب کہ حال یہ ہے کہ مجرم مغلوب ہے غالب نہیں

(یہ شعر نفیل بن حبیب کا ہے جب اس نے اللہ کا انتقام ابرہہ اور اس کے ہاتھیوں والے لشکر میں دیکھا تو تب یہ شعر کہا۔ (تفسیر طبری: جلد۱۵ صفحہ ۳۰۳)

اللہ تعالیٰ کے یہ تینوں نام اس کے علم کی وسعت، اس کے تمام مخلوقات کے احاطہ اس کے ملک اور سلطنت کی عظمت اپنے بندوں اور ان کے اعمال پر اللہ کی گواہی اور ان کے اعمال کی جزا اور بندوں میں صرف رب کے مکمل تصرف اور بندوں پر تقدیر، شریعت اور جزا کے احکام کو جاری کرنے کا فائدہ دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

الحمید، المجید:

ہر قسم کی تعریفات جس کے لیے خاص ہیں، وہ تمام صفات کمال کا مالک اور ہر صفت پر اس کی حمد کی جاتی ہے بلکہ تمام صفات کے آثار اور اس صفت کے متعلقات پر اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔ کائنات کے حسن انتظام (کے لیے) کی گئی ہر تدبیر پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے اور اس نے جو شریعتیں نازل کیں اور جو احکام ہر امت کو دیے ان پر اللہ تعالیٰ کی تعریفات کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعریف اس لیے بھی کی جاتی ہے کہ وہ اپنے دوستوں کو نیکیوں کی توفیق دیتا ہے اور اپنے دشمنوں کو ذلیل ورسوا کرتا ہے۔ اسی طرح اپنے اطاعت گزاروں کو ان کے اعمال کا بڑھا چڑھا کر ثواب دینے پر اور اپنے نافرمانوں کو ان کی بداعمالیوں کی سزا دینے پر بھی اللہ تعالیٰ کی تعریف کی جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تعریفات اس لیے بھی کی جاتی ہیں کہ اس نے اپنے بندوں کو اس قدر انعامات، خیرات اور برکات دے دی ہیں جن کو شمار کرنا بندوں کے بس کی بات نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تعریفات سے عالم علوی وسفلی لبریز ہیں، دنیا وآخرت میں تعریفات صرف اسی کے لیے خاص ہیں۔ جوں جوں بندوں کے حالات تبدیل ہوتے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تعریفات میں اضافہ ہوتا رہتا ہے کیونکہ بندوں کے حالات میں تغیر وتبدل کا اصل مرجع صرف اللہ تعالیٰ کی حکمت، اس کا عدل وفضل اور احسان ہے اور

تمام امور کو ان کی مناسب جگہ پر رکھنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ایسا حمید ہے جس کی حمد اس کے انبیاء، اصفیاء اور اس کی مخلوق میں سے بہترین بندے ہر زمانے اور ہر حال میں کرتے رہے اور تاقیامت بلکہ قیامت کے بعد بھی کرتے رہیں گے۔ وہ رب تمام تعریفات کے لائق اس لیے بھی ہے کہ بندوں پر وہ جو انعامات کرتا ہے وہ اس کی تعریفیں کرتے ہیں گویا تعریفات کا سبب اور ان کا مسبب بھی وہی اللہ ہے۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے نام ''المجید'' کا تعلق ہے تو یہ مجد سے مشتق ہے جو تمام صفات کی بے کنار وسعت اور بیش بہا عظمت پر دلالت کرتا ہے۔ لہٰذا اللہ کے نام مجید کا مرجع عظمت ووسعت وکثرت اوصاف ہے اور اس کی عظمت، وسعت ملک وسلطنت ہے۔

الحمید اور المجید:

مجید کا مرجع اللہ تعالیٰ کا کمال مطلق، جلال مطلق اور جمال مطلق میں متفرد ہونا ہے کہ بندوں کے لیے ان صفات میں سے کسی ذرے برابر کا احاطہ کرنا ناممکن ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کے نام الحمید اور المجید کو اکٹھا بیان کیا جائے تو ان دونوں ناموں میں عموم خصوص مطلق پایا جاتا ہے'' الحمید'' کثرت ووسعت اوصاف کے ذریعے اخص ہوگا اور'' المجید'' عظمت اوصاف اور اللہ تعالیٰ کا صفت'' مجد'' میں متوحد ہونے کے لحاظ سے اخص ہوگا۔

الحکیم:

یعنی جو ذات کمال حکمت اور اپنے بندوں کے درمیان کمال حکم کے ساتھ موصوف

ہے تو حکمت، وسعت علم کے ساتھ ساتھ تمام امور کی ابتدا اور انجام کا بخوبی علم ہونے کو کہتے ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کو ان کے مناسب مقام اور مناسب منزلوں پر رکھتا ہے اس لیے وہ وسعت حمد کے لائق ہے اور اس کی کسی حکمت کے متعلق استفہام انکاری نہیں ہوسکتا اور نہ اس کی کسی حکمت پر تنقید کی جا سکتی ہے، اس کی تمام تخلیق اور تمام امور حکمت سے پر ہوتے ہیں۔

خلق میں حکمت کی تفصیل:

اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوقات کو حق وانصاف کے ساتھ تخلیق کیا وہ ابتدا سے لے کر انتہا تک حق پر مشتمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو انتہائی خوبصورت اور منظم ومرتب انداز سے تخلیق کیا اور نہایت عمدگی اور پختگی کے ساتھ اسے ایک مرتب نظام میں پرودیا۔ ہر مخلوق تخلیق کے جس تخیل وتصور کے لائق تھی اللہ تعالیٰ نے اسے اسی طرح بھرپور حکمت کے ساتھ پیدا کیا بلکہ اپنی مخلوقات کے ہر ہر جزو اور تمام جانداروں کے ہر ہر عضو کو اسی ہیئت اور صورت پر تخلیق کیا جو اس کے لائق تھی۔ حتیٰ کہ رحمٰن کی کسی تخلیق کردہ مخلوق میں کوئی نقص یا اضافہ نظر نہیں آتا۔ اور نہ ہی کوئی کمی بیشی نظر آتی ہے بلکہ اگر سب عقلمند جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کی تخلیق کردہ مخلوقات جیسی یا ان سے اچھی اور بہتر تخلیق تجویز کرنا چاہیں تو ایسا کرنا ان کے بس کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کے متعلق یہ حقیقت یقینی طور پر معلوم ہے اور جب ہر انصاف پسند مومن کو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کمال کا بندے احاطہ نہیں کر سکتے اور ایسا جو بھی کمال ہو جس کا تصور اذہان کر سکیں اور اندازہ کرنے والے اندازہ کر لیں بہرحال اللہ عزوجل اس سے بہت بڑھ کر اعظم واجل ہے۔

اللہ کے افعال، اس کی مخلوقات اور مخلوقات کو حاصل ہونے والی سب نعمتیں کامل ترین اور احسن ترین ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾

''یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو محکم بنایا۔'' (النمل: ۸۸)

ہر فعل اپنے کمال اور اپنے حسن میں اپنے فاعل کا پتہ دیتا ہے اور ہر تدبیر اپنے مدبر کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ تو جس طرح اللہ کی عظمت اور حسن و جمال صفات میں کوئی اس کا مشابہہ نہیں اسی طرح اس کے افعال میں بھی کوئی اس کے مشابہہ نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر اپنے بندوں کو چیلنج دیا ہے کہ کیا وہ اس کی مخلوقات میں کسی قسم کا نقص پاتے ہیں یا خلل کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اگر کسی نے اپنی کمال بے عقلی سے کام لیتے ہوئے اتنی جرأت جسیم کر لی تو یقیناً وہ عقلمندوں کے درمیان اپنی حماقت اور جنون کو پکار رہا ہے۔ رہی اللہ کی شریعت اور اس کے دین کی حکمت تو یقیناً اللہ تعالیٰ نے شریعتیں اور کتابیں نازل کیں اور رسول مبعوث کیے تاکہ اس کے بندے اپنے معبود کو پہچانیں اور اس کی عبادت کریں تو پھر اس سے بڑی کونسی حکمت ہے اور کونسا فضل و کرم اس سے بڑھ کر عظیم ہے۔

اللہ کی معرفت وعبادت سب سے عظیم عطیہ ہے:

اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس ''وحدہ لاشریک لہ'' کی عبادت اس کے لیے پر خلوص عمل، اس کی حمد، اس کا ذکر اور اس کی ثناء بندوں کو دیے گئے انعامات وعطیات میں سے مطلق طور پر سب سے افضل عطایا ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ جن انعامات عظیمہ کے ذریعے اپنے بندوں پر احسان کرتا ہے یہ انعامات ان سب سے زیادہ عظیم ہیں اور دلوں اور روحوں کے لیے سب سے اکمل سعادت وفلاح وسرور کا ذریعہ ہیں، نیز یہ انعامات سعادت ابدی اور فلاح سرمدی کے حصول کا سبب وحید ہیں۔

اصل الخیرات

اگر اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے دین میں اس ایک حکمت کے علاوہ کوئی حکمت نہ ہوتی تو بندوں کی اصلاح کے لیے یہی ایک حکمت کافی وشافی ہوتی، کیونکہ یہی حکمت، اکمل الذات اور اکبر الوسائل والمقاصد ہے اسی کے لیے مخلوقات کو پیدا کیا گیا۔اسی کے لیے قانون جزاء وسزا بنا، اسی حکمت کے نتیجے میں جنت ودوزخ تخلیق کی گئیں اور اسی حکمت کے لیے مخلوقات پر "الملک الجبار" کے شرعی وجزائی احکامات لاگو کیے گئے۔

صرف اتنا ہی نہیں اللہ تعالیٰ کی شریعت ہر قسم کی خیر پر مبنی ہے اس کی اخبار سے دلوں میں علم وعقائد صحیحہ کی فراوانی رہتی ہے۔ اسی کے سہارے دل مستقیم رہتے ہیں اور انہیں راہ حق سے انحراف کی جرأت نہیں ہوتی ۔اور دلوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت سب سے افضل منافع اور سب سے اکمل فوائد ہیں، اللہ تعالیٰ کے تمام اوامر منافع ومصالح پر مشتمل ہیں اور ان کے نتیجہ میں اخلاق جمیلہ اور عادات نفیسہ حاصل ہوتی ہیں۔ نیز اعمال صالحہ، ہدیٰ کامل، اجر عظیم اور ثواب ضخیم حاصل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تمام نواہی عقول صحیحہ اور فطرت سلیمہ ومستقیمہ کے موافق ہیں۔ کیونکہ

اس کے احکام نواہی انہی چیزوں سے روکتے ہیں جو انسان کی عقول، اخلاق، عزت وآبرو، ان کے ابدان اور ان کے اموال کے لیے مضر ہوتی ہیں۔ بطور خلاصہ انسانوں کی خالص یا راجح مصلحتوں کا حکم دیا جاتا ہے اور خالص یا راجح مفاسد اور مضرتوں سے روکا جاتا ہے۔ یقیناً وہ اللہ اپنی خلق اور اپنے دین میں حکیم مطلق ہے۔

اسی طرح اچھے اعمال کی اچھی جزا اور بد اعمال کی سزا کا قانون بھی حکمت اور عدل وفضل پر مبنی ہے اجمالی طور پر اور تفصیلی طور پر بھی۔ واللہ اعلم

السمیع، البصیر، العلیم، الخبیر:

زبانوں کے اختلاف اور انواع واقسام کی بے شمار ولاتعداد حاجات کے باوجود سب آوازوں کو سننے والی ذات وہی ہے جو سارے جہان کی سنتا اور جانتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَوَآءٌ مِّنۡكُمۡ مَّنۡ اَسَرَّ الۡقَوۡلَ وَ مَنۡ جَهَرَ بِهٖ وَ مَنۡ هُوَ مُسۡتَخۡفٍۢ بِالَّيۡلِ وَ سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾

”تم میں سے برابر ہیں جو پوشیدہ طور پر بات کرتے ہیں اور جو اونچی آواز میں بات کرتے ہیں اور جو رات کو مخفی رہتے ہیں اور جو دن کو رستوں پر چلتے ہیں۔“ (الرعد:۱۰)

وہ رب ایسا بصیر ہے کہ جو ہر موٹی اور ہر باریک چیز کو دیکھتا ہے۔ وہ رات کی تاریکی میں سیاہ چیونٹی کو لق ودق چٹان پر رینگتے ہوئے دیکھتا ہے اور وہ جانداروں کی رگوں میں غذاؤں کو چلتے ہوئے بھی دیکھتا ہے تو نباتات کی شاخوں اور شگوفوں میں پانی کو چلتے ہوئے بھی دیکھتا ہے۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب حقیقت بیان کی۔

اے پروردگار جو اندھیری سیاہ رات میں مچھروں کے پھیلتے اور سکڑتے ہوئے پروں کو دیکھتا ہے اور شہد کی مکھی کے سر کی ہڈیوں کے درمیان دماغ اور اس کے سینے اور گلے کی رگوں کے اندر پیوست گودے کو بھی دیکھتا ہے تو مجھ حقیر پُر تقصیر بندے پر ان گناہوں کی توبہ قبول کر کے احسان کر جو مجھ سے جوانی میں سرزد ہوئے۔①

وہ اللہ ایسا علیم ہے جو تمام مخلوقات کے ذرہ ذرہ کا علم رکھتا ہے جس پر زمین وآسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور اس کے علم سے کوئی شے خارج نہیں اس کے علم نے کائنات کے تمام واجبات، مستحیلات، جائزات، ماضیات، حاضرات، مستقبلات اور عالم علوی وسفلی کی تمام خفیات اور جلیات کا احاطہ کیا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

’’اور اس کے پاس غیب کی چابیاں ہیں ان کا علم صرف اسی کو ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ سمندر میں وہ سب جانتا ہے درختوں کا جو پتہ گرتا ہے اس کا علم اسے ہوتا ہے۔ زمین کے اندھیروں میں جو دانہ تر یا خشک ہوتا ہے وہ کھلی کتاب میں موجود ہے۔‘‘ (الانعام: ۵۹)

وہ پوشیدہ باتیں اور اسرار ورموز جانتا ہے، سینوں کے اندر چھپی باتیں اور دلوں میں

---

① کشاف: زمخشری: جلد 1، ص 57.

پڑنے والے وسوسوں کا اسے علم ہوتا ہے اور جو کچھ سماوات علیاء میں ہے اور جو کچھ سب زمینوں کے نیچے ہے اسے اس کا بخوبی علم ہے۔

اللہ رب العزت ایسا خبیر ہے جس کو ایسی مخفی اشیاء کا بھی علم ہے جو نہایت لطیف وصغیر ہیں اور جو حد درجہ مخفی ہیں۔ اور اس کا اسم ''العلیم'' دو امور میں مطابقت پر دلالت کرتا ہے یہ کہ اس کا علم نہایت وسیع ہے اور اسے ہر مخفی، سری، جہری، علوی و سفلی اشیاء کا علم ہے۔

مذکورہ بالا اسماء کریمہ کا عمومی طور پر تذکرہ، اعمال اور ان کی جزا کے سیاق میں ہوتا ہے تاکہ دل بیدار ہو جائیں اور امور کی تکمیل و تحسین اور اتقان واخلاص پر مستعد ہو جائیں۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اجر عظیم ونعیم دائمی کی رغبت دلانے اور اپنے عذاب وعقاب سے ڈرانے پر تنبیہ فرماتا ہے۔

اللطیف:

اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے اس اسم کے دو معنی ہیں۔

① پہلا معنی: ''الخبیر'' ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا علم نہایت دقیق ولطیف ہے حتی کہ وہ دلوں اور سینوں کے بھید، آنکھوں کے اشارے اور مخفی اشیاء کا علم بھی رکھتا ہے۔

② دوسرا معنی'' اللطیف'' وہ اپنے اولیاء اور مومن بندوں پر اپنے الطاف و انوار کی اس طرح موسلا دھار بارش برساتا ہے کہ وہ کرامات اور خیرات وصالحات کی طرف ان رستوں کے ذریعے پہنچ جاتے ہیں جن کو وہ جانتے پہچانتے ہیں اور ان رستوں کے ذریعے بھی اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء ومومن بندوں کو صالحات وخیرات اعمال کی طرف لے جاتا ہے جو وہ نہیں جانتے۔ اور جن صالحات وکرامات کا وہ ارادہ کرتے

ہیں اور جو ان کے ارادہ میں نہیں ہوتے اور جو اعمال وہ پسند کرتے ہیں اور جن اعمال کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے ساتھ خصوصی لطف وکرم کا سلوک کرتا ہے اور ان کے لیے بھلائی والا راستہ آسان کر دیتا ہے، تنگی ومشقت والے رستے اور انجام سے دور کر دیتا ہے۔ بلکہ ان پر اس قدر الطاف واکرام کی چھاؤں ہوتی ہے کہ ان کے مقدر میں ایسے بیرونی امور لکھ دیے جاتے ہیں کہ انجام کار میں وہ ان (کے لیے) مصلحتوں اور منافع سے لبریز ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

﴿اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ﴾

''بے شک میرا رب اپنے لطف سے جو چاہے کرتا ہے۔'' (یوسف: ۱۰۰)

سیدنا یوسف علیہ السلام اور ان کے باپ اور بھائیوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے خارجی اسباب مقدر کیے جو انجام کار کے طور پر ان سب کے لیے محمود ٹھہرے، اگر چہ وہ ابتدا میں سب کے لیے ناپسندیدہ تھے، لیکن ان کا انجام سب سے زیادہ عمدہ اور ان کے فوائد سب سے زیادہ عظیم ثابت ہوئے۔

المبدئ، المعید:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ﴾

''اور وہ (اللہ) وہی ہے جس نے پہلی بار مخلوق پیدا کی پھر وہ اس کو لوٹائے گا۔'' (الروم: ۲۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ﴾
”جس طرح ہم نے پہلی بار مخلوق کو پیدا کیا ہم اسے اسی طرح لوٹائیں گے۔“

(الأنبياء: ١٠٤)

وہی بلند وبرتر اللہ ہے جس نے مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا پھر ان کی موت کے بعد انہیں دوبارہ زندہ کر کے اٹھائے گا اور مکلفین کو حساب وکتاب اور اعمال کی جزا کے لیے اپنے پاس جمع کر لے گا۔ پہلی بار انہیں زندگی اس لیے عطا کی تا کہ ان کو آزمائے کہ ان میں سے کس کا عمل سب سے بہترین ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اسی لیے ان کی طرف رسول مبعوث کیے اور ان کی طرف کتابیں نازل کیں، ان کو احکام دیے اور انہیں متعدد اقوال واعمال سے منع کیا۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بے فائدہ اور شتر بے مہار پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جو عمریں دی تھیں وہ جب پوری ہو گئیں اور نیکوکار، پرہیز گار اور فجار وفساق کے درمیان فرق واضح ہو گیا اور دنیا کی فنا کا وقت آ گیا تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی موت کے بعد دوبارہ ان کو زندہ کرے گا تا کہ ان کے ایمان واطاعت اور اعمال صالحہ کا ثواب واجر ان کو عطا کرے اور ان میں سے جو دنیاوی زندگی میں کفر وشرک اور نفاق وفسق پر مرے ان کو دائمی سزا وعذاب میں مبتلا کر دے اور جب تک اللہ چاہے گا وہ عذاب میں مبتلا رہیں گے مخلوق کو دوبارہ زندہ کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے مخلوق کو پہلی بار پیدا کرنے سے زیادہ آسان ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں اسماء کریمہ تمام مخلوقات کی ابتدا اور اعادہ (لوٹانے) کو شامل ہیں۔

لوگ اس دنیا میں اپنی نیند اور اپنی بیداری کے لحاظ سے ہر روز ابتدا اور اعادے

کے مراحل سے گزرتے ہیں اور ہماری یہ زمین ہر سال ابتدا اور اعادے کے مراحل سے گزرتی ہے جب کھیتیاں کٹ جاتی ہیں موسم خزاں میں پتے جھڑ جاتے ہیں تمام درخت اور پودے بےلباس ہو جاتے ہیں خشک لکڑیاں انسانوں کے لیے ایندھن کے کام آتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ جب بارش برساتا ہے اور ساری زمین ہری بھری ہو جاتی ہے۔

درخت اور پودوں پر پتے، شگوفے اور پھول نئی بہار دکھلانے لگتے ہیں کھیتوں میں فصلیں لہلہانے لگتی ہیں، زمین ایک دلہن کی طرح زیورات سے لدی پھندی زرق برق پوشاک زیب تن کر لیتی ہے، اسی طرح جب تک یہ زمین و آسمان قائم ہیں انسانوں پر اللہ کی رحمت کی برکھا برستی رہے گی وہ اپنے لیے اور اپنے چوپایوں اور سواریوں کے لیے فوائد سمیٹتے رہیں گے جونہی سورج غروب ہوتا ہے آسمان پر چاند تارے جگمگ جگمگ کرنے لگ جاتے ہیں صبح جونہی سورج مشرق سے طلوع ہوتا ہے چاند اور تاروں کی دمک ماند پڑ جاتی ہے گویا پھر آسمان بےنور ہو جاتا ہے۔ زمین کی طرح آسمان دنیا میں یہی ابتدا اور اعادہ کی صورت ہے۔ یہ سب کچھ اللہ سبحانہ ”**المبدیٔ، المعید**“ کی حکمت اور رحمت کے تابع ہے۔

فَعَّالٌ لِمَا يُرِيْدُ:

جو کچھ چاہتا ہے وہی کرتا ہے۔

اللہ کی قدرت کا یہ کمال ہے اور اس کی لامحدود قوت کا یہ مظہر ہے کہ ہر وہ کام جس کے کرنے کا وہ ارادہ کرتا ہے، کر لیتا ہے۔ اس کے لیے کوئی چیز ناممکن و محال نہیں اور کوئی فعل دشوار نہیں اور کوئی اس کا مخالف نہیں اور نہ ہی کوئی اس کا مددگار، معاون، شریک اور ہمدرد ہے جو اس کا ہاتھ کسی کام میں بٹائے۔ بلکہ وہ جب کسی کام کے کرنے

کا ارادہ کرتا ہے وہ ''کُن'' کہتا ہے کہ تو ہو جا وہ کام ہو جاتا ہے۔

اگرچہ وہ جس کام کا ارادہ کرے تو وہ ہو جاتا ہے لیکن وہ چاہتا وہی ہے جو اس کی حکمت کا تقاضا ہو اور اس کی حمد کے لائق ہو اس کے سارے افعال اس کی حکمت کے تابع ہیں وہ دو پہلوؤں سے کمال کے ساتھ متصف ہے۔

① ارادے کے نفاذ اور کمال قدرت کے لحاظ سے کہ ساری کائنات اس کی مشیئت اور اس کے ارادے کے آگے سرنگوں ہے۔

② حکمت کے پہلو سے اس کے تمام اقوال وافعال اس کی حکمت سے بھرپور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

'' (بقول ہود علیہ السلام) بے شک میرا رب (اپنے اقوال وافعال میں) صراط مستقیم پر ہے۔'' (ھود:٥٦)

اَلْعَفُوُّ اَلْغَفُوْرُ، اَلْغَفَّارُ، التَّوَّابُ:

عفو اور مغفرت اللہ تعالیٰ کی ذات کے لوازمات میں سے ہے لوگوں کا الٰہ وہی ہو سکتا ہے جس میں لوگوں کو معاف کرنے، ان کے جرائم سے درگزر کرنے اور ان کے کبیرہ گناہوں سے ان کی مغفرت کرنے کی صفت بدرجۂ کمال موجود ہو۔

عفو و مغفرت کے آثار ہمیشہ سے مخلوقات میں موجود ہیں اور تا ابد موجود رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کا عفو و مغفرت تمام مخلوقات کے گناہوں اور جرائم سے زیادہ وسیع ہے اور وہ شب و روز جاری رہتا ہے۔

مخلوقات سے دن رات سرزد ہونے والی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کا تقاضا ہے کہ انہیں انواع واقسام کی عقوبات اور عذابات دیے جائیں لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت عفوومغفرت ان سب عقوبات وعذابات کے آڑے آجاتے ہیں۔

اور اگر اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے کیے گئے تمام بداعمال کی سزا دے دے تو روئے زمین پر کوئی جاندار زندہ نہ بچے۔اللہ تعالیٰ کے عفو کی دوصورتیں ہیں:

اللہ کا عمومی عفو:

جس کے ذریعے وہ سب گنہگاروں کافروں وغیرہ کو معاف کرتا ہے ان کی بغاوتوں ،سرکشیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان کی پکڑنہیں کرتا اور نہ انہیں سزا دیتا ہے بلکہ انہیں رزق، اولاد، بارش اور دیگر دنیاوی آسائشوں سے نوازتا ہے۔ حالانکہ ان کی نافرمانیاں اور کفر اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان سے اللہ تعالیٰ اپنی نعمتیں روک لے جب کہ وہ شرک وکفر اور فسق وفجور کے ذریعے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کو ایذا پہنچاتے رہتے ہیں لیکن وہ ان کو معاف کرتا ہے ان کو رزق دیتا ہے اور اپنی ظاہری وباطنی نعمتوں کا تسلسل ان پر جاری رکھتا ہے۔اس نے ان کے لیے دنیاوی عیش وعشرت لامحدود کر دیے اور دنیاوی نعمتیں اور منافع ان کو دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے کافروں کو مرنے تک مہلت ضرور دی ہے اور اپنے عفووحلم سے ان کو خارج نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ کی خاص مغفرت وعفو:

اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے والوں اور اس سے مغفرت

طلب کرنے والوں، اس کے دین کی دعوت دینے والوں، اس کی عبادت کرنے والوں کے لیے اور ان **مصیبت زدوں کے لیے جو مصیبت کے وقت صبر اس لیے کرتے ہیں** کہ اللہ تعالیٰ ان کو اس مصیبت کا نعم البدل اور ان کے صبر کے بدلے انہیں اجر عظیم عطا کرے گا۔

جو اللہ تعالیٰ کے آگے اپنے گناہوں کا اعتراف کرنے والے اور خلوص دل سے اللہ کے حضور صرف اللہ کی رضا کے لیے ایسی توبہ کرتے ہیں جس کے ساتھ تردد یا اصرار کا ذرہ بھر نہیں ہوتا۔ تو یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کے تمام گناہ معاف کر دیتا ہے، چاہے وہ کفر وشرک یا فسوق ومعصیت کے جس درجے پر بھی ہوں وہ سارے گناہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی شان میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا﴾

"آپ (اے پیغمبرؐ) فرما دیں (اللہ تعالیٰ کہتا ہے) اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں کے اوپر ظلم کیا ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ (بے شک) اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے۔" (الزمر: ۵۳)

کتاب وسنت کی متواترہ نصوص اس بات کی تائید کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کے بعد اپنے بندوں کے سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، چاہے وہ کتنے بڑے ہی کیوں نہ ہوں بلکہ استغفار خالص سے بھی اسی قدر گناہ اور خطائیں معاف ہو جاتی ہیں۔

نیز اعمال صالحہ اور نیکی اور احسان کے دیگر اعمال اور اللہ تعالیٰ کی تسبیحات،

تحمیدات، تہلیلات وغیرہ اور اس کا ذکر بھی بہت سے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ﴾

"بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔" (ھود: ۱۱۴)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"بے شک نیکیاں گناہوں کو اس طرح کھا جاتی ہیں جس طرح آگ خشک لکڑیاں کھا جاتی ہے۔" (ابوداؤد)

نیک اعمال سے نہ صرف گناہ معاف ہوتے ہیں بلکہ وہ مزید نیکیاں کرنے کا سبب بھی بنتے ہیں اسی طرح مصائب و آلام بھی گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں، متعدد صحیح احادیث میں یہ وضاحت آئی ہے خصوصاً وہ مصائب جن میں صبر اور حصول رضائے الٰہی کے ذریعے ثواب کی امید ہو۔

ایسی مصیبت کے ذریعے دو پہلوؤں سے گناہوں کا کفارہ حاصل ہوتا ہے۔

① قلبی و بدنی مصیبت والم (تکلیف) بذات خود کفارہ بن جاتے ہیں۔

② اس مصیبت کے نتیجے میں بندہ جب اپنے دل کو اللہ کی طرف سے آئی ہوئی مصیبت کے آگے صبر پر آمادہ کر لیتا ہے اور اس کا مقصد رضائے الٰہی کا حصول بن جاتا ہے صبر اور رضا دونوں قلبی اعمال ہیں اور گناہوں کے کفارہ میں قلبی اعمال بدنی اعمال کی نسبت بہت عظیم ہیں۔

نیز یہ علم بھی ہونا چاہیے کہ بندے کو توبہ کی توفیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے اور اللہ ہی بندے کی توبہ کے اسباب پیدا کرتا ہے، اس کے قلب و ذہن کو توبہ پر

آمادہ کرتا ہے تو تب بندہ بالفعل خالص توبہ کرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے بندے کی توبہ قبول کرتا ہے اور اس کے گناہوں کی مغفرت کرتا ہے بلکہ بندہ جتنے اعمال صالحہ کرتا ہے ان سب کی توفیق اسے اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے اور وہی اس کے اعضاء کو ہمت اور طاقت دیتا ہے اور بندے کے لیے اعمال صالحہ کے اسباب اور حالات اللہ تعالیٰ ہی پیدا کرتا ہے اور وہی اعمال صالحہ کی راہ میں رکاوٹیں دور کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بندے کے اعمال صالحہ قبول کرتا ہے اور اپنی طرف سے اسے افضل واعلیٰ اور ثواب ارفع عطاء کرتا ہے۔

بندے پر فرض یہ ہے کہ وہ یقین کر لے کہ اللہ تعالیٰ ہی "الاوّل وَ الآخر" ہے جو بندے کو نیک اعمال کی توفیق بھی دیتا ہے اور وہی اس کی توبہ بھی قبول کرتا ہے۔

وہی رب بندے پر احسانات اور نعمتوں کی ابتدا کرتا ہے وہی اپنے جود وکرم سے اس پر فضل واحسان کرتا ہے وہی بندے کے اسباب اور مسببات پیدا کرتا ہے، وہی اسے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں معاون وسائل مہیا کرتا ہے۔ اور اللہ کے عفو ومغفرت کا خاص ترین سبب وہ ہے جو بندہ اللہ تعالیٰ کے دوسرے بندوں سے عفوودرگزر کا سلوک کرتا ہے۔

اس کے اس سلوک کا بدلہ بھی اللہ تعالیٰ اسے دیتا ہے، پس جو کوئی اللہ کے بندوں کو معاف کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے معاف کرتا ہے اور جو بندہ دوسرے بندوں کے اس پر ظلم وزیادتی اور ناانصافیوں سے درگزر کرتا ہے۔ اور جو بندہ، بندہ کی لغزشوں اور ظلم وزیادتیوں سے چشم پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس بندے کی بھی مغفرت فرماتا ہے اور جو بندوں سے سخاوت وشرافت کا سلوک کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ سخاوت وکرم

کا سلوک کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی طرف توسل اور وسیلہ کا بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی صفات عفو و مغفرت کا وسیلہ پکڑنا ہے۔ مثلاً بندہ یوں دعا کرے۔

"اے اللہ! بے شک تو ہی معاف کرنے والا ہے تو معاف کرنے کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر دے اے وسیع مغفرت والے! میری مغفرت بھی فرما دے، اے اللہ! تو میری مغفرت فرما اور تو مجھ پر رحم کر۔ یقیناً تو ہی معاف کرنے والا اور مغفرت کرنے والا ہے۔"

اَلْعَلِيُّ، الْاَعْلٰی:

تمام وجوہ واعتبارات کے لحاظ سے اللہ کو کمال درجے کا علو حاصل ہے۔ وہ ذات کے لحاظ سے یوں اعلیٰ ہے کہ وہ سب کائنات سے اوپر عرش پر مستوی ہے لیکن عرش سمیت کائنات میں کسی ذرے بھر کا وہ محتاج نہیں اور عرش سے بھی وہ جدا ہے۔

اللہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات میں اعلیٰ و یکتا ہے، اسی طرح وہ اپنی قدرت کے لحاظ سے بھی اعلیٰ ہے کیونکہ اس کی ساری صفات اعلیٰ اور عظیم ہیں۔ اس کی سب صفات اتنی عظیم ہیں کہ مخلوقات میں سے کسی کی کوئی صفت اس کی صفت جیسی تو کیا اس کے قریب بھی نہیں۔ بلکہ بندوں میں تو اتنی قدرت بھی نہیں کہ اس کی کسی ایک صفت کا احاطہ کر سکیں۔

وہ اللہ اپنے قہر اور غلبہ میں بھی اعلیٰ ہے چونکہ تمام کائنات پر اس کا غلبہ ہے اور کائنات کا ہر ذرہ اس کے آگے سرنگوں ہے، تمام مخلوقات کی پیشانیاں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس کے حکم کے بغیر کائنات کا ایک ذرہ بھی نہ حرکت کرتا ہے نہ ساکن

رہتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہ ہو جاتا ہے اور وہ جو نہیں چاہتا نہیں ہوتا۔

اَلْعَلِیُّ اور الْاَعْلٰی میں یہ فرق ہے۔

''العلی'' تو صفات اور اس کے متعلقات ولوازمات کی کثرت اور تنوع پر دلالت کرتا ہے، جب کہ ''الاعلی'' صفات اور اس کے متعلقات ولوازمات کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔

اَلْکَبِیْرُ، اَلْعَظِیْمُ:

کبریائی اللہ کی تعریف اور عظمت اس کی صفت ہے۔

حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''کبریائی میری چادر ہے اور عظمت تہبند ہے تو جو کوئی ان دو صفات میں مجھ سے اختلاف کرے گا میں اسے عذاب دوں گا۔''①

کبریائی اور عظمت کے معنی دو طرح کے ہیں:

پہلا معنی اللہ تعالیٰ کی سب صفات کی طرف لوٹتا ہے کہ اس کی سب صفات میں عظمت وجلالت کے معانی پائے جاتے ہیں جیسے قوت، عزت، قدرت، وسعت علم، کمال مجد وغیرہ یعنی تمام اوصاف میں عظمت وکبریائی پائی جاتی ہے اس کی عظمت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ سب آسمان اور زمین رحمٰن کی ہتھیلی میں اس طرح ہیں جیسے رائی کا دانہ ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ایسے ہی کہا ہے۔②

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

① مسند احمد: جلد۲، صفحہ۳۷۶۔ ابوداؤد: حدیث ۴۰۹۰، ابن ماجہ: ۴۱۷۴، سلسلہ صحیحہ البانی: ۵۴۱). ② تفسیر طبری: جلد ۱۲، صفحہ ۲۵.

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ﴾

''اور انہوں نے کما حقہ، اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں کی اور قیامت کے دن سب زمین اس کی مٹھی میں ہو گی اور سب آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔'' (الزمر: ٦٧)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَ لَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِهٖ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا﴾

''بے شک اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تھر کنے سے تھام رکھا ہے اور اگر وہ تھرک جائیں تو اس (اللہ) کے بعد کوئی بھی انہیں روک نہیں سکتا۔ بے شک وہ حلم اور مغفرت والا ہے۔'' (فاطر: ٤١)

گویا اللہ سبحانہ کے دو اوصاف عظمت و کبریاء کے کمال کا کوئی اندازہ نہیں کرسکتا اور نہ ہی بندے ان اوصاف کی حقیقت کا ادراک کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی تعظیم و تکبیر، اجلال و تمجید کے لائق نہیں، بندوں پر اللہ کا یہ حق واجب ہے کہ وہ اپنے دلوں، زبانوں اور اپنے اعمال کے ذریعے اللہ کی عظمت کا اعتراف کریں اور یہ اس طرح ممکن ہے کہ بندے اللہ کی معرفت اور اس کی محبت کے حصول کے لیے اپنی پوری زندگی کھپا دیں اس کے آگے اپنے آپ کو حقیر و ذلیل بنا لیں ہر وقت صرف اسی کا خوف کریں اور اپنی زبان کو ہر وقت اللہ کے ذکر و ثناء سے تر رکھیں اور اپنے دیگر اعضاء کو ہر وقت اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور اس کی عبادت

اور خدمت کرنے میں مصروف رکھیں۔

اللہ کی تعظیم کا تقاضا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے اور اس کی نافرمانی نہ کی جائے۔ اس کی یاد سے دل اور زبان معمور کیے جائیں اور اسے بھلایا نہ جائے اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے اور اس کی نعمتوں کا انکار نہ کیا جائے، اس کی تعظیم واجلال کا تقاضا ہے کہ ہم اس کے احکام کے آگے سرنگوں ہو جائیں اور اس کی شریعت ودین کو بلا چون وچرا تسلیم کر لیں اور مخلوقات میں سے کسی کو حق نہیں کہ وہ اپنے خالق ومالک کے کسی فعل یا حکم پر اعتراض کرے اس کی تعظیم کا یہ تقاضا بھی ہے کہ ہم ہر اس زمان ومکان، شخص، عمل اور ہر اس ذات کا احترام کریں جس کے احترام اور تعظیم کا اس نے حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ خالق وباری کی تعظیم واکرام ہی عبادت کی روح ہے اسی لیے نماز کی ابتداء میں اور دوران نماز ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیلی کے وقت تکبیرات مشروع کی گئی ہیں تاکہ بندہ اس عبادت کے دوران اپنے معبود کی تعظیم کا یقین اپنے دل میں زندہ رکھے چونکہ نماز ہی تمام عبادات کی اصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا﴾

”اور آپ (اے پیغمبرؐ) فرما دیں تمام تعریفات اس کے لیے جس نے نہ اولاد بنائی اور نہ اس کے ملک میں کوئی اس کا شریک ہے اور نہ اس کی کمزوری کی وجہ سے کوئی اس کا دوست ہے۔ اور آپ اس کی بڑائی بیان کریں بڑائی بیان کرنا۔“ (بنی اسرائیل: ۱۱۱)

اَلْجَلِیْلُ، اَلْجَمِیْلُ:

جلال و جمال والا ''الجلیل'' کبریائی اور عظمت کے معانی پر دلالت کرتا ہے گزشتہ صفحات میں اس کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ رہا الجمیل تو بے شک اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور اپنے اسماء وصفات میں جمیل ہے۔ اس کے تمام افعال میں جمال نمایاں ہوتا ہے۔ اس کے تمام نام حسین ہیں بلکہ وہ حسن و جمال کی انتہا پر ہیں اللہ تعالیٰ کو سب سے اچھے ناموں ہی سے پکارا جاتا ہے۔

اسماء الحسنیٰ کے تتبع اور دقیق مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ غیر اللہ کا کوئی نام جو مدح کے قابل ہو وہ اسماء حسنیٰ کو نہیں چھوتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلِلّٰهِ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾

''اور اللہ کے لیے اچھے نام ہیں۔'' (الاعراف: ١٨٠)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴾

''کیا آپ (اے پیغمبرؐ) اس (اللہ) کا کوئی ہم نام جانتے ہیں؟''

(مریم: ٦٥)

اللہ تعالیٰ کی ذات تمام اشیاء سے زیادہ اکمل واجمل ہے۔ جس طرح اس کے جلال کی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی، اسی طرح اس کے جمال کی حقیقت بھی بیان سے باہر ہے۔ حتیٰ کہ اہل جنت جب جنت کی نعمتوں، فرحتوں، سرور اور لذتوں سے سرشار ہوں گے پھر وہ جب اپنے رب کے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے تو جنت کی ساری

لذتیں وشادمانیاں بھول جائیں گے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے جلال وجمال کے نورانی جلووں میں ایسے محو ہوں گے کہ وہ تمنا کریں گے کاش! یہ نعمت دیدار ان کے لیے دائمی ہو جائے ان کے دل ہمیشہ کے لیے اپنے رب کے دیدار کی لذتوں کے متمنی رہیں گے اور وہ دیدار والے دن اتنے خوش ہوں گے کہ انہیں اپنے دل ان کے سینوں سے نکلتے ہوئے محسوس ہوں گے۔ اگرچہ ان کو یہ لذت وفرحت دنیا میں رب کی معرفت وعظمت کے نتیجے میں مل چکی ہوگی لیکن اپنے رب کے دیدار سے ان کی لذت دو آتشہ کیا صد آتشہ بڑھ جائے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنی صفات میں بھی اسی طرح جمیل ہے جس طرح وہ اپنی ذات میں جمیل ہے کیونکہ اس کی تمام صفات، اوصاف حمد وثناء ومدح ہیں اور وہ تمام صفات اپنے متعلقات ولوازمات کے اعتبار سے وسیع، عام اور اکثر ہیں۔ خصوصاً صفات رحمت، بر، احسان، جودوکرم کیونکہ یہ صفات اللہ تعالیٰ کے جمال کا مظہر ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ کے تمام افعال بھی جمیل ہیں کیونکہ وہ صفات بر واحسان پر مبنی ہوتے ہیں کہ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی جاتی ہے ان افعال کی وجہ سے اس کی ثناء کی جاتی ہے اور انہی اوصاف کی وجہ سے اس کا شکر ادا کیا جاتا ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ کے افعال صفات عدل ورحمت پر مشتمل ہوتے ہیں اور صفات عدل ورحمت اس کی حکمت اور حمد سے خالی نہیں ہوتیں اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل، ظالمانہ یا فضول نہیں ہوتا بلکہ اس کے تمام افعال بندوں کے لیے ہدایت ورحمت وعدل اور رشد کا باعث ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا بزبان ہود علیہ السلام:

﴿إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ﴾

”بے شک میرا رب سیدھے رستے پر ہے۔“ (هود:٥٦)

اللہ تعالیٰ کے سب افعال حسن و جمال کی انتہا پر ہیں اور اس کی تمام شریعت، رحمت، نور، ہدی اور جمال کی مظہر ہے دنیا و آخرت کا تمام جمال اللہ تعالیٰ کے جمال ہی کا نمونہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی مثال سب سے بلند ہے جو سب کو جمال دینے والا ہے وہ بذات خود جمال کے سب سے زیادہ لائق ہے۔

تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے جمال کو الفاظ میں بیان کرے جب کہ تمام مخلوقات میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے اللہ! ہم تیری ثناء کا شمار نہیں کر سکتے۔ تو ویسا ہی ہے جیسی ثناء تو نے خود اپنی بیان کی ہے۔“ (صحيح مسلم: ٢٢٢)

اَلْحَكَمُ الْعَدَلُ:

یعنی اللہ تعالیٰ ایسا مالک و حاکم ہے جس کا حکم دنیا و آخرت میں چلتا ہے۔

اس دنیا میں مخلوقات اللہ تعالیٰ کے تقدیری احکام سے باہر نہیں ہو سکتیں۔ بلکہ تقدیر میں جو حکم جاری ہو جائے وہ بغیر کسی اختلاف و شک کے فوراً نافذ ہو جاتا ہے، اور اللہ جو چاہے وہ ہوتا ہے اور وہ جو نہ چاہے وہ نہیں ہوتا۔ اور تمام مکلفین اللہ تعالیٰ کے احکام شرعیہ و تکلیفیہ سے باہر نہیں جا سکتے، کیونکہ وہ سب سے اچھے احکام ہیں انہی میں تمام انسانوں کی مصلحت اور کمال ہے۔

انسانوں کے لیے ان احکام کی اتباع کے بغیر کوئی دین یا نصیحت و رہنمائی مستقیم

نہیں ہو سکتی یہ احکام اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی مقرر کیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ﴾

"یقین رکھنے والی قوم کے لیے اللہ تعالیٰ کے حکم سے زیادہ اچھا کس کا حکم ہے۔" (المائدۃ: ٥٠)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا﴾

"(بقول پیغمبرؐ) کیا اللہ کے علاوہ میں کسی اور کا فیصلہ مانوں! حالانکہ اسی نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری۔" (الانعام: ١١٤)

آخرت میں بندوں پر صرف اللہ تعالیٰ کا حکم چلے گا بلکہ آخرت میں سوائے اللہ کے کسی کو حکم کرنے اور بات کرنے کی بھی جرأت نہ ہوگی۔ حتیٰ کہ تمام شفاعت اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کے ارادے کے تابع ہوگی۔ اور جب تک وہ شفاعت کا حکم نہ دے گا اس کے ہاں کوئی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔

یہ تمام احکام حکمت وعدل پر مبنی ہیں۔ وہ ایسا حاکم عادل ہے جس کی تمام خبریں سچی اور تمام اوامر ونواہی عادلانہ ہیں۔

اس کے تمام احکام اس لیے عادلانہ ہیں کیونکہ وہ سب کے سب باعث منافع اور مصالح ہیں اور یہ احکام نہ صرف عادلانہ ہیں بلکہ سراسر رحمت ہیں اور اس کی تمام نواہی سب کی سب عادلانہ اس لیے ہیں کیونکہ وہ شر اور مفاسد سے روکتی ہیں، نیز وہ رحمت وحکمت سے بھرپور ہیں۔

بندوں کو ان کے اعمال کی جزاء وسزا بھی نرا عدل ہے کسی بندے کی ایک نیکی بھی ضائع نہیں ہوگی اور نہ ہی ان کی برائیوں میں ایک برائی کا اضافہ ہوگا۔ اور ان کے کیے ہوئے جرم کے بغیر کسی کو عذاب بھی نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی﴾

''اور کوئی جان کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی۔'' (بنی اسرائیل: ۱۵)

بندوں کے درمیان اس کے تمام فیصلے عدل کے ساتھ مربوط ہیں، لہٰذا وہ کسی سے اس کا حق نہیں روکتا اور نہ ہی وہ ظالموں سے غافل ہوتا ہے اور نہ ہی وہ مظلوموں کے حقوق ضائع ہونے دیتا ہے اللہ تعالیٰ کا عدل اس کی تمام مخلوقات بشمول حیوانات (کے لیے) بھی ہے جو کہ غیر مکلّف ہیں اس لیے اس کے کمال عدل کا یہ بھی انداز ہے کہ قیامت کے دن سینگوں والی بکری سے بغیر سینگوں والی بکری کا بدلہ لیا جائے گا۔ اس کے کمال عدل کا یہ بھی انداز ہے کہ اس نے رسول مبعوث کیے جو انسانوں کو ان کے اچھے اعمال کی اچھی جزاء کی خوشخبری سناتے اور ان کے برے اعمال کی بری سزا سے ڈراتے تاکہ لوگوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی حجت ودلیل نہ رہے اور تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہمارے پاس کوئی خوشخبری سنانے والا اور کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾

''اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک ہم رسول نہ بھیجیں۔'' (الاسراء: ۱۵)

اللہ تعالیٰ کے کمال عدل کا یہ بھی انداز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے

افعال کے لیے سماعت، بصارت عقل اور قدرت عطا کی بلکہ ان کو ارادے کی قوت بھی عطا کی اور وہ جس کا ارادہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو اس پر عمل کی قوت بھی دے دی اور انہیں ان کے افعال کے لیے مجبور نہیں کیا۔

مذہب جبریہ وقدریہ کا ردّ:

اللہ تعالیٰ کا عدل وحکمت اور اس کی رحمت، مذہب جبریہ کو باطل کر دیتے ہیں۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت ومشیت اور ان صفات کے ہر چیز پر محیط ہونے حتی کہ بندوں کے افعال کا احاطہ کرنے نے، مذہب قدریہ کو باطل کر دیا جو اپنے متعلق یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اہل عدل ہیں جب کہ درحقیقت وہ اہل ظلم ہیں۔ اہل سنت کا مذہب ہی حق ہے جس پر تمام عقلی ونقلی دلائل وثبوت دلالت کرتے ہیں اور اسی مذہب پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ دلالت کرتے ہیں۔

ہم نے اس حقیقت کی تنبیہ بھی کر دی ہے کہ بندوں کے اچھے اور برے تمام افعال بندوں کے اپنے اختیار اور ارادے کے تابع ہیں، تاہم وہ اس سب کے باوجود اللہ تعالیٰ کی تقدیر وقضاء سے خارج نہیں۔

اَلْفَتَّاحُ:

الفتاح کے دو معنی ہیں ایک معنی تو فیصل ہے کہ جو لوگوں کے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اپنی شریعت ان کے درمیان نافذ کرتا ہے ان میں سے اطاعت گذاروں کو دنیا وآخرت میں ثواب دینے اور نافرمانوں کو سزا دینے کا فیصلہ کرتا ہے، جیسا کہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَ هُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ﴾

"(اے پیغمبرؐ) آپ فرما دیں ہمیں ہمارا رب اکٹھا کرے گا پھر حق کے ساتھ ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا اور وہ فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے۔"

(سباء: ٢٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ﴾

"اے ہمارے رب! تو ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سچا فیصلہ فرما اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔" (الاعراف: ٨٩)

پہلی آیت میں قیامت کے دن بندوں کے درمیان ہونے والے فیصلے کا تذکرہ ہے جب کہ سورۃ الاعراف کی آیت میں دنیاوی زندگی میں حق والوں کی مدد اور اہل باطل کی تذلیل اور ان کی سزاؤں کا تذکرہ ہے۔

② اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے لیے بھلائی کے تمام دروازے کھولنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا﴾

"اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے جو رحمت (کے دروازے) کھولتا ہے، اسے کوئی روکنے والا نہیں۔" (فاطر: ٢)

وہ اپنے بندوں کے لیے دینی ودنیوی منافع کھولتا ہے اس نے اپنے لطف وعنایت کے لیے جن کو خاص کر لیا ہے ان کے دلوں کے تالے کھولتا ہے اور ان پر ایسے معارف ربانی وحقائق ایمانی نچھاور کرتا ہے جن سے ان کے دلوں کے احوال کی اصلاح ہوتی ہے اور وہ صراط مستقیم پر قائم رہتے ہیں۔

اس صورت سے بھی زیادہ خاص یہ ہے کہ وہ اپنے ساتھ محبت کرنے والوں اور اپنی طرف بڑھنے والوں پر علوم ربانی، احوال روحانی، جلوہ ہائے نورانی اور صادق لذتیں وفرحتیں کھولتا ہے۔

وہ اپنے بندوں کے لیے رزق کے دروازے اور وسائل کے راستے بھی کھولتا ہے اور اہل تقویٰ کے لیے ایسے ایسے ارزاق واسباب مہیا کرتا ہے جن کا اندازہ انہیں نہیں ہوتا اور اہل توکل کو ان کی طلب وتمنا سے بڑھ کر عطا کرتا ہے، ان کے لیے مشکل ترین معاملات سہل ترین بنا دیتا ہے اور ان کے لیے بند دروازے کھول دیتا ہے۔

اَلرَّزَّاقُ:

جو تمام مخلوقات کے رزق کا ضامن ہے اور وہ ان تک ان کی معیشت اور ان کے رزق پہنچاتا ہے وہ ان کے احوال ومقامات سے بخوبی واقف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾

”زمین پر جتنی بھی مخلوقات ہیں سب کا رزق اللہ کے ذمے ہے اور وہ ان کے ٹھہرنے اور رہنے کی جگہ جانتا ہے، ہر چیز ایک واضح کتاب میں موجود ہے۔“

(هود: ٦)

جس کے لیے وہ چاہتا ہے رزق وسیع کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے، اس نے زمین میں اپنے سب بندوں کے لیے رزق مہیا کر دیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَنَّا صَبَبْنَا الْمَاءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْأَرْضَ شَقًّا ۝ فَأَنْبَتْنَا فِيهَا حَبًّا ۝ وَعِنَبًا وَقَضْبًا ۝ وَزَيْتُونًا وَنَخْلًا ۝ وَحَدَائِقَ غُلْبًا ۝ وَفَاكِهَةً وَأَبًّا ۝ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾

''بے شک ہم نے موسلادھار بارش برسائی، پھر ہم نے زمین کو پھاڑ دیا پھاڑنا، پس ہم نے اس میں نباتات ،انگور،تن آور درخت، زیتون ، کھجوریں، گھنے باغات، پھل اور گھاس پھونس اُگائے جو تمہارے لیے اور تمہارے چوپایوں کے لیے فائدے کی چیزیں ہیں۔'' (عبس: ۲۵ تا ۳۲)

اللہ تعالیٰ ایسا رزّاق ہے جو بہترین مومنوں کے دلوں کو علوم ومعارف اور حقائق یمانی کا رزق مہیا کرتا ہے جس سے وہ غذا حاصل کرتے ہیں پرورش پاتے ہیں اور مکمل ہو جاتے ہیں۔ وہ تمام حیوانات کو ان کے لیے مفید رزق بہم پہنچاتا ہے اور متعدد مختلف اقسام کی غذائیں فراہم کرتا ہے۔

جس سے ان کی افزائش ہوتی ہے اور ان کی شایان شان بڑھوتری ہوتی ہے، لہٰذا بندوں کو چاہیے کہ جب وہ اللہ سے رزق کا سوال کریں تو دو باتوں کو مد نظر ضرور رکھیں۔

① کہ وہ ان کو رزق حلال ورزق واسع عطا کرے۔

②اور ان کے دلوں کو علم وعرفان اور ایمان کا رزق دے۔

اور بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کا رزق مہیا ہوتا ہے۔

①ایسا رزق جس کا کوئی سبب ہوتا ہے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اکثر وبیشتر انسانوں کے لیے کھیتی باڑی، تجارت، صنعت وحرفت، مویشی پالنا ،لوگوں کی خدمت کرنا وغیرہ

وغیرہ رزق کے وسائل واسباب بنادیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ﴾

''اور ہم نے تمہارے لیے اس میں روزی کے اسباب مہیا کیے۔''

(الحجر: ۲۰)

یعنی ایسے اسباب پیدا کیے جن کے ذریعے تم رزق حاصل کرتے ہو۔

① رزق کی دوسری قسم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان کی طرف سے کسی سبب کے بغیر ہی دے دیتا ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اپنے بندوں کو مقدر خالص آسمانی رزق دیتا ہے یا کسی اور ذریعے سے کہ اس میں اس بندے کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا جس کو وہ رزق ملتا ہے کیونکہ وہ کسی سے مانگتا نہیں چونکہ مانگنا ایک پیشہ ہے نیز جس کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہوتا ہے۔ مثلاً قریبی رشتہ دار، سردارِ قبیلہ یا اس کا مالک وغیرہ۔

چنانچہ ایسے لوگوں پر خرچ کرنا انسان کی محبت ومشقت کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی بالواسطہ یا بلاواسطہ یا وہ کسی اور کے تابع فرمان ہوتا ہے۔

لیکن ہمارا مقصد یہ ہے کہ کچھ مخلوقات ایسی ہوتی ہیں جن کے پاس اپنا کچھ بھی نہیں ہوتا نہ تو وہ کوئی کام کرتے ہیں نہ محنت مشقت کرتے ہیں یا تو وہ کلی طور پر عاجز ومعذور ہوتے ہیں یا رزق کمانے میں غفلت وکوتاہی کرتے ہیں جب کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسی مخلوقات کے لیے اپنے لطف وکرم سے ایسے رزق مقرر کردیے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے رزق کے لیے محنت کی ضرورت ہی نہیں رہتی حالانکہ یہ مخلوقات

بذات خود نہ ان کے لیے سوچتی ہیں نہ انہیں رزق کے ایسے راستوں سے امید یا لالچ ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾

''اور کتنے ہی جاندار ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے اللہ ہی انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دیتا ہے۔'' (العنکبوت: ٦٠)

اللہ تعالیٰ کے الطاف رزق کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ عاجز انسان کو حصول رزق کے لیے محنت کرنے کی بجائے ایسا توکل عطا کرتا ہے جس کے ذریعے اس کو رزق فوراً مہیا کر دیتا ہے اور بعض اوقات اسے اپنی یا کسی دوسرے بندے کی دعائے مستجاب اور خاص کر اضطراری حالت میں کی ہوئی دعا کے ذریعے آسانی سے رزق مل جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾

''بھلا وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا سنتا ہے جب وہ اسے پکارے۔''

(النمل: ٦٢)

اسی طرح جب وہ خالق و مالک دیکھتا ہے کہ صرف میں ہی مجبور کی کفایت کر سکتا ہوں غیر اللہ سے وہ بالکل منقطع ہو چکا ہے تو وہ اس کی دعا فوراً قبول کرتا ہے اور اس کی پریشانی کھول دیتا ہے۔

اسی لیے جو بندہ کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے اور وہ ایسی حالت میں آجاتا ہے کہ ہر کسی سے مایوس ہو جاتا ہے اور اسے اپنی ہلاکت کا یقین ہو جاتا ہے تو ایسی حالت میں اس کے پاس اس کے رب کا رزق اس کے لطف وکرم کے ذریعے پہنچ جاتا ہے جسے وہ بخوبی پہچانتا ہے اور اسے کامل یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ موجود ہے وہ اکیلا ہی مصائب اور پریشانیاں دور کرتا ہے اس طرح کے کتنے ہی شواہد موجود ہیں جو اس شہنشاہ جود وکرم کے لطف پر دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے الطافِ رزق کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ کتنے ہی مریض ایسے ہوتے ہیں جو طویل مدت تک کھانے پینے سے محروم رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو جسمانی طاقت قائم رکھنے میں ان کی مدد کرتا ہے۔ یہ اس کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے اگر صحت مند انسان اس مدت تک بھوکا پیاسا رہتا تو وہ یقیناً مر جاتا۔

اللہ تعالیٰ کے لطائف رزق کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ وہ رحم مادر میں پلنے والے جنین کو اس کی ماں کی رگوں سے رسنے والے خون سے غذا بہم پہنچا کر اسے زندہ رکھتا ہے کیونکہ رحم مادر میں پلنے والے جنین (بچہ) کے پاس اپنے کھانے پینے کی اشیاء نہیں ہوتیں۔

اگر رحم مادر میں جنین پر غذا کا بندوبست کرنا فرض کر دیا جاتا تو رحم کے اندر اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچ جاتا بلکہ اس کی ماں کے لیے بھی مضرت رساں ہوتا کہ جو فضلات بچے کی غذا بنتے ہیں وہ اس کے اندر رک جاتے اور اس کی ہلاکت کا سبب بنتے۔

پھر جب مائیں بچوں کو جنم دیتی ہیں بچے اپنی فطری کمزوری کے سبب اپنی غذا کا بندوبست نہیں کر سکتے تو اللہ تعالیٰ اپنے لطف خاص سے اس کی ماں کے پستانوں سے شیریں اور زود ہضم دودھ کی نہر جاری کر دیتا ہے اس میں کھانے اور پینے کی دونوں

خوبیاں موجود ہوتی ہیں۔ وہ اسی دودھ پر پلتا ہے تا آنکہ وہ سخت غذا کھانے پر قادر ہو جاتا ہے۔

اسی طرح جب ولادت کے بعد بچہ بذات خود اپنی غذا کے حصول پر قادر نہیں ہوتا تو اللہ تعالیٰ انسانی اور حیوانی ماؤں کے دلوں میں اپنے بچے کے لیے اس قدر رحم، شفقت اور ممتا بھر دیتا ہے کہ وہ ہر طرح اپنے بچوں کی حفاظت کا اہتمام کرتی ہیں اور ان کو مناسب حال غذائیں اور رزق دینے میں ان کی معاونت کرتی ہیں تو اللہ تبارک وتعالیٰ کا لطف وکرم اور خبر وعلم لامحدود اور کتنا بے کنار ہے۔

انواع واقسام کا رزق اور رزق کے لیے بکثرت فنون کو کوئی شمار کرنے والا شمار نہیں کر سکتا۔ اور اس کا احاطہ کرنے کے لیے ادیبوں کو الفاظ ہی نہیں ملتے۔

اَلْوَاحِدُ الْاَحَدُ الْفَرْدُ:

وہ اللہ اپنی صفات مجد وجلال میں واحد وخالص ہے وہ صفات عظمت وکبریائی وجمال میں متوحد ویکتا ہے۔

وہ اپنی ذات میں بھی واحد ہے اور اپنے اسماء بھی واحد ہے، اس کا کوئی ہم نام نہیں اور وہ اپنی صفات میں بھی ایسا واحد ہے کہ اس کا کوئی مشابہہ ومماثل نہیں اور وہ اپنے افعال میں ایسا واحد ہے کہ کوئی اس کا شریک، معاون یا اس کا ساجھی نہیں۔ وہ اپنی الوہیت میں ایسا واحد ہے کہ اس کی محبت وتعظیم میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی عبادت اور خدمت میں اس کا کوئی مشابہہ نہیں اور اس کے خالص دین میں اس کا کوئی شریک نہیں اور اس ذات کی صفات اور محاسن اتنے عظیم ہیں حتی کہ وہ ہر کمال میں متفرد ہے۔

تمام مخلوقات اس کی صفات کا احاطہ کرنے سے معذور ہیں یا اس کے محاسن وافعال میں کسی ذرے کا ادراک بھی مخلوقات کے بس کی بات نہیں۔

تو اس کی صفات واسماء کا مخلوقات میں سے کوئی مماثل یا مشابہہ کیسے ہوسکتا ہے؟

گویا اللہ تعالیٰ کی احدیت تین عظیم امور پر دلالت کرتی ہے۔

① ہر طرح اور ہر پہلو سے مثل، ند، کفو کی نفی۔

② جلال وجمال کی تمام صفات کمال کا اثبات حتی کہ جلال وجمال پر دلالت کرنے والی کسی صفت سے وہ خالی نہیں۔

③ اس اللہ کے لیے تمام صفات کی عظمت، کمال اور انتہا خاص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی﴾

''اور بے شک سب کی انتہا بھی تیرے رب کی طرف ہے۔'' (النجم: ۴۲)

اَلصَّمَدُ:

ایسا عظیم سردار جو اپنے علم، اپنی حکمت، اپنے حلم، اپنی قدرت، اپنی عزت بلکہ اپنی تمام صفات جلال وجمال وکبریائی میں مکمل ہے۔ اس کی تمام صفات واسع وعظیم ہیں۔ اس کی طرف تمام مخلوقات جھکتی ہیں اور کائنات کا ذرہ ذرہ اپنے تمام معاملات میں اسی کا قصد کرتا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی رب ہے ہی نہیں اور نہ مخلوقات کا ایسا کوئی مقصود اس کے سوا ہے جس کی طرف اپنے تمام دینی ودنیوی امور کی اصلاح کے لیے پناہ حاصل کرتی ہیں لہٰذا تمام مخلوقات اسی ذات کا قصد کرتی ہیں۔

تمام مخلوقات مصائب ومشکلات میں اس کا قصد کرتی ہیں اور جب شدائد اور

سختیاں ان پر چھا جاتے ہیں تو مخلوقات اسی کی طرف تضرع والتجا کرتی ہیں۔ جب انہیں مشقتوں اور غموں کے بادل ڈھانپ لیتے ہیں تو اسی کے آگے فریاد کرتی ہیں۔ کیونکہ مخلوقات کو علم ہے کہ اسی خالق حقیقی کے پاس ان کی حاجت برآری ہو سکتی ہے اور وہی اپنے کمال علم ووسعت رحمت وشفقت اور کمال لطف وکرم سے ان کی پریشانیاں دور کر سکتا ہے وہ اپنی عظیم قدرت وعزت وسلطنت کی وجہ سے تمام مخلوقات کی فریاد رسی کر سکتا ہے۔

اَلْغَنِیُّ، اَلْمُغْنِیُّ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ وَاللّٰہُ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ﴾

''اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اور اللہ تو غنی وتعریف کے لائق ہے۔''

(فاطر: ۱۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنَّہٗ ھُوَ اَغْنٰی وَاَقْنٰی﴾

''اور بے شک وہی غنی کرتا اور سرمایہ دار بناتا ہے۔'' (النجم: ٤٨)

جس کے لیے اس کی ذات کے کمال اور اس کمال کی وجہ سے اس کی صفات تمام وجوہ اور کل پہلوؤں سے مکمل ومطلق غنا کا مجموعہ ہیں۔ کسی بھی طرح اس کی طرف نقص نہیں کیا جا سکتا۔ اور غنا اللہ کی ذات کا لازمہ ہے اسی لیے غنا کے بغیر اللہ ہونا ناممکن ہے۔ تو جس طرح وہی خالق ورازق ومحسن ورحیم ہے اسی طرح وہ مخلوقات سے غنی ہے وہ کسی بھی طرح ان کا محتاج نہیں اور وہ تمام مخلوقات اللہ کی محتاج نہ ہوں یہ

ناممکن ہے وہ ہر پہلو سے اس کی محتاج ہیں وہ سب اللہ کے احسان وکرم اس کی تدبیر وتربیت عامہ وخاصہ سے پلک جھپکنے تک مستغنی نہیں ہو سکتے۔

اس کے کمال غنا کا ایک نمونہ یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانے اس کے ہاتھ میں ہیں اور شب وروز مخلوقات پر اس کی جود وسخاوت کے دریا بہہ رہے ہیں اور اس کے دونوں ہاتھ ہر وقت کشادہ ہیں۔

اس کے کمال غنا کا ایک نمونہ یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ہر وقت اس سے مانگنے کی دعوت دیتا ہے۔اور ایسی صورت میں ان کی طلب پوری کرنے کا ان سے وعدہ کرتا ہے وہ ان کو اپنی عبادت کا حکم دیتا ہے اور اس کی قبولیت اور ثواب کا ان سے وعدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وہ سب کچھ دیتا ہے وہ جو کچھ اس سے مانگتے ہیں اور وہ جس چیز کا ارادہ اور تمنا کرتے ہیں وہ انہیں عطا کرتا ہے۔

اس کے کمال غنا کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین میں بسنے والے اول وآخر سب ایک ہی سرزمین پر جمع ہو جائیں اور وہ اپنے سارے مطالبے اللہ کے آگے رکھیں اور وہ انہیں ان کی مانگ کے مطابق دے دے تو اس کے خزانوں سے اتنا ہی کم ہوگا جتنا سمندر میں سوئی ڈبو کر نکالنے سے ہوتا ہے۔

اس کے کمال غنا کا ایک نمونہ یہ بھی ہے اور یہ کتنا عظیم نمونہ ہے جس کی مقدار کا کوئی اندازہ نہیں کر سکتا اور نہ اس کا الفاظ میں بیان ہو سکتا ہے کہ وہ اہل جنت پر کبھی نہ ختم ہونے والی جو لذتیں اور ہمیشہ جاری رہنے والی تکریمات اور انواع واقسام کی نعمتیں (ابدالآباد) کے لیے جاری رکھے گا وہ ایسی نعمتیں ہیں کہ جو کسی آنکھ نے دیکھی نہیں کسی کان نے سنی نہیں اور نہ ہی کسی دل پر ان کا خیال گزرا ہے۔

وہ اپنی ذات میں بھی غنی ہے اپنی تمام مخلوقات کو بھی غنا عطا کرتا ہے اس نے اپنے بندوں کو وسیع وعریض اور انواع واقسام کے رزق دے کر اور پے در پے ان کو نعمتیں مہیا کر کے غنی کر دیا جن کی گنتی وشمار ناممکن ہے۔ نیز اس نے اپنے بندوں کو ایسے اسباب بھی مہیا کر دیے جو انہیں غنا تک لے جانے والے ہیں۔

اور ان نمونوں سے زیادہ خاص نمونہ یہ ہے کہ اس نے اپنے خاص بندوں کے دلوں پر علوم ومعارف ربانیہ کے دریا بہا دیے اور حقائق ایمانیہ سے انہیں لبریز کر دیا حتیٰ کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہی معلق ہو گئے۔ اور وہ کسی غیر کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوتے اور یہی وہ غنا عالی ہے جس کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''غنا تو دل کے غنی ہونے سے آتا ہے۔''[1]

جونہی دل اللہ کی توفیق اور اس میں جو معارف وحقائق ایمانی ہوں، سے غنی ہوتا ہے اور اللہ کے دیے ہوئے رزق پر قناعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے سے خوش ہوتا ہے تو وہ بندہ جو اس حالت تک پہنچتا ہے اس قدر اس پر رشک کیا جاتا ہے کہ اتنا رشک بادشاہوں اور سرداروں پر بھی نہیں کیا جاتا۔

کیونکہ اسے ایسی غنا حاصل ہوئی جس کے بدل کی اسے حاجت نہیں اور ایسی غنا پر دل مطمئن ہوتا ہے اور روحانی ونفسانی خوشی ہوتی ہے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ ہمارے دلوں کو ہدایت، نور، معرفت اور قناعت میں غنی کر دے اور وہ ہمیں اپنے وسیع فضل وجلال سے کچھ مزید دیدے۔

---

[1] بخاری: حدیث نمبر ٦٤٤٦ مسلم: ١٠٥١۔

ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام:

یہ نام مبارک قرآن کریم میں متعدد مقامات پر اکٹھا ہی آیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تم یَا ذَالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام کے الفاظ کہا کرو۔''①

رب تعالیٰ کے یہ دونوں عظیم اوصاف اس کے کمال عظمت، کبریائی، بزرگی اور ہیبت پر دلالت کرتے ہیں، نیز وسعت اوصاف وہبہ وعطایا کی کثرت پر بھی دال ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے جلال وجمال پر بھی دلالت کرتے ہیں۔

یہ دونوں اوصافِ الٰہی بندوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ ان کے لیے اللہ ہی سب سے بڑا محبوب، سب سے بڑا بزرگ سب سے زیادہ تعریف کے لائق اور سب سے زیادہ اس کے لیے خشوع وخضوع ہو اور سب سے زیادہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کیا جائے تاکہ دل اس کی ہیبت، تعظیم، اجلال، محبت اور اس کی ملاقات کے شوق سے بھر جائیں۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ:

آسمانوں اور زمین کو پیشگی مثال کے بغیر پیدا کرنے والا۔

وہی ان کا خالق ہے پہلی بار سب سے عمدہ تخلیق اور نظام محکم ومرتب کرنے والا وہی ہے بلکہ اسی نے آسمانوں اور زمین کو بالکل نئی ہیئت اور اوصاف دیے ان میں تمام اوصاف حسن اور کمال حکمت کی انتہا ملتی ہے۔

① اسے احمد نے روایت کیا: ۴/۱۷۷؛ ترمذی: حدیث نمبر ۳۵۲۵ اسے البانی رحمہ اللہ نے سلسلہ صحیحہ میں صحیح کہا دیکھو: ۱۵۳۶۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی ان دونوں تخلیقات (آسمان وزمین) میں اپنی صناعی کے الطاف، اپنی قدرت کے عجائب اور اپنی مخلوقات کے ان گنت رموز رکھے جو اپنے خالق کی کمال حکمت کے گواہ ہیں بلکہ وہ اس کی وسعت حمد، وسعت علم، اس کے کرم کی لطافت اور اس کی دقت خبر کے عظیم مظہر ہیں۔

الرب ورب العالمین:

پالنے والا اور تمام جہانوں کا رب۔

جو اپنی نعمتوں کے ذریعے تمام مخلوقات کی پرورش کرتا ہے اور ہر اس کمال کے ذریعے اسے وجود بخشتا ہے جو اس کے لائق تھا۔اور جس چیز کی وہ محتاج تھی اللہ تعالیٰ نے وہ مہیا کر دی۔ پھر ہر مخلوق جس مقصد کے لیے پیدا کی اس طرح کی اسے ہدایت دی اس اللہ نے اپنے بندوں پر اپنی نعمتوں کی بوچھاڑ کر دی اور کامل ترین تربیت کے ساتھ ان کی پرورش ونشوونما کی اور ان کو غذا پہنچائی۔

اللہ تعالیٰ کی تربیت اور پرورش دو طرح کی ہوتی ہے:

عمومی پرورش وتربیت:

جو تمام نیک و بد مخلوقات کے لیے عام ہے۔اللہ تعالیٰ ہی تمام مخلوقات کا خالق، رازق، مدبر اور منعم عَلَيْهَا ہے۔ان صفات میں سے کسی صفت میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔

خصوصی پرورش وتربیت:

جو اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لیے خاص ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی پرورش کی اور انہیں اپنے ساتھ ایمان لانے اور اپنی عبودیت پر قائم رہنے کی توفیق دی اور اس نے اپنی

معرفت کی غذا انہیں بہم پہنچائی اور انہیں اپنی طرف رجوع کے ذریعے اس معرفت کی نشوونما کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں کفروشرک کے اندھیروں سے نکال کر اسلام وتوحید کی روشنی کی طرف لایا۔ اور آخرت میں آسانیوں والے گھر کی راہ ان کو میسر کر دی اور مشکلات والے گھر کی راہ سے ان کو دور کر دیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں ہر نیکی کے لیے سہولت بہم پہنچائی اور ہر برائی سے ان کو محفوظ کر دیا۔

اسی لیے انبیاء، داناؤں اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی وہ دعائیں جو قرآن میں مذکور ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت سے شروع ہوتی ہیں تاکہ پتہ چل سکے کہ ان کے دل اور ذہن میں رب کا نام راسخ تھا اور اللہ تعالیٰ کا ان سے یہی مطالبہ تھا کہ وہ اس خاص تربیت کے اوپر عمل کریں آپ کو قرآن میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کی خصوصی دعائیں اسی انداز میں ملیں گی۔

اللہ تعالیٰ سے مانگتے وقت قلب وذہن میں اس مفہوم کو حاضر کرنا مطلب برآری کے لیے نہایت مجرب ونافع نسخہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص اسماء اس اسلوب پر بھی ہیں۔

اَلْمُعز المذل، الخافض الرافع، المعطی المانع، المحیی الممیت، القابض الباسط:

ایسے اسمائے الٰہیہ جوڑا جوڑا اور ایک دوسرے کے برعکس ہیں ان اسماء میں سے کوئی اسم اپنے مدمقابل اسم کے بغیر سمجھا نہیں جا سکتا۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے ان ناموں میں سے ہر اسم کا کمال مطلق اس کے قریبی اسم سے ظاہر ہوتا ہے اور قرآن کریم میں یہ اسماء اللہ تعالیٰ کے افعال کے ذکر کے ساتھ بطور

اخبار وارد ہوئے ہیں کیونکہ ان میں ربوبیت کا مفہوم پایا جاتا ہے، نیز ملکیت کا مفہوم بھی پایا جاتا ہے اور الرب اور الملک اللہ تعالیٰ کے جامع اسماء ہیں جن میں یہ عظیم معانی ومفاہیم پائے جاتے ہیں مثلاً "اَلْمَلِکُ" کی صفات یہی ہوتی ہیں کہ وہ عزت دیتا ہے اور ذلت دیتا ہے، عطا کرتا ہے اور روک لیتا ہے، وہ پست کرتا ہے اور رفعتیں دیتا ہے، جس طرح اس کا علم، حکمت ورحمت ہوتے ہیں اسی طرح وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور مخلوقات پر گردش ایام جاری رکھتا ہے۔

اَلْوَدُوْدُ:

وہ صفات جمیلہ، نعم واسعہ لطف وکرم خفی وجلی کے ذریعے اپنی مخلوقات کا محبوب ہوتا ہے الودود بمعنی حبیب اور بمعنی محبوب کے ہے۔ یعنی وہ اپنے اولیاء واصفیاء سے محبت کرتا ہے اور اس کے خاص بندے اپنے اللہ سے محبت کرتے ہیں۔ وہی اللہ ہے جس نے اپنے بندوں سے محبت کی اور ان کے دلوں میں محبت کا جذبہ راسخ کیا، جب بندوں نے اللہ سے محبت کی تو جواباً اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے دوسری بار نئی محبت کی جو ان کی اپنے اللہ سے محبت کی جزا ہے۔

تمام فضل کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے وہی تو ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے محبت کا ہر سبب پیدا کیا جس کے باعث وہ ان کے دلوں کو اپنی محبت کی طرف کھینچتا ہے اور بندوں کے دل اس کی محبت کے شوق میں غوطہ زن رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی عظیم ووسیع وجمیل نعم وصفات کے ذکر کی وجہ سے بندوں سے محبت کرتا ہے، یہ نعمتیں قلوب سلیمہ ومستقیمہ کو اللہ تعالیٰ کی محبت کی طرف کھینچتی ہیں، چونکہ صحیح قلوب وارواح کمال محبت پر پیدا ہوئے ہیں۔

کمال تام و مطلق صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے تو اللہ تعالیٰ کی ہر صفت میں عبودیت کی خاصیت پائی جاتی ہے اور دل اپنے مولیٰ کی طرف کھنچے رہتے ہیں، پھر اللہ تعالیٰ اپنے عظیم بندوں سے محبت کرتا ہے جن نعمتوں کے باعث اس نے اپنے بندوں کو وجود بخشا انہی نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ انہیں زندگی اور ایک عرصہ تک اس دار فانی میں انہیں رہنے کی مہلت دی انہی نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اصلاح احوال کی اور انہی کے ذریعے اس نے بندوں کے تمام امور مکمل کیے اور انہی کے ذریعے اس نے اپنے بندوں کی تمام ضروریات، احتیاجات اور کمالیات مکمل کیں انہیں نعمتوں کے ذریعے اس نے اپنے بندوں کو ایمان واسلام کی ہدایت دی اور انہی نعمتوں کے ذریعے اس نے اپنے بندوں کو حقائق احسان سے آگاہ کیا۔ انہی کے ذریعے وہ انہیں معاملات میں سہولیات دیتا ہے اور انہی نعمتوں کے ذریعے وہ اپنے بندوں کے غموم دور کرتا ہے اور مشقتیں مٹاتا ہے اور انہی نعمتوں کے ذریعے اس نے اپنے بندوں کے لیے شریعتیں مقرر کیں اس نے ان کے لیے انہیں آسان بنایا اور ان سے مشقت وکلفت کو دور کر دیا اور انہی نعمتوں کے ذریعے اس نے انہیں صراط مستقیم کی وضاحت کی۔

نیز ایسے اقوال واعمال بتائے جو انہیں صراط مستقیم تک لے جانے کا سبب بنتے ہیں، انہی نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی راہ پر چلنے کے لیے آسانیاں عطا کیں بلکہ اس کے لیے ان کی شرعاً وقدراً مدد کی۔ انہی نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان سے تمام قابل نفرت اور ضرر رساں اشیاء کو دور کر دیا، نیز ان کو ہر طرح کے منافع اور سہولیات عطا کیں اور انہی نعمتوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے لطف وکرم کی

ایسی بارش کی جن میں سے کچھ کا مشاہدہ وہ خود کرتے ہیں اور جو مخفی ہوتے ہیں وہ ظاہر وجلی سے بہت کثیر ہیں۔

مخلوقات میں قلوب وارواح وابدان کی جتنی بھی داخلی وخارجی وظاہری وباطنی محبوب اشیاء ہیں۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کے کرم وجود کا ثمرہ ہیں وہ انہیں نعمتوں کی وجہ سے اپنے بندوں کے لیے محبوب ہے۔

چونکہ دل اپنے ساتھ احسان کرنے والے کی محبت پر پیدا کیے گئے ہیں تو پھر اس احسان سے بڑھ کر کون سا احسان ہے کہ جس احسان کی اجناس کا شمار ہی ناممکن ہے تو اس کی انواع کا شمار کیسے ہوگا؟ اور اس کے افراد کا شمار کیسے ہوگا اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا تقاضا ہے کہ بندوں کے دل اس کی مودّت، اس کی حمد وشکر اور اس کی ثناء سے لبریز ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کی اپنے بندے سے محبت کا ایک نمونہ یہ بھی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے بغاوت کر دیتا ہے، اس کی حرام کردہ اشیاء کے ارتکاب کی جرأت کر لیتا ہے اور واجبات کی ادائیگی سے قاصر رہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس کی پردہ پوشی کرتا ہے اس سے برد باری کرتا ہے اور اس پر مزید نعمتیں بھیجتا ہے اور اس سے اپنی کوئی نعمت کم کرتا یا ہٹاتا نہیں پھر اللہ اپنے بندوں کو تذکیر ووعظ وارشاد جیسے اسباب کے لیے ہوشیار کرتا ہے جو اس کے لیے نفع کا باعث ہوتے ہیں، پس وہ اپنے اللہ کے آگے توبہ کرتے ہیں اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تب اللہ تعالیٰ ان کے گزشتہ جرائم معاف کر دیتا ہے اور ان کے سابقہ کبیرہ گناہ مٹا دیتا ہے۔

اس کی طرف اپنی خالص محبت لوٹاتا ہے اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے شاید یہی راز ہے

"الودود" کو "الغفور" کے ساتھ اکٹھا ذکر کرنے میں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ﴾

"اور وہ بخشنے والا محبت کرنے والا ہے۔" (البروج: ١٤)

توبہ کرنے والوں کے لیے اس کی کمال محبت کا ایک نمونہ یہ ہے کہ وہ ان کی توبہ سے خوش ہوتا ہے بلکہ اسے بہت زیادہ فرحت حاصل ہوتی ہے بلکہ اتنی زیادہ کہ جتنا سوچا جا سکے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ان کے والدین اور ان کی اولاد سے زیادہ رحم کرتا ہے بلکہ سب لوگوں سے زیادہ رحم کرتا ہے، نیز اپنے دوستوں سے جو اس کے ساتھ محبت کرتا ہے اسے اپنی معیت میں لے لیتا ہے اور وہ ان کی حرکات وسکنات کو سیدھا رکھتا ہے اور انہیں اپنے ہاں مستجاب الدعوات اور باوقار بنا دیتا ہے۔

جیسا کہ حدیث قدسی ہے:

"بندہ ہمیشہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنے کی کوشش میں لگا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کے ساتھ محبت کرنے لگ جاتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ طلب کرے تو میں اسے ضرور پناہ دیتا ہوں اور میں اپنے کرنے والے کاموں میں سے کسی کام میں اتنا متردد نہیں ہوتا جتنا متردد اپنے مومن بندے کی روح قبض

کرتے وقت ہوتا ہوں۔ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے ساتھ بدسلوکی کو ناپسند کرتا ہوں۔''①

اللہ تعالیٰ کی اپنے اولیاء اور اصفیاء سے محبت کا اندازہ کسی دل میں نہیں سما سکتا اور نہ قلمیں اس کو شمار کر سکتی ہیں۔ جہاں تک اس کے اولیاء کی اس کے ساتھ محبت کا تعلق ہے تو وہ ان کی روح اور راحت ہے اور وہ ان کے لیے باعث حیات وسرور ہے اسی محبت میں ان کی فلاح وسعادت پوشیدہ ہے۔ اسی محبت کے بل بوتے پر وہ اپنے اللہ کی خدمت پر قائم ہیں اور اسی محبت کی وجہ سے وہ اس کی تعریفات اور شکر گزاری کرتے ہیں۔

اسی محبت کی وجہ سے ان کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہتی ہیں اور ان کے اعضا ان کے الٰہ کی خدمت کے لیے ہر وقت ہشاش بشاش رہتے ہیں اور اسی محبت کے سہارے وہ اپنی ذمہ داریوں سے حسن وخوبی عہدہ برآ ہوتے ہیں اور اسی محبت کی وجہ سے ان کے دل غیر اللہ سے تعلق وخوف وامید سے رکے ہوتے ہیں اور ان کے اعضاء اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے اور ان کی ساری دینی اور طبعی محبتیں اسی ایک محبت کے تابع ہیں۔

① دینی محبتوں کی مثال یوں ہے کہ جب انہوں نے اپنے رب سے محبت کی تو اس کے انبیاء ورسل اور اس کے اولیاء سے بھی محبت کی اور وہ ہر اس عمل سے محبت کرتے ہیں جو انہیں اللہ کے قریب لے جانے کا باعث ہو اور وہ ہر اس زمان ومکان اور عمل اور عمل کرنے والوں سے محبت کرتے ہیں جن کے ساتھ اللہ محبت کرتا ہے۔

① صحيح بخاري: حديث نمبر ٦٥٠٢.

② طبعی محبتوں کی مثال یہ ہے کہ وہ اپنی کھانے پینے اور پہننے کی خواہشات کی تکمیل اللہ کی محبت کے تابع رہ کر کرتے ہیں حالانکہ نفس ان طبعی محبتوں کی تعمیل پر اکساتا ہے، لیکن اللہ کے مقرب بندے ان سب طبعی محبتوں کو اللہ کی محبت کے حصول کا ذریعہ اور معاون بناتے ہیں۔

نیز انہوں نے اپنی طبعی محبتوں کے ذریعے یہ مقصد اعلیٰ بنایا تو اس کی وجہ سے انہوں نے مطلق اوامر کی اتباع کو اپنا وطیرہ بنایا مثلاً:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا﴾

''تم کھاؤ اور پیو۔'' (الاعراف:۳۱)

دیگر اوامر و ترغیبات جو مباحات اور سہولیات کی متعلقات ہیں تو اتباع اوامر اس محبت کا سبب بنا اور اصل مقصد اور غرض وغایت ان اعمال کے ذریعے اپنے رب کی محبت کے حصول میں معاونت طلب کرنا ہے، اس طریقے سے ان کی عادات بھی ان کی عبادات بن گئیں اور ان کے سارے اوقات اپنے محبوب کے تقرب کے حصول کے لیے مصروف ہو گئے۔

تو یہ تمام جمیل وجلیل علامات اس محبت عظیمہ کی علامت ہیں جس کے ذریعے ان کے محبوب نے ان پر احسان کیا اور یہ امور اسی قدر قوی ہوں گے جس قدر دلوں میں اللہ کی محبت ہو گی جو کہ روح ایمانی ہے اور حقیقت توحید اور حقیقی خدمت اور تقرب کی بنیاد ہے۔

جس طرح اللہ کی ذات واوصاف میں اس کا کوئی مثیل نہیں اسی طرح اس کے

اولیاء کے دلوں میں محبت الٰہی کا بھی کوئی مثیل نہیں اور نہ ہی اس محبت کے اسباب وغایات کی کوئی مثال ہے اور نہ اس کی مقدار اور اس کی علامت کے کوئی مشابہہ ہے اور نہ اس محبت کی لذت وسرور کا کوئی ثانی ہے اور نہ اس محبت کی بقاء اور دوام جیسی کوئی محبت ہے اور نہ ہی ہر قسم کے میل کچیل اور گرد وغبار سے سلامتی میں اس محبت جیسا کوئی اور عمل ہے۔

اَلْحَلِيمُ، اَلصَّبُوْرُ، اَلشَّاكِرُ، اَلشَّكُوْرُ:

بردبار، بہت صبر کرنے والا، قدر دان اور بہت زیادہ قدر کرنے والا۔

صحیح حدیث میں ہے:

''اللہ سے بڑھ کر کوئی صبر کرنے والا نہیں لوگ اس کی اولاد بناتے ہیں اور وہ انہیں معاف کر کے رزق دیتا ہے۔'' (1)

نافرمانوں کی نافرمانی دیکھ کر اور اعلان جنگ کرنے والوں کا اعلان سن کر اللہ تعالیٰ کا صبر، اس کی بے مثل قوت اور اقتدار کا مظہر ہے، یہی صبر کامل ہے جس کو دیکھ کر لوگ اس کی نافرمانی کر کے اسے غصہ دلاتے ہیں حالانکہ وہ اس کے محتاج ہیں اور وہ نعمتوں کے ذریعے ان سے اپنی محبت کا اظہار کرتا ہے۔ جبکہ وہ کمال کا غنی ہے وہ کمال کی بردباری کرتا ہے اور لوگوں کی لغزشوں اور کثرت سے ان کی خطاؤں پر پردہ ڈالتا ہے۔ لیکن وہ بدستور سرکشی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ تاہم ان کے یہ چالے اور کرتوت اللہ تعالیٰ کے حلم وکرم میں اضافہ ہی کرتے ہیں۔

(1) صحيح مسلم: ٢٨٠٤.

اللہ تعالیٰ کے حلم کا ایک نمونہ یہ ہے کہ بندے اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے حلم کے پردے لٹکا رکھے ہیں۔ جب کوئی بندہ توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے تو ایسا ہو جاتا ہے گویا اس سے جرم سرزد ہی نہیں ہوا۔

اپنے کمال حلم وصبر کے اظہار کے لیے اللہ تعالیٰ لوگوں کی قدر کرتا ہے جو ان کی بے شمار خطاؤں کو معاف کرتا ہے اور تھوڑا سا عمل صالح بھی قبول کرتا ہے، جب بندہ اپنے اعمال میں اخلاص پیدا کر لے تو بغیر حساب و کتاب اسے بڑھا چڑھا کر اجر دیتا ہے اور تھوڑا عمل زیادہ بنا دیتا ہے، چھوٹا عمل بڑا بنا دیتا ہے۔ اس کا بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے اگر کچھ مشقتیں وکلفتیں اٹھالے تو اللہ اس بندے کی بڑی قدر کرتا ہے اور اس کی مدد کے لیے آجاتا ہے اور اس کو اپنی معیت میں کر لیتا ہے جس سے وہ مشقتیں وکلفتیں سہولیات میں تبدیل ہو جاتی ہیں اور اس کے وہ مصائب راحتوں سے بدل جاتے ہیں۔

اَلرَّقِیْبُ:

یعنی جو دلوں کے بھید جانتا ہے۔

تمام جہانوں کے اسرار ورموز اسے معلوم ہیں۔ وہ دائمی طور پر بندوں کے اعمال کا نگران ہے اس نے ہر چیز کو شمار کیا ہوا ہے اور اس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اگرچہ اشیاء کتنی ہی باریک کیوں نہ ہوں اس سے کچھ مخفی نہیں وہ پاکیزہ ارادوں اور فاسد نیتوں کو جانتا ہے۔

جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے اسم ''الرقیب'' سے کی وہ اسے اس مقام کا وارث بنائے گا جو تمام مقامات پر غالب ہے اور یہ مقام بندے کی تمام حرکات

وسکنات میں مراقبت الٰہی ہے۔ کیونکہ جس کو یہ یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ اس کی قلبی وعضوی حرکات اور سری وجہری الفاظ پر نگران ہے۔ اور اس کا یہ علم دائمی ہے تو اس بندے کو اس کے اس یقین کا ثمرہ یہ مقام جلیل ملنا ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت عظیمہ سے یہ بہت بڑا راز ہے۔

تم ذرا فکر وتدبر کرو اس علم ویقین کے عظیم ثمرات اور فوائد کتنے ہیں اور اللہ تعالیٰ ظاہری وباطنی معاملات کی اصلاح کس قدر کرتا ہے۔

اَلْقَرِیْبُ الْمُجِیبُ:

اللہ تعالیٰ سب کے قریب ہے اور وہ ہر انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب دو طرح کا ہے:

قرب عام:

وہ اپنے علم، اپنی خبر، اپنے مشاہدے اور اپنے احاطے کے لحاظ سے ہر ایک بندے کے، اس کی جان سے زیادہ قریب ہے۔

قرب خاص:

وہ اپنی عبادت کرنے والوں، اپنے دین کی طرف دعوت دینے والوں اور اپنے ساتھ محبت کرنے والوں کو قرب خاص عطا کرتا ہے۔

اس قرب کی حقیقت بیان نہیں کی جا سکتی بلکہ صرف اس کے بندے پر لطف وکرم، بندے کے لیے اس کے اہتمام وتوفیق اور اسے صراط مستقیم پر رکھنے کی علامات سے اس قرب کا علم ہوتا ہے اس حالت قرب میں حضوریٔ دل ضروری ہے۔ اس قرب کی

علامات سے یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو پکارنے والوں کی پکار سنتا ہے۔ جواب دیتا ہے اور اپنی عبادت کرنے والوں کو ثواب دیتا ہے۔

اور قریب کے ساتھ مجیب کا قرینہ کتنا خوبصورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا سَأَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ﴾

"اور (اے پیغمبرؐ) جب میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو (آپ فرما دیں) بے شک میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار قبول کرتا ہوں۔" (البقرة: ١٨٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾

"اور تیرے رب نے کہا تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار سنتا ہوں اور جواب دیتا ہوں۔" (المؤمن: ٦٠)

لہٰذا وہ اللہ ایسا ہے کہ ہر حال میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہے اور جواب دیتا ہے، وہ کوئی بھی ہو اور کہیں بھی ہو خواہ کسی بھی حال پر ہو اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرتا ہے جیسا کہ آیت بالا میں اس نے مطلق وعدہ کیا کوئی شرط نہیں لگائی۔

بہر حال وہ اپنے خاص بندوں کو خصوصی جواب بھی دیتا ہے جو اس کی دعوت کو قبول کرتے ہیں، اس کی اطاعت کرتے ہیں، اس کی شریعت کی پابندی کرتے ہیں، اسی لیے سورۂ بقرہ کی آیت ١٨٦ کے آخر میں ﴿فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ﴾ کی شرط لگائی کہ انہیں چاہیے کہ وہ میری دعوت قبول کریں اور انہیں میرے ساتھ ایمان لانا

چاہیے، یعنی جب وہ میرے دین کی دعوت قبول کریں گے تو میں ان کی پکار کا جواب دوں گا۔

گزشتہ صفحات میں حدیث قدسی گزر چکی ہے کہ اپنے رب سے محبت کرنے والا اور اس کی دعوت قبول کرنے والا بندہ فرائض کی ادائیگی کے بعد نوافل ادا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں اسے ضرور عطا کروں گا اور اگر وہ مجھ سے پناہ طلب کرے تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔''

اللہ تعالیٰ بے قراروں کی دعا خصوصی طور پر سنتا اور قبول کرتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا: «اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ» جب بے قرار اسے پکارتا ہے تو کون اسے جواب دیتا ہے۔

اسی طرح جو بندہ مخلوقات سے اپنی امیدیں منقطع کر دے اور اپنی طمع اور تعلق اللہ کے ساتھ مضبوط کر لے تو ایسے بندے کی پکار کا جواب بہت جلد ملتا ہے۔ جوں جوں بندے کی حاجت مضبوط ہوتی جائے اور اپنے رب کے ساتھ طمع مضبوط ہوتی جاتی ہے، تو اسی انداز سے اس کی پکار جلد اور ضرور سنی جاتی ہے۔

اَلْحَسِيْبُ، اَلْكَافِيْ، اَلْحَفِيْظُ:

یعنی وہ اپنے سب بندوں کو کافی ہے اور وہ اپنے بندوں کے اعمال کا نگہبان ہے اور بندے جوں جوں اس اللہ کے محتاج ہوتے رہتے ہیں، وہ انہیں کافی ہوتا رہتا ہے اور بندے جس چیز سے نفرت کرتے ہوں اللہ اسے ان سے دور کر دیتا ہے، تو اس کی کفایت عام بھی ہے اور خاص بھی ہے۔

کفایت عامہ:

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے لیے کافی ہے۔ اسی نے ان کو وجود عطا کیا، انہیں رزق دیا ان کی مدد کی اور وہ جس مقصد کے لیے پیدا کیے گئے وہ ان کی اس پر بھرپور معاونت کرتا ہے اور اللہ نے اپنے بندوں کے لیے سب اسباب مہیا کیے وہ انہیں غیر اللہ سے غنی کر دیتا ہے وہ ان کی حفاظت کرتا ہے انہیں کھلاتا اور پلاتا ہے۔

کفایت خاصہ:

یہ کفایت اہل توکل کے لیے خاص ہے اور اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے متقی بندوں کے احوال کی اصلاح کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾

''اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اسے کافی ہو جاتا ہے۔'' (الطلاق: ۳)

یعنی تمام دینی و دنیوی امور میں وہ اسے کافی ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں۔'' (الزمر: ۳۶)

یعنی جو شخص ظاہری و باطنی طور پر اللہ کی عبودیت پر قائم رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں اسے کافی ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس کے مصلحت کے کاموں کو پورا کرے گا اور اس کے سارے معاملات اس کے لیے آسان کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا﴾

"اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ (ہر تنگی سے) اسے نکالتا ہے۔" (الطلاق: ۲)

یعنی تمام مکروہات و مصائب اور تنگیوں سے اسے نجات دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

"اور اسے وہاں سے رزق دیتا ہے جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔" (الطلاق: ۳)

جب بندہ اپنے رب پر کماحقہ توکل کرے اس طرح کہ وہ اپنے نقصانات سے بچنے اور اپنی مصلحتوں کے حصول کے لیے دل سے اپنے رب پر مضبوط و مکمل اعتماد کرے اور اپنے رب پر اس کا بھروسہ نہایت قوی ہو جائے اور وہ اپنے رب کے ساتھ حسن ظن رکھے تب اسے مکمل کفایت مل جائے گی اور اللہ تعالیٰ اس کے اقوال وافعال میں کافی ہو جائے گا، انہیں مستقیم رکھے گا اور اس کی پریشانیوں میں اسے کافی ہوگا اور اس کے غم دور کر دے گا۔

اور الحسیب کا معنی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے تمام اعمال میں ان کا نگران ہوتا ہے۔ وہ عمل کر کے بھول جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں شمار کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے اور وہ نیک عمل کو برے اعمال سے علیحدہ علیحدہ کر لیتا ہے اور عمل حسین کو عمل قبیح سے الگ کر لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو علم ہوتا ہے کہ اس بندے کے فلاں فلاں عمل کا کتنا اجر ہوگا اور کتنی سزا ہوگی وہ اس معنی کے اعتبار سے الحفیظ ہے۔

اور ''الحفیظ'' کا ایک اور معنیٰ بھی ہے جو الکافی اور الحسیب کے قریب ہے وہی تو ہے جس نے اپنی مخلوقات کی حفاظت اور ان کی بقاء کی ضمانت دے رکھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضَ أَنْ تَزُوْلَا﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو گرنے سے روکا ہوا ہے۔''

(فاطر: ٤١)

① یہ حفاظت عام ہے۔

② حفاظت خاص۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ»

''تو اللہ کو یاد کر اللہ تجھے یاد رکھے گا۔ تو اللہ کو یاد رکھ ہر معاملے میں اللہ تیرے ساتھ ہو گا۔''[1]

تو جو بندہ اللہ کے اوامر پر عمل کر کے ان کی حفاظت کرے اور نواہی سے اجتناب کرے اور وہ اپنی شرمگاہ، اپنی زبان اور اپنے تمام اعضاء کی حفاظت کرے اور اللہ کی حدود کی بھی حفاظت کرے اور ان سے تجاوز نہ کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے دین کی حفاظت کرے گا اور اس کے ایمان میں باعث طعن ونقد عیوب وشبہات سے اسے بچائے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور رضا کے منافی اس کی شہوات وارادات سے اسے بچائے گا اور اس پر اس کے ایمان کی حفاظت کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ إِيْمَانَكُمْ﴾

① احمد: ١/٢٩٣، ترمذی: حدیث نمبر ٢٥١٦۔

"اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان ضائع نہیں کرے گا۔" (البقرة: ۱۴۳)

اللہ تعالیٰ اس بندے پر اس کی دنیا کو بھی محفوظ کر دے گا اور اس کے اہل وعیال اور ان کے متعلقات کی بھی حفاظت کرے گا نیز اللہ تعالیٰ اسے عام حالت سے خاص حالت میں منتقل کرتا ہے اور ایسے بندے کو جو اللہ کے دین کی حفاظت کرتا ہے۔ وہ اللہ کو اسے اپنے سامنے اور اپنی طرف پاتا ہے وہ اسے سیدھا رکھتا ہے اور توفیق دیتا ہے اور ایسے بندے کو اللہ تعالیٰ کی خاص معیت مل جاتی ہے جو کہ صرف خاص مخلوقات ہی کو ملتی ہے۔

اَلْاَوَّلُ، اَلْآخِرُ، اَلظَّاهِرُ، اَلْبَاطِنُ:

رسول اللہ ﷺ نے دعائے استفتاح میں ان اسماء کی سب سے اچھی تفسیر خود کر دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

"تو ایسا اول ہے کہ تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور تو ایسا آخر ہے کہ تیرے بعد کچھ نہ ہوگا تو ایسا ظاہر ہے کہ تجھ سے زیادہ ظاہر کچھ نہیں اور تو ایسا پوشیدہ ہے کہ تجھ سے زیادہ پوشیدہ کوئی چیز نہیں۔" [1]

تو آپ ﷺ نے ہر اسم کا مثبت معنی خود بیان کر دیا اور اس کے مخالف ہر چیز کی نفی بھی خود ہی کر دی اور بیان کا یہ اعلیٰ ترین درجہ ہے یہاں ہم اسی تفسیر اور بیان پر اکتفا کرتے ہیں۔

اَلْوَاسِعُ:

یعنی اس کی صفات اور ان کے متعلقات نہایت وسیع ہیں حتیٰ کہ اس کی ثناء کو کوئی شمار ہی

[1] مسلم: ۲۷۱۳.

نہیں کرسکتا بلکہ وہ اللہ تو ویسا ہی ہے جیسے اس نے خود بیان کیا ہے اس کی عظمت وسلطنت اور ملک نہایت وسیع ہے۔ تمام علوی وارضی، ظاہری، باطنی جہان اللہ ہی کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ﴾

''اور مشرق ومغرب اللہ ہی کے لیے ہیں پس تم جدھر رخ کرو وہیں اللہ کا چہرہ ہے بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ: ۱۱۵)

اس کا علم، حکمت اور قدرت نہایت وسیع ہیں اس کی مشیت ہر حال میں پوری ہوتی ہے اس کا فضل واحسان اور رحمت نہایت وسیع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا﴾

''اے ہمارے رب سب چیزوں کو تو نے اپنے علم ورحمت سے گھیر رکھا ہے۔''

(غافر: ۷)

اللہ تعالیٰ کے اسم ''الواسع'' کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے فوائد ولطائف بے شمار ہیں۔ جب بندے کو یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل وعطا واسع ہیں اور یہ کہ اس کا فضل کسی معین غیر معینہ طرق کے ساتھ بھی غیر محدود ہے بلکہ اس کے فضل کے اسباب اور احسان کے ابواب کی کوئی انتہا ہی نہیں تب اس کا دل اسباب کے ساتھ معلق نہیں ہوتا بلکہ اسباب کے مسبّب حقیقی کے ساتھ معلق ہوتا ہے اور جب احسان وفضل کے دروازوں میں سے کوئی ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے تو اسے کوئی

پریشانی نہیں ہوتی کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم نہایت وسیع ہے اور اس کے فضل کے راستے کسی گنتی وشمار میں نہیں اور جب ایک راستہ یا دروازہ بند ہو جائے تو اس کی جگہ کوئی اور راستہ یا دروازہ کھل جاتا ہے بلکہ بندے کی عاقبت کے لحاظ سے وہ زیادہ بہتر اور احسن ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس حالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ﴾

''اور اگر وہ دونوں (خاوند، بیوی) جدا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو مستغنی کر دے گا۔'' (النساء:۱۳۰)

چونکہ جدائی کے لحات میں اکثر اوقات بیویوں پر غم کے بادل چھا جاتے ہیں اور سب سے بڑا سبب اس غم کا یہ وہم ہوتا ہے کہ خاوند سے جدائی کے بعد رزق تنگ ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ نے سب سے وعدہ کیا ہے اور ان کو خیر کے دروازے کھولنے کی بشارت دی ہے یہ کہ وہ یقیناً ان کو اپنا وسیع فضل عطا کرے گا لیکن حقیقت یہ ہے کہ اکثر لوگ اس حالت میں اللہ کے وعدے پر یقین نہیں رکھتے۔

کتنے بندے ایسے ہوتے ہیں جو اس حالت پر ہوتے ہیں کہ اگر ان کے لیے ایک دروازے سے رزق جاری ہو اور وہ بند ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے خیر اور رزق کا کوئی اور دروازہ یا دروازے کھول دیتا ہے اس انداز سے اسے یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں سب امور ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَ مَا یُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ

لَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾

"اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے جو رحمت (کا دروازہ) کھولتا ہے کوئی اسے بند کرنے والا نہیں اور جو وہ بند ہے اس کے بعد کوئی اسے کھولنے والا نہیں۔"

(فاطر: ۲)

اللہ تعالیٰ کے وسیع فضل کا یہ نمونہ ہے کہ اعمال واطاعات کا اجر وثواب کئی گنا بڑھا چڑھا کر دیا جاتا ہے ایک نیکی دس گنا بلکہ سات سو گنا یا اس سے بھی زیادہ لا تعداد (بے حساب) ثواب کی صورت میں ملتا ہے۔

اللہ کی وسعت کا یہ انداز بھی ہے کہ جنت میں جو ابدی ودائمی نعمتیں ولذتیں ہوں گی، وہ بکثرت اور کبھی کم یا ختم نہ ہوں گی جن کو کسی آنکھ نے نہ دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی انسانی دل نے سوچا تو دنیا وآخرت کی خیر وبھلائیاں اللہ تعالیٰ کے وسعت وفضل کے سبب سے ہیں بلکہ تمام وہ اسباب اور راستے جو راحتوں اور لذّتوں تک لے جاتے ہیں وہ سب اللہ کا فضل اور اس کی وسعت ہے۔

اَلنُّورُ، اَلْھَادِیُ، اَلرَّشِیْدُ:

روشنی، ہدایت دینے والا، نیکوکار، اللہ کا وصف روشنی دو طرح کی ہے۔

محسوس روشنی:

اس سے مراد وہی عظیم روشنی ہے جس کے ساتھ اللہ کو متصف کیا گیا ہے اگر وہ اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دے تو اس کے چہرے کی پاکیزگی اور اس کے جلال کی روشنی تا حد نگاہ سب مخلوقات کو جلا ڈالے۔ اس روشنی کو لفظوں میں بیان کرنا ممکن نہیں سوائے اس عبارت نبوی کے جو اس عظیم معنی کو بیان کرتی ہے اور تمام مخلوقات اللہ کے چہرے

کی روشنی کے آگے نہیں ٹھہر سکتیں، اگر وہ ان کے سامنے ظاہر ہو جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کو ابدی زندگی عطا نہ کی ہوتی جو اکمل ترین زندگی ہے اور پھر اس پر ان کی وہ خود مدد نہ کرتا تو وہ اپنے رب عظیم کے دیدار کی کس طرح طاقت رکھتے۔

تمام بالائی آسمانوں کی روشنی کا منبع اللہ تعالیٰ کی روشنی ہے بلکہ جنتوں کی ان نعمتوں کی روشنی بھی اللہ کی روشنی سے ماخوذ ہے کہ جن جنتوں کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جنتوں کی روشنی کی حقیقی وسعت صرف اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

عرش، کرسی اور جنتوں کی روشنی اللہ کی روشنی سے ماخوذ ہے تو سورج، چاند، اور ستاروں کی روشنی تو لامحالہ اللہ ہی کی روشنی سے مآخوذ ہے۔

معنوی روشنی:

وہ رب کریم روشنی کا منبع ہے۔ اس نے اپنے انبیاء، اصفیاء، اولیاء اور اپنے فرشتوں کے دلوں کو اپنی معرفت اور محبت کی روشنی عطا کی، بے شک اس کے مومن اولیاء کے دلوں میں اس کی معرفت کی اسی قدر روشنیاں ہیں جس قدر انہوں نے اس کی جلالت کی معرفت حاصل کی اور اس کی صفات جمالیہ کے متعلق ان کا جو اعتقاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر وصف کا اثر ان کے دلوں میں ہے۔ یقیناً مولیٰ عزوجل کی معرفت سب معرفتوں سے اعظم و افضل ہے اور اس کے متعلق علم سب علوم سے جلیل ہے جب دلوں میں علوم نافعہ کی روشنیاں موجود ہوتی ہیں تو پھر اس علم کے متعلق کیا خیال ہے جو سب علوم سے افضل، جلیل القدر سب علوم کا اصل اور اساس ہے۔ خصوصاً جب اس روشنی کے ساتھ اللہ کی محبت اور اس کی طرف رجوع بھی شامل ہو جائے تو پھر وہ کتنا عظیم ہوگا۔

ان لمحات میں دل کے چاروں سوتوں اور سب سمتوں میں انواع واقسام کی

روشنیاں بکھر جاتی ہیں جو ایمانی حلاوتیں اور لذتیں حاصل ہوتی ہیں، وہ حسین نعمتوں کے متشابہہ ہوتی ہیں اور دل ہیبت، تعظیم، جلال اور تکبیر سے منور ہو جاتے ہیں جن سے عظمت، کبریائی جلال اور مجد کے سب معانی ومفاہیم آشکارا ہوتے ہیں۔

نیز محبت، مودّت اور شوق کی روشنیوں سے دل لبریز ہو جاتے ہیں، جن سے جمال نیکی اور اکرام کے تمام معانی مشتق ہوتے ہیں۔ اور رحمت، شفقت، جود اور لطف جیسی صفات الٰہیہ دلوں میں احسان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی محبت کی روشنیاں مہیا کر دیتی ہیں نیز دل شکر وحمد اور ثناء کی متنوع روشنیوں سے مزین ہو جاتے ہیں۔

الوہیت، تعبد، تقرب، تحبّب، تودّد کی روشنیوں سے دلوں کو بھر دیتی ہے اور رغبت ورہبت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ سے تعلق مکمل ہو جاتا ہے اور طلب وانابت کی بنیاد پر اللہ کے علاوہ تمام مخلوقات سے دلوں کے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔

علم واحاطہ، گواہی اور خصوصی قربت کے معانی بندوں کے دلوں کو اللہ تعالیٰ کی مراقبت کی روشنیوں سے بھر دیتے ہیں اور بندوں کو یہ روشنیاں مقام احسان پر فائز کر دیتی ہیں، جو سب مقامات سے اعلیٰ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"تو اللہ کی عبادت اس طرح کر گویا تو اسے دیکھ رہا ہے اور اگر تو اسے نہیں دیکھ رہا تو وہ یقیناً تجھے دیکھ رہا ہے۔"

رب العالمین کا ایک وصف ہی دل کو اپنی روشنی سے بھرنے کے لیے کافی ہے تو پھر کیا منظر ہوگا جب پاکیزہ اور صاف دلوں پر انواع واقسام کی روشنیاں وارد ہوتی ہوں۔ ایسے پاک وصاف اور مقدس دلوں پر ایسی صورت پہ مثل قرآنی صادق آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾

''اس (اللہ) کی روشنی کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس میں چراغ ہو، چراغ شیشے کی بوتل میں ہو، شیشے کی بوتل چمکتے دمکتے ستارے کی مانند ہو، وہ (چراغ) زیتون کے مبارک درخت سے جلایا جاتا ہے جو نہ مشرق میں اور نہ مغرب میں ہے قریب تھا کہ اس کا تیل شعائیں بکھیرنے لگتا۔ اگر آگ اسے نہ بھی چھوتی روشنی پر روشنی ہے، اللہ اپنی روشنی کے لیے جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' (النور: ۳۵)

نیز جس روشنی کی یہ مثال دی گئی ہے وہ اللہ کے ساتھ ایمان کی روشنی ہے اس کی مثل مومنوں کے دلوں میں ہے۔ اس روشنی کی مثال جس نے روشنی والے سارے اوصاف کو جمع کر لیا ہے۔ یہ سب سے بڑی مثال بندے خوب پہچانتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے اس روشنی کے حصول کے لیے یوں دعا فرمائی:

''اے اللہ! میرے دل میں روشنی بھر دے اور تو میرے کانوں میں روشنی بھر دے اور تو میری بصارت میں روشنی بھر دے اور اے اللہ! تو میری دائیں طرف روشنی کر دے اور میری بائیں طرف روشنی کر دے اور اے اللہ میرے اوپر روشنی کر دے اور میرے نیچے روشنی کر دے اے اللہ! تو مجھے روشنی دے دے۔''

(صحیح مسلم:۷۶۳)

پھر جونہی دل اس روشنی سے لبریز ہو جاتا ہے یہ روشنی فوراً چہرے پر بکھر جاتی ہے اور چہرہ روشن ہو جاتا ہے اور تمام اعضاء رغبت کے ساتھ اطاعت الٰہیہ کے لیے جھک جاتے ہیں اور یہ روشنی جب مومن کے دل میں ہوتی ہے تو اسے خواہش کے ارتکاب سے روکتی ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''کوئی مومن ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا اور کوئی مومن ایمان کی حالت میں چوری نہیں کرتا اور کوئی مومن ایمان کی حالت میں شراب نہیں پیتا۔''[1]

گویا نبی ﷺ نے ہمیں اس فرمان عالی شان میں بتایا کہ مومن کے دل میں اگر ایمان کی روشنی ہو تو وہ ان کبائر کا ارتکاب نہیں کرتا الہادی اور الرشید اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہیں یہ دونوں اس معنی میں روشنی ہیں کہ اللہ اپنے بندوں کو ان کی دینی و دنیوی مصلحتوں کی طرف رشد وہدایت دیتا ہے اور وہ جو نہیں جانتے انہیں اس کا علم دیتا ہے اور انہیں توفیق وتسدید کی ہدایت دیتا ہے اور انہیں تقویٰ کا الہام کرتا ہے اور ان کے دلوں کو اپنی طرف رجوع کرنے والا اور اپنے احکام کے آگے جھکنے والا بناتا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو پیدا کیا اور انہیں ان کی مصلحتوں کے مطابق ہدایت اسی نے دی اور جس مقصد کے لیے جو مخلوق پیدا کی اسے اپنے مقصد کے لیے بالکل تیار اور مستعد کیا اور انہیں بیان کرنے کی ہدایت دی اس نے کتابیں نازل کیں اور رسول مبعوث فرمائے اور شریعتیں اور احکام مقرر کیے اور اصول وفروعات دین واضح کیے اور ظاہری وباطنی اور اگلوں، پچھلوں کے علوم کی وضاحت کی اور حلال وحرام مقرر کیے۔ اور اللہ ہی نے انہیں کامل ہدایت دی اور اس سیدھے راستے کی طرف انہیں

[1] صحیح بخاری: ۲۴۷۵، صحیح مسلم: ۵۷.

ہدایت دی جو انہیں اللہ کی رضا اور اس کے ثواب کی طرف لے جانے والا ہے اور سیدھے راستے کے مخالف راستوں پر تنبیہ کر دی تاکہ ان سے اپنے بندوں کو بچا لے اور اپنے مومن بندوں کو ایمان واطاعت کے لیے ہدایت کی توفیق دی اور انہیں جنت میں ان کی منازل کی طرف ہدایت کی جس طرح اللہ نے اپنے مومن بندوں کو دنیاوی سلوک کے لیے اس کے اسباب ووسائل کی ہدایت دی، اسی لیے اہل جنت کہیں گے جب ان پر ہدایت نعمت مکمل ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَ مَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْ لَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ﴾

”(اہل جنت کہیں گے) تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں اس (مقام) کی ہدایت دی اور اگر اللہ تعالیٰ خود ہمیں ہدایت نہ دیتا تو یہ ہدایت ہمارے بس کی بات نہ تھی۔“ (الاعراف: ٤٣)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنْ یَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِیْ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

”اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دے پس وہی ہدایت یافتہ ہے اور وہ جنہیں گمراہ کرتا ہے وہی لوگ خسارے والے ہوتے ہیں۔“ (الاعراف: ١٧٨)

مومن بندے اپنے رب سے مکمل اور مطلق ہدایت کا سوال کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ﴾

”(اے اللہ) تو ہمیں سیدھے راستے کی ہدایت دے۔“ (الفاتحہ: ٥)

یعنی تو ہمیں اس تک ہدایت دے وہ راستہ ہمیں دکھا دے اور دعا کرنے والا جب دعا کرتا ہے تو کہتا ہے۔

''اے اللہ! تو ہمیں ان لوگوں میں ہدایت دے جن کو تو نے ہدایت دی۔''[1]

''الرشید'' کا معنیٰ ''الحکیم'' بھی ہے۔ وہ اپنے اقوال وافعال میں حکیم ہے اس نے بندوں کے لیے جو احکام وشرائع مقرر کیے اس میں وہ صراط مستقیم پر ہے جو نرے رشد وحکمت ہیں۔ بلکہ اس نے جتنی مخلوقات پیدا کیں اور کائنات میں ان کی تقدیریں بنائیں، وہ سب کچھ رشد وحکمت ہے اس میں کوئی چیز عبث وفضول نہیں اور حکمت کے برعکس کچھ بھی نہیں۔

اَلْوَلِیُّ:

ولایت کی دو انواع ہیں:

ولایت عامہ:

سب کائنات کے لیے اللہ تعالیٰ کی تدبیر اور اس کا تصرف۔

الملک اور ملکیت کے سارے مثبت معانی ومفاہیم اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں۔

② ولایت کی دوسری نوع: اللہ تعالیٰ کی خصوصی ولایت (دوستی) ہے اور یہ معنی قرآن وسنت میں بکثرت موجود ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ﴾

---

① مسند احمد: ۱/۲۰۰، وغیرہ۔

’’اللہ ایمان والوں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکالتا ہے۔‘‘ (البقرۃ: ۲۵۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ﴾

’’اگر وہ (کافر) پھر گئے تو تم جان لو کہ اللہ ہی تمہارا دوست ہے۔‘‘ (الانفال: ٤٠)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ﴾

’’یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے اور کافروں کا کوئی دوست نہیں۔‘‘ (محمد: ١١)

اس ولایت خاصہ کا تقاضا مومن بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ولطف ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کی خصوصی تربیت کرتا ہے وہ اس تربیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے تقرب اور نعمتوں والی جنتوں کے رہائشی بننے کے اہل ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس تربیت کے ذریعے اپنے ساتھ اور اپنے رسولوں کے ساتھ ایمان لانے کی توفیق بخشتا ہے۔ پھر وہ اس ایمان کو ان کے دلوں میں غذا بہم پہنچاتا ہے اور اس کی پرورش کرتا ہے اور انہیں نیک کام کرنے کی سہولیات دیتا ہے اور برے کاموں سے انہیں دور رکھتا ہے اور انہیں دنیا وآخرت میں مغفرت عطا کرتا ہے اپنے اہتمام، اپنی حفاظت اور اپنی نگہبانی کے ذریعے ان سے دوستی کرتا ہے اور معصیت کے ارتکاب سے ان کی حفاظت کرتا ہے اگر وہ اپنے نفس امارہ کے بہکاوے میں آ کر معصیت کا ارتکاب کر بیٹھیں تو وہ انہیں توبۃ النصوح کی توفیق دیتا ہے۔

اگر وہ اپنے رب سے دوستی کرنا چاہیں تو وہ بھی ان سے خصوصی دوستی کرتا ہے بلکہ جو خاص الخاص دوستی ہوتی ہے۔ اور انہیں اپنی خاص مخلوق سے بنا دیتا ہے اور اس وجہ سے ان کے لیے ایسے اسباب مہیا کرتا ہے جو انہیں نیکی کے ہر کام کی طرف راغب کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾

”خبردار! بے شک اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے جو لوگ ایمان لائے اور وہ (اپنے رب سے) ڈرتے تھے دنیا و آخرت کی زندگیوں میں ان کے لیے خوشخبری ہے اللہ کے وعدوں میں تبدیلی ممکن نہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔“ (یونس:٦٢ تا٦٤)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان اسباب کے متعلق بتایا جن کو اختیار کر کے اللہ کے مومن بندوں نے اللہ سے دوستی کی اور وہ اسباب ایمان اور تقویٰ ہیں اور مومن اس دوستی سے جو فوائد اور عظیم ثمرات حاصل کرتے ہیں وہ ہے مکمل امن اور اس کی ضد خوف اور غم سے مکمل چھٹکارا۔

نیز دنیوی زندگی میں بشارت کاملہ کا حصول جس کے ذریعے انہیں اللہ کی طرف سے لطف وعنایت کے ذریعے نیکیوں کی توفیق، گناہوں کی مخالفت اور بندوں میں ان کی اچھی شہرت اور نیک خواب جو مومن دیکھتا ہے یا مومن کو دکھائے جاتے ہیں اور

موت کے وقت قبر میں اور آخرت کے سب مقامات پر انہیں بشارت مل جاتی ہے۔

جامع تنبیہ:

یہ تنبیہ نہایت جامع ہے جو کہ اختصار مخل اور طول ممل کے درمیان ہے اس میں نفع بخش تفصیلات ہیں لطیف نکتے ہیں اور اتنے فوائد اور خصوصیات ہیں کہ جن سب کو آپ ایک جگہ اکٹھی نہیں پا سکتے۔

ہمیں چاہیے کہ اس جلیل القدر مقصد کے حصول کے لیے علوم توحید پر مشتمل دیگر مقاصد کا تذکرہ کریں۔ہم ان اصول واعتقادات پر پہلے بات کریں گے جو بکثرت سلف صالحین اور اہل کلام کے درمیان وجہ نزاع بنے رہے وہ عموماً اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنٰی اور اس کی صفات کے گرد گھومتے ہیں لیکن وضاحت مزید اور اس کی تاکید کے لیے ہم اس کے ہر اسم وصفت پر خصوصی طور سے قرآنی آیات کی روشنی ڈالیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے علو، اس کا مخلوقات سے علیحدہ ہونے اور اس کے عرش پر مستوی ہونے کے متعلق گفتگو:

یہی اصل عظیم ہے جس کا صحابہ کرامؓ ونیکی کی راہ پر چلنے والے تابعین عظامؒ اعتراف کرتے آئے ہیں اور وہ اس کے متعلق ایسا علم رکھتے تھے جس میں انہیں کسی قسم کا شک وشبہ نہ تھا اور جس پر کتاب وسنت دلالت کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ تمام مخلوقات سے اعلیٰ وارفع ہے، اور یہ کہ وہ اپنے سب بندوں کے اوپر ہے اور وہ عرش پر مستوی ہے اور علو کے تمام معانی ومفاہیم اسی کے لیے خاص ہیں وہ ذات وصفات میں اعلیٰ ہے اور اپنی عظمت میں بھی اعلیٰ ہے اور اسے تمام کائنات پر غلبہ حاصل ہے

لیکن جہمیہ اور ان کے پیروکاروں نے بغیر کسی عقلی یا نقلی دلیل کے اللہ تعالیٰ کے علو مکانی کا انکار کر دیا اگرچہ تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کے علو ذاتی پر فطرت واضح طور پر دلالت کرتی ہے۔

اور کتاب وسنت کی تمام نصوص جہمیہ کی بات کی مطلق طور پر نفی کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لیے ہر پہلو سے کمال علو ثابت کرتی ہیں قرآن میں "العلی" اور "الاعلیٰ" متعدد مقامات پر آیا ہے یہ اس حقیقت کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علو اس کی ذات کا لازمہ ہے اور علو کے سب معانی اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ایسی خبریں بھی دی گئی ہیں کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوقات سے اوپر ہونے کی بات کی گئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ﴾

"وہ اپنے اوپر سے اپنے رب کا ڈر رکھتے ہیں۔" (النحل: ٥٠)

نیز قرآن میں ایسی خبریں بھی موجود ہیں جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ فرشتے اور صالح اعمال اللہ تعالیٰ کی طرف چڑھتے ہیں۔ نبی ﷺ کو ساتوں آسمانوں سے اوپر معراج ہوا اور اوپر سے اشیاء نازل ہوتی ہیں جیسے نزول وحی، نزول مطر، نزول الملائکہ وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ﴾

"فرشتے اور روح الامین اس (اللہ) کی طرف چڑھتے ہیں۔" (المعارج: ٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ﴾

"اس (اللہ) کی طرف پاک کلمات چڑھتے ہیں اور وہی عمل صالح کو (اپنی طرف) اٹھاتا ہے۔" (فاطر:۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ﴾

"حم۔ یہ اللہ غالب اور جاننے والے کی جانب سے کتاب نازل ہوئی ہے۔" (المؤمن:۱۔۲)

قرآنِ کریم میں متعدد مقامات پر یہ موضوع بیان ہوا ہے۔

یہ فرامین الٰہی دلالت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات سے اعلیٰ مقام پر ہے اور یہ کہ قرآن اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں۔ اسی طرح موسیٰ اور فرعون کے قصہ میں بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى﴾

"(فرعون نے اپنے وزیر کو کہا) اے ہامان! تو میرے لیے ایک اونچا محل بنا تاکہ میں آسمانوں کے اسباب تک پہنچ سکوں اور موسیٰ کے معبود کی سن گن لے لوں۔" (المؤمن:۳۶۔۳۷)

یہاں سے اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ فرعون نے اللہ تعالیٰ کے متعلق موسیٰ علیہ السلام کی بتلائی ہوئی بات کا انکار کیا کہ اللہ تعالیٰ سب مخلوقات سے اوپر ہے تو اس نے اپنی قوم کو وہم وشک میں ڈالنے کے لیے یہ بات کہی۔ اسی لیے سلف صالحین جہمیہ نامی فرقے کے پیروکاروں کو فرعونیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ وہ بھی اللہ کی صفت "علو" کے انکاری تھے،

جس طرح کہ فرعون کا اعتقاد و انکار تھا۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا بیان کردہ اسم ظاہر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''وہ ایسی ذات ہے کہ اس سے اوپر کوئی چیز نہیں۔''

نیز اللہ عزوجل نے اپنی بعض مخلوقات کے لیے اپنا خصوصی تقرب اور خصوصی معیّت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ﴾

''بے شک جو فرشتے اپنے رب کے پاس ہوتے ہیں۔'' (الاعراف: ٢٠٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ﴾

''اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں وہ اس (اللہ) ہی کے لیے ہے اور جو اس (اللہ) کے پاس (فرشتے) ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے۔'' (الانبیاء: ١٩)

اپنے عرش پر مستوی ہونے کی بات کا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں سات مقامات پر تذکرہ کیا جیسا کہ فرمایا:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾

''رحمان عرش پر مستوی ہے۔'' (طٰہٰ: ٥)

لہٰذا استواء معلوم ہے اور اس کی کیفیت مجہول (نا معلوم) ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی دیگر صفات کے بارے میں بھی یہی کہا جاتا ہے چونکہ ان صفات میں ایسا ہی کلام

ہوگا جو اس (اللہ) کی ذات میں ہوگا۔تو جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات دیگر ذتوں کے مشابہ نہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات بھی مخلوقات میں سے کسی کی صفات سے مشابہت نہیں رکھتیں۔

تو اللہ تعالیٰ کی صفت علو عقلی اور نقلی طور پر ثابت ہے اور علو کتاب اللہ میں ثابت ہے اور سنت متواترہ میں موجود ہے۔

آسمان دنیا پر رب کے نزول اور قیامت کے دن اس کی آمد و رفت کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ تمام افعال اپنے ارادے سے ہی کرتا ہے اور احادیث متواترہ رب تعالیٰ کے آسمان دنیا تک تشریف لانے پر دلالت کرتی ہیں۔قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے کمال قدرت پر دلالت کرتا ہے، اور یہ کہ وہ (اللہ) وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔اور یہ کہ اس کا کوئی مشابہ و مثیل نہیں تو جب نبی ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے آسمان دنیا پر نزول کی خبر دے دی تو پھر لوگوں کے پاس کونسا عذر ہوگا جب وہ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی اخبار کا انکار کریں گے اور اللہ تعالیٰ کی مانند کوئی چیز نہیں وہ اپنے کمال علو کے باوجود جس طرح چاہتا ہے نازل ہوتا ہے چونکہ اس کا علو اس کی ذاتی صفت ہے۔اس کا نزول اور آمد و رفت اس کے لیے اختیاری ہے جو اس کی قدرت وطاقت اور اس کی مشیئت وارادے کے تابع ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا﴾

''اور تیرا رب آئے گا اور فرشتے صفیں بنا کر آئیں گے۔'' (الفجر:۲۲)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن تَأْتِيَهُمُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِىَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِىَ بَعْضُ ءَايَٰتِ رَبِّكَ﴾

''کیا وہ اپنے پاس فرشتوں یا تیرے رب یا تیرے رب کی کچھ نشانیوں کی آمد کے منتظر ہیں۔'' (الانعام: ۱۵۹)

یہ آیت بالکل صریح ہے کسی بھی پہلو سے اس کی تاویل قبول نہیں کی جائے گی جو اس آیت کی تاویل کرسکتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات بلکہ تمام اسمائے حسنیٰ کی بھی تاویل کرسکتا ہے بلکہ ایسی تاویل باطل کتاب وسنت میں تحریف کے مترادف ہے اور ان کے منافی ہے۔

آخرت میں مومنوں کو اپنے رب کا دیدار کرایا جائے گا:

یہ رائے تمام صحابہ ونیکی پر عمل کرنے والے قیامت تک تابعین کی ہے بلکہ دین وہدایت کے ائمہ کبار کا یہی مذہب ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں متعدد مقامات پر اسی چیز کو واضح کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۝ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

''اس روز کچھ چہرے ہشاش بشاش ہوں گے وہ اپنے رب اعلیٰ کو دیکھ رہے ہوں گے۔'' (القیامۃ:۲۲-۲۳)

یعنی بکثرت نعمتوں کی وجہ سے وہ چہرے مسرور، منور اور حسین ہوں گے۔ اور ملک اعلیٰ کے چہرے کا دیدار کر رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَلَّا إِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوبُونَ﴾

''ہرگز نہیں بے شک وہ (کفار) اس روز (قیامت) اپنے رب سے محجوب ہوں گے۔'' (المطففین: ۱۵)

یہ سب سے واضح دلیل ہے کہ روز قیامت اہل ایمان اپنے رب کے دیدار سے بہرہ ور ہوں گے، محروم نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجرموں کو محرومی کے درد کا خوف دلایا ہے تو یہ ناممکن ومحال ہے کہ اس دن اہل ایمان بھی اپنے رب کے دیدار سے محروم ومحجوب ہوں اور اہل ایمان اپنے رب کے دشمنوں کی طرح ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان کے عموم سے رب تعالیٰ کے دیدار کی دلیل ملتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿عَلَى الْأَرَائِكِ يَنْظُرُونَ﴾

''وہ بستروں پر دیکھ رہے ہوں گے۔'' (المطففین: ۲۳)

اہل ایمان اپنے رب کی دی ہوئی نعمتوں کا جنت میں نظارہ کر رہے ہوں گے اور وہاں سب سے بڑی نعمت اللہ کا دیدار ہوگا۔ نیز اہل جنت اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور اس کے خطاب سے لطف اندوز ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَزِيَادَةٌ﴾

''جن لوگوں نے (دنیا میں) اعمال صالحہ کیے ان کا اجر بھی نیک ہوگا اور کچھ اضافی (انعام) بھی ہوگا۔'' (یونس: ٢٦)

یعنی جن لوگوں نے دنیاوی زندگی میں اپنے خالق ومالک حقیقی کی عبادت اخلاص کے ساتھ کی اور اس طرح اس کی عبادت کی گویا وہ اسے دیکھ رہے ہیں اگر وہ اس درجے پر پہنچنے سے قاصر ہوں تو انہوں نے اپنے دل میں یہ خیال ضرور کیا ہوگا کہ یقیناً اللہ تعالیٰ انہیں دیکھ رہا ہے اور انہوں نے اللہ کے بندوں کے ساتھ نیکی اور احسان کے ساتھ سب قولی، فعلی ومالی معاملات کیے ایسے خوش نصیبوں کے لیے اچھا اجر ہے اور وہ جنت ہے اور اس کی نعمتیں دائمی وابدی ہوں گی۔

وہاں ہر طرح کی مسرتیں وفرحتیں ہوں گی اس سب کے باوجود انہیں ایک اضافی نعمت سے بھی شادکام کیا جائے گا اور وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، اس کے مشاہدے کے ذریعے اس کا قرب ،رضوان اور اس کے ہاں اہل جنت کو حظ وافر ملے گا۔ نبی ﷺ نے ''زیادۃ'' کی یہی تفسیر کی ہے۔[1]

﴿ لَهُم مَّا يَشَآءُونَ فِيهَا ﴾

''جنت میں اہل جنت کو وہ سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے۔''

﴿وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ ﴾

''اور ہمارے پاس مزید (بھی بہت کچھ) ہے۔'' (ق:۳۵)

یہ نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار، اس سے ملاقات، باہمی کلام اس کا قرب اور رضوان ہے۔''

اسی طرح قرآن کریم میں ہر قسم کی نعمتوں کے عموم سے بھی دلیل ملتی ہے کہ سب سے بڑی نعمت اللہ عزوجل کے چہرے کا دیدار ہے جیسا کہ فرمایا:

﴿ فَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ﴾

---

① صحیح مسلم: ۱۸۱، سیدنا صہیب سے روایت ہے۔

”اور اس (جنت) میں وہ سب کچھ ہوگا جس کی اشتہاء ان کے نفسوں کو ہوگی اور ان کی آنکھیں جس سے لذت آشنا ہوں گی۔“ (الزخرف:۷۱)

تمناؤں، آرزوؤں، حسرتوں، شہوات اور ارادات کے متعلق ہر نعمت جنت میں اہل جنت کو حاصل ہوگی اور وہ سب مناظر جمیلہ جس سے آنکھیں ٹھنڈی ہوسکتی ہیں۔ وہ جنت میں اکمل ترین انداز میں موجود ہوں گے۔

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلٰمٌ ﴾

”جس دن وہ (اہل جنت) اس (رب) سے ملاقات کریں گے وہ ایک دوسرے کو سلام کہیں گے۔“ (الاحزاب:٤٤)

ان کے آداب وتحیات ”سلام“ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے تحیات وآداب کے متعلق بتایا کہ وہ تمام لذات اور شہوات سے محظوظ ہوں گے نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے دیدار، اپنی قربت اور اپنی رضا کے متعلق خبر دی کیونکہ ملاقات کے وقت مذکورہ امور کا یقین ہوتا ہے۔

کلی اصول ایمان کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں متعدد انداز واسالیب میں ایمان کا تذکرہ کیا کبھی تو اس کا مطلق تذکرہ کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿آمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ﴾

”جو اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان لائے۔“ (الحدید:۷)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾

''بے شک جو لوگ ایمان لائے۔''

کبھی کبھی اللہ تعالیٰ نے وہ شرط بیان کی جس پر ایمان لانا ضروری ہے۔

ان تمام آیات کی جامع وہ آیت مبارکہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو حکم دیا کہ وہ دین کے بنیادی اصول وارکان کے ساتھ ایمان لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَ مَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰى وَ مَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ﴾

''تم (اے مسلمانو!) کہو ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی نسلوں پر نازل کیا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو کچھ تمام انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا ہم ان میں کسی ایک میں فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (اللہ) کے لیے مسلمان ہیں۔'' (البقرة:١٣٦)

اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ہمیں یہ بھی بتایا کہ ان اصولوں پر رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان قائم رہے۔

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ

مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَ اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾

''اس چیز پر رسول اللہ ﷺ ایمان لائے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی اور مومنین بھی اسی پر ایمان رکھتے ہیں۔ سب اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔ (وہ کہتے ہیں) ہم اس کے کسی ایک رسول کے درمیان فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی اے ہمارے رب! ہماری مغفرت کر دے اور (ہم نے) آپ کی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' (البقرۃ:۲۸۵)

تو ہر مومن پر واجب ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کے ساتھ ایمان لانے میں ہر اس چیز پر ایمان لانا ضروری ہے جو اللہ نے اپنے متعلق بتلائی ہے یا اس کے آخری رسول ﷺ نے اس کا جو وصف بیان کیا ہے تمام صفاتِ کمال، اللہ کے لیے ہیں اور صفات کمال کی ہر ضد سے اللہ تعالیٰ پاک و منزہ ہے۔

ایمان کے تین بنیادی ارکان ہیں:

① اللہ تعالیٰ کے اسمائے کریمہ کے ساتھ ایمان لانا۔ جیسے **العزیز ،الحکیم، العلیم، الرحیم**، آخر تک۔

② اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کمال پر ایمان لانا ضروری ہے جیسے کمال عزت اللہ، کمال قدرت اللہ، کمال علم اللہ تعالیٰ اور اس کی کمال حکمت اور اس کی کمال رحمت پر ایمان۔

③ احکام صفات اور ان کی دیگر متعلقات پر ایمان لانا ۔جیسے اس پر ایمان ہونا کہ

اللہ تعالیٰ کے پاس ہر چیز کا علم ہے اللہ ہر چیز کی تقدیر مقرر کرتا ہے اور اس کی رحمت نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے۔ تو اللہ پر اس ایمان کا تعلق علم واعتقاد کے ساتھ ہے، پھر اس کے بعد اللہ کے ساتھ وہ ایمان لانا ضروری ہے جو اس کی محبت اور ارادے کے متعلق ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ تمام عبادت صرف اللہ کے لیے خاص ہے اور ہر قسم کی بندگی وخدمت بھی اللہ کے لیے ہے تاکہ اس کے احکام کی پیروی ہو جائے اور اس کی منہیات سے اجتناب کیا جائے۔

اسی لیے سارے دین کی تصدیق، اعتقاد وانقیاد، اللہ کے ساتھ ایمان میں داخل ہے۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ آیات قرآنیہ میں جہاں بھی مطلق ایمان کا ذکر ہے، اس میں اس سب کچھ کے ساتھ ایمان لانا شامل ہے۔

کیونکہ ایمان مطلق سے بھی وہی اجر وثواب ملتا ہے، جو ایمان مقیّد کے ساتھ ملتا ہے۔لہٰذا تمام اوصاف جمیلہ ایمان میں داخل ہیں اسی طرح ایمان کامل تمام اخلاق رذیلہ کے منافی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰی رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ o الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ o اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَ مَغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ﴾

”سوائے اس کے نہیں مومن تو وہ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب ان پر اس (اللہ) کی آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر توکل

کرتے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو رزق دیا وہ اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں یہی سچے مومن ہیں ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات، مغفرت اور رزق کریم (محفوظ) ہے۔"

(الانفال:۲تا۴)

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ایمان قلبی کے ساتھ متصف کیا توکل اور ایمان میں اضافہ اعمال قلبی ہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کا یہ وصف بھی بیان کیا کہ وہ اپنے اعضاء سے بھی ایمان لاتے ہیں جیسا کہ اقامت الصلوٰۃ اور ادائیگی زکوٰۃ اعمال اعضاء ہیں یہ دونوں عبادات اللہ تعالیٰ کے حقوق اور مخلوق کے حقوق سے عبارت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے ایمان میں مخلص ہیں اسی لیے اللہ کی طرف سے ان کے لیے مغفرت کاملہ اور ثواب محفوظ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ○ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ○ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعَادُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمَانٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ○ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

"بے شک اہل ایمان فلاح پا گئے جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں اور

جو لغو سے اعراض کرتے ہیں اور جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ تاہم اپنی بیویوں اور اپنی لونڈیوں میں ان پر کوئی ملامت نہیں جو ان کے علاوہ اپنی خواہش پوری کریں تو یہی لوگ حد سے تجاوز کرنے والے ہیں اور جو اپنی امانات اور اپنے وعدوں کا پاس کرتے ہیں اور جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں یہی لوگ وارث (حقیقی) ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔" (المؤمنون:۱تا۱۱)

اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں مذکورہ صفات کے حامل لوگوں کے متعلق فلاح پانے کی خبر دی اور انہیں بلند منازل کی بشارت دی، نیز ایمان کامل کے ساتھ انہیں مزین کیا جس نے ان کے دلوں پر اشرف العبادات نماز میں خشوع وخضوع کو راسخ کر دیا اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی ایک صفت یہ بھی بیان کی کہ وہ اپنی زبانوں اور دیگر اعضاء سمیت اپنی شرمگاہوں کی حفاظت بھی کرتے ہیں اور یہ کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ حقوق اللہ اور حقوق العباد پر مشتمل اپنی امانتوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ ان اعمال صالحہ کا اہتمام کرتے ہیں اور ان پر قائم رہتے ہیں اپنے اور اپنے اللہ کے درمیان اور بندوں سے کیے گئے وعدوں کو ایفا کرتے ہیں۔ اللہ سبحانہ نے سورۃ المعارج میں بھی انہی کے مشابہہ باتیں کی ہیں اور سورۃ البقرۃ آیت ۱۷۷ میں ایمان کی کچھ صفات کا تذکرہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِي الرِّقَابِ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ وَ الْمُوْفُوْنَ

بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا وَ الصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

’’لیکن نیکی یہ ہے کہ آدمی ایمان لائے اللہ پر اور روز آخرت پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتاب پر اور پیغمبروں پر اور دے مال اس کی محبت میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں کو اور گردنیں آزاد کرانے میں اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اپنے وعدوں کو پورا کرتے ہیں جب وعدے کرتے ہیں اور جو تنگ دستی میں، جسمانی تکلیف میں اور جنگ میں ثابت قدم رہتے ہیں یہی لوگ راست باز ہیں اور یہی لوگ متقی ہیں۔‘‘(البقرۃ: ۱۷۷)

جب اللہ تعالیٰ مطلق طور پر ایمان کا تذکرہ کرے یا مطلق طور پر اہل ایمان کی تعریف کرے تو اس وقت مذکورہ سب اعمال اس میں شامل ہوں گے۔بعض اوقات اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض اعمال کا خصوصی طور پر ذکر کرتا ہے، لیکن سب ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہوتے ہیں،کوئی ایک دوسروں سے ملے بغیر مکمل نہیں ہوتا۔

فرشتوں پر ایمان:

اس طرح فرشتوں پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں متعدد خصال الکمال کو اکٹھا کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کے وقت ان کی فطرت سے ہر قسم کی مخالفت نکال دی، لہٰذا وہ اپنے رب کے ہاں معزز مخلوق شمار ہوتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کچھ کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے وہ رات دن تسبیح کرتے ہوئے تھکتے نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تدبیر کائنات سے متعدد ذمہ داریاں ان کو سونپی ہوئی ہیں۔اللہ تعالیٰ

نے متعدد آیات میں ان کی قسم اٹھائی ہے۔

① پس وہ امور کی تدبیرات کرنے والے ہیں۔

② وہ اللہ کی دی ہوئی چیزیں بندوں میں تقسیم کرتے ہیں، جیسے رزق، بارش وغیرہ۔

③ وہ انبیاء ورسل کو یاد دہانی کراتے ہیں ان کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں اور ان کی قوموں کے لیے ان کو بشارتیں دیتے ہیں۔

④ وہ بنی آدم کے محافظ ہوتے ہیں۔

⑤ وہ اللہ کے حکم سے انسانوں کو مکروہات سے بچاتے ہیں۔

⑥ ان کے اچھے اور برے اعمال کی نگرانی کرتے ہیں۔

کتاب وسنت میں انہیں متعدد عمدہ صفات کے ساتھ متصف کیا گیا ہے۔ فرشتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جو کچھ بتلایا ہے، بندوں پر واجب ہے کہ اس پر ایمان لائیں بلکہ اللہ اور اس کے رسول نے فرشتوں کے سوا جو کچھ بھی بتایا ہے اس پر بھی ایمان لانا بندوں کے لیے واجب ہے۔

رسولوں پر ایمان

رسولوں پر اس طرح ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو وحی اور رسالت کے لیے خاص کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان اپنی رسالت، احکام اور اپنی شریعت پہنچانے کے لیے واسطہ بنایا اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول میں ایسی صفات کمال جمع کر دیں جن کی وجہ سے انہیں پہلی اور پچھلی سب امتوں پر فوقیت مل گئی۔ مثلاً: صدقِ عظیم، امانت کاملہ، عظیم قوت قلبی، شجاعت، علم عظیم، دعوت وتعلیم، ہدایت اور ارشاد کامل خیر خواہی، بندوں پر شفقت ورحمت، حلم وصبر واسع اور یقین کامل وغیرہ، لہٰذا تمام انبیاء تمام مخلوقات سے علم واخلاق میں بڑھ کر ہیں ان میں سے سب سے زیادہ اعمال وآداب کے لحاظ سے مکمل ہیں عقل مندی کے اعتبار سے سب سے بلند ہیں اور سب سے زیادہ صحیح آراء انہی کی ہوتی ہیں۔

سب لوگوں سے زیادہ کریم اور شریف النفس وہی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے چن لیا، انہیں پاک کیا اور سب پر فضیلت دی اور سب سے اعلیٰ ان کو بنایا۔ انہیں کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی، انہیں کے ذریعے لوگوں کو اللہ کی توحید کا علم ہوا انہیں کے ذریعے لوگوں کو صراط مستقیم کی معرفت حاصل ہوئی۔ اور انبیاء کے نقش قدم پر چل کر ہی اہل ایمان جنت کی دائمی وابدی نعمتوں تک پہنچ سکتے ہیں، لہٰذا بندوں پر واجب ہے کہ رسولوں پر ایمان لائیں۔ اور وہ جو کچھ بھی لائے اس پر یقین کریں۔ اس

کی تصدیق کریں، بندوں پر واجب ہے کہ ان کے ساتھ محبت کریں، ان کو تقویت دیں ان کا احترام وتکریم کریں، ان کی توقیر کریں، ان کی پیروی کریں اور زندگی میں ان کو نمونہ بنائیں۔

درج بالا خصوصیات تمام انبیاء کو حاصل رہیں جب کہ ہمارے نبی ﷺ کو مذکورہ اوصاف اعلیٰ واکمل طور پر ملے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنے کمالات عطا کیے جن کی وجہ سے آپ کو دیگر انبیاء ورسل کی نسبت زیادہ اہمیت وافضلیت ملی۔

آپ ﷺ کی نسبت آپ کی امت پر فرض ہے کہ وہ اپنی اولاد ومال بلکہ اپنی جانوں سے بھی زیادہ اور سب لوگوں سے زیادہ آپ سے محبت کریں آپ کے حقوق ادا کریں، جو آپ کی شریعت کے تعلّم وتعلیم سے پورا ہوگا اور ظاہری وباطنی امور میں آپ کی اتباع کرنے سے آپ کا حق ادا ہوگا اور وہ یہ اعتقاد رکھیں کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں اور تمام مخلوقات سے افضل ترین ہیں اور یہ کہ آپ تمام مخلوقات سے زیادہ سچے اور ان سب سے زیادہ ان کے خیر خواہ اور ہر اچھی صفت اور ہر اچھی عادت میں ان سب سے بڑھ کر ہیں۔

نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے دین مکمل کیا اور اہل ایمان پر آپ کے ذریعے نعمت کی تکمیل کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کا سینہ کھول دیا اور آپ کے گناہ معاف کر دیے اور آپ کا ذکر بلند کیا۔ اور آپ کو ایسے خصائص کے ساتھ خاص کیا جو آپ سے پہلے کسی رسول یا نبی کے حصے میں نہیں آئے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی کی تائید واضح آیات، ظاہری معجزوں، قطعی ثبوتوں اور چمکتی ودمکتی روشنیوں کے ساتھ کی۔

صادق وامین:

رسول اللہ ﷺ کی صفات ہی آپ کے صدق کی سب سے بڑی دلیل ہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ ﷺ کو جس ہدایت ورشد ورحمت کے ساتھ اور جن علوم ربانیہ، معارف الٰہیہ، ظاہری وباطنی خدمات الٰہیہ کہ جو دلوں کے تزکیہ کا باعث ہیں جو اخلاق کی نشونما کا ذریعہ ہیں جن کا ثمرہ ہر خیر کی صورت میں نکلا یہ آپ کی رسالت کے سب سے بڑے ثبوت ہیں اور یہ ساری خصوصیات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آپ کو عطا ہوئی ہیں۔

آپ ﷺ جو سب سے بڑا زندہ جاوید معجزہ لائے وہ قرآن عظیم ہے۔ اس میں بے شمار علوم غیب وحاضر ہیں اور ظاہری وباطنی علوم ہیں اور دین ودنیا وآخرت کے علوم بھی ہیں اور ہر خیر کی طرف ہدایت بھی اس میں ملتی ہے اور ہر شر سے بچنے کے لیے تنبیہ واحتیاط بھی اس میں شامل ہے اور سب سے بہترین راستے اور سب سے بہترین نمونے اور سب سے زیادہ تقرب کے وسیلے اور سب سے زیادہ راجح دلیلیں اس بات کی دلیل اور بہترین گواہ وثبوت ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور محمد ﷺ قرآن کو لانے والے اللہ ہی کے فرستادہ ومبعوث ہیں۔

یہ قرآن اللہ حکیم وحمید کی طرف سے نازل شدہ ہے اور اس کو لانے والا آخری نبی صادق وامین محمد ﷺ وہ عظیم ہستی ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا:

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾

''اور وہ (آخری رسول ﷺ) اپنی خواہش سے نہیں بولتے وہ صرف وحی الٰہی سے (بولتے) ہیں۔'' (النجم: ۳، ٤)

اسی لیے ہم کہتے ہیں اللہ اور رسول ﷺ پر ایمان لانے کا تقاضا ہے کہ اس قرآن عظیم پر بھی ایمان لایا جائے جو اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو نازل کیا گیا ہے وہ مخلوق نہیں ہے۔اسی (اللہ) سے اس کتاب کی ابتدا ہوئی اور اسی کی طرف یہ لوٹے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں سچا کلام کیا ہے۔

اسے جبرئیل علیہ السلام محمد ﷺ تک لائے اور محمد ﷺ نے اپنی امت تک پہنچایا تو پھر امت نے اسے حرف بحرف نسل در نسل اور ہر زمانے میں منتقل کیا، اسی لیے یہ قرآن متواتر ہے اور ایسا متواتر ہے کہ نقل شدہ کوئی کلام بھی تواتر میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا یہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے نازل کیا اور اس کی حفاظت کی ضمانت دی اور قرآن پر مکمل ایمان لانے کی یہ صورت بھی ہے کہ ہر اس خبر پر ایمان لایا جائے جو قرآن نے اللہ کے متعلق دی ہے نیز مخلوقات کے متعلق اور تمام امور غیب وغیرہ کے متعلق بھی جو خبریں ہیں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ کوئی صحیح خبر قرآن کی مخالفت کرے یا قرآن میں کوئی ایسی خبر ہو جو علم محسوس کے خلاف ہو بلکہ یہ یقین ہونا چاہیے کہ قرآن کے خلاف جو کچھ بھی ہو وہ بذات خود باطل ہے۔قرآن کے ساتھ مکمل ایمان تب ہی ہو سکتا ہے جب اس کے معانی کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔اور قرآن کی ہر دلالت کے ساتھ عمل کر کے بھی قرآن پر ایمان مکمل ہونے کا ایک ذریعہ ہے اور یہ کمال ایمان قرآنی اخبار کی تصدیق ،قرآنی احکام کی اتباع اور قرآنی نواہی سے اجتناب کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن کا وصف یہ بیان کیا ہے کہ سینوں میں جو امراض شبہات وشہوات ہیں ان سے شفاء کا باعث ہے۔اور اس پر ایمان لانے

والوں کے لیے یہ باعث ہدایت و رحمت ہے۔

یہ مقدس کلام ہر چیز کی وضاحت کرتا ہے پس لوگ دینی و دنیوی لحاظ سے جس چیز کی وضاحت کے محتاج ہوں قرآن اسے خوب کھول کھول کر مکمل طور پر بیان کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعے حکم دیا ہے کہ ہر متنازع معاملے میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف رجوع کیا جائے تو وہ جھگڑوں کے فیصلے کریں گے۔ اور قرآن اپنے صریح الفاظ یا انواع واقسام کے معانی کہ جن کی وضاحت سنت مطہرہ نبویہ نے کر دی ہے کے ذریعے تمام متشابہہ مسائل حل کر دیتا ہے۔ نبی ﷺ نے قرآن کے متنوع معانی کی وضاحت کر دی اور اپنی امت کے لیے اس کی مکمل تبلیغ وتکمیل کی اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن کے معانی میں تدبر وتفکر کرنے کا حکم دیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی کہ قرآنی احکام سب سے احسن احکام ہیں اور اس کی اخبار سب سے زیادہ سچی ہیں اور اس کے مواعظ ونصائح ہر قسم کے دیگر مواعظ ونصائح سے زیادہ کامیابی کا باعث ہیں۔مخلوقات جس چیز کی محتاج ہوں قرآن ان کے لیے مکمل رہنمائی پیش کرتا ہے اور اس میں تمام علوم کی مفصل توضیح موجود ہے۔

حکمت احکام اور اتقان کے لحاظ سے یہ کتاب محکم ہے۔اس کتاب کے حسن نظم کی کوئی مثال نہیں ملتی۔قرآن کلی طور پر اپنے حسن بیان اور سچی اخبار لانے میں ایک جیسا ہے۔ اور اس کے سب احکام ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور توضیح وتصریح کے لحاظ سے قرآن کے بعض احکام محکم ہیں اور اجمال واطلاق کے لحاظ سے اس کے کچھ احکام متشابہہ ہیں۔

ہر متشابہ حکم کو محکم حکم کی طرف لوٹانا واجب ہے تاکہ معاملہ واضح ہو جائے اور شک زائل ہو جائے۔ قرآن میں علم دلیل بھی ہے اور مدلولات کا علم بھی ہے۔ قرآن کریم نقلی، عقلی اور فطری تینوں قسم کی دلیلوں کا مرقّع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بندوں کے لیے تمام منافع اور خیرات بھر دی ہیں۔

یوم آخرت پر ایمان

اللہ پر، اس کے رسولوں پر اور اس کی کتابوں پر ایمان تب مکمل ہو گا جب روز آخرت پر بھی ایمان ہو اور روز آخرت سے مراد کتاب وسنت میں جو کچھ بھی موجود ہے جو مرنے کے بعد پیش آئے گا، قبرو برزخ، قیامت ، جنت ودوزخ اور ان موضوعات کے سب متعلقات ولوازمات کے ساتھ ایمان لانا روز آخرت کے ساتھ ایمان لانے میں شامل ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی بکثرت متواتر احادیث موجود ہیں جن میں ، قبر کے امتحان، عذاب اور نعمتوں کا ذکر ہے۔ مزید برآں یہ کہ قبر میں دفنانے کے بعد میت کی روح لوٹائی جاتی ہے اور اس سے اس کے رب، اس کے نبی اور اس کے دین کے متعلق سوال ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو قول ثابت (لا الہ الا اللہ) کے ذریعے ثابت قدم رکھتا ہے۔ مومن ہر سوال کا جواب صحیح دیتا ہے وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے، محمد ﷺ میرے نبی ہیں اور اسلام میرا دین ہے۔ تب اس کی قبر کو وسیع کر دیا جاتا ہے اور مومن کے لیے قبر میں روشنی کر دی جاتی ہے، قیامت تک اس پر نعمتیں نازل ہوتی رہتی ہیں۔ ایسے ہی اوصاف سنت نبویہ مطہرہ میں بیان ہوئے ہیں۔

جب کہ کافر اور منافق اپنے کفر و نفاق کی وجہ سے صحیح جواب نہیں دے سکتے۔ تو اس پر اس کی قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے اور قیامت تک اس پر عذاب مسلسل رہتا ہے اور گنہگاروں کو ان کی قبروں میں ایک مدت تک ان کے گناہوں کی مقدار کے مطابق عذاب دیا جاتا ہے، پھر ان سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے۔

ان میں کچھ سے شفاعت یا دعا یا صدقہ وغیرہ کے نتیجے میں عذاب ہٹایا جاتا ہے۔ پھر جب انسانوں کی دنیاوی زندگی مکمل ہو جائے گی اور وہ سب مر جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو صور میں دوسری پھونک مارنے کا حکم دے گا تو وہ اپنی قبروں سے نکل کر محشر کی طرف چل پڑیں گے ننگے پاؤں، ننگے بدن اور غیر مختون وہ سر جھکائے کسی غیبی پکار پکارنے والے کی طرف جا رہے ہوں گے گویا وہ کسی نشان زدہ پتھر کی طرف رواں دواں ہوں۔

جس دن متقی و پرہیز گار اپنے رب کی طرف جمع ہونے کے لیے چل پڑیں گے اور مجرموں کو جہنم کی طرف ہانکا جا رہا ہو گا۔ گویا وہ گھاٹ کی طرف جا رہے ہوں وہ بہت ہی ہولناک مقام پر اکٹھے ہو جائیں گے انسانی عقلیں اس کی عظمت، ہولناکی، گھبراہٹ اور وحشت و دہشت کا تصور نہیں کر سکتیں۔ تاہم اللہ تعالیٰ مومنوں پر تخفیف کر دیں گے۔

پسینہ

میدان حشر میں لوگ پسینے میں شرابور ہوں گے۔ اور وہ ان کے اعمال کی مقدار کے مطابق ہو گا ان میں سے کچھ انسانوں کے ٹخنوں تک پسینہ ہو گا اور بعض لوگ اپنے گھٹنوں تک پسینے میں غرق ہوں گے اور کچھ لوگ ناف تک اپنے پسینہ میں ڈوبے ہوئے ہوں گے اور کچھ لوگوں کی گردنوں تک پسینہ ہو گا اور کچھ لوگوں کی باچھوں تک پسینہ ایسے بہے گا گویا انہیں پسینہ کی لگام پہنا دی گئی ہے۔ سورج ان کے اتنا قریب ہو گا۔ گویا وہ ایک میل کے فاصلے پر ہے مخلوق کو پریشانیاں اور غم و کرب اس قدر ڈھانپے ہوئے ہوں گے جس کی مقدار صرف اللہ جانتا ہے۔

پھر وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کریں گے جو ان کی سفارش ان کے رب کے پاس کر سکے تا کہ انہیں اس حالت سے آرام مل جائے اور اللہ تعالیٰ ان کے درمیان فیصلہ سنا دے وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے، پھر نوح، پھر ابراہیم، پھر موسیٰ پھر عیسیٰ علیہم السلام کے پاس آئیں گے ان میں سے ہر جلیل القدر پیغمبر اپنا اپنا عذر سنائے گا اور اپنے بعد والے کی طرف بھیج دے گا۔ جب سب اگلے پچھلے انسان عیسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچیں گے۔ تو وہ کہیں گے تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ وہ ایسا بندہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہیں۔

سب لوگ محمد ﷺ کے پاس آئیں گے آپ ان کی درخواست قبول کرلیں گے اور ان کی پکار پر لبیک کہیں گے پھر آپ عرش الٰہی کے پاس آئیں گے اور اللہ جل جلالہ کے لیے ایک عظیم وطویل سجدہ کریں گے، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے لیے اپنی ایسی ایسی ثناء، حمد وتسبیحات کے خزانے کھول دے گا جو اللہ تعالیٰ نے اگلوں پچھلوں میں سے کسی پر نہ کھولے تھے اور کہا جائے گا، اے محمد ﷺ اپنا سر اٹھائیں اور آپ اپنی حاجت بیان کریں سنی جائے گی اور آپ مانگیں آپ کو عطا کیا جائے گا اور آپ سفارش کریں آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس مقام محمود پر فائز کریں گے جس میں آسمان وزمین میں بسنے والے اگلے اور پچھلے اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں۔(صحیح مسلم: حدیث شفاعت طویل ہے جس کو ہم نے بخاری کی روایت سے معنوی طور پر نقل کیا ہے۔: ۷۴۱۰)

اللہ تعالیٰ کا فیصلے کے لیے نزول:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلے اور ان کے محاسبہ کے لیے نزول فرمائیں گے، اس گھڑی بندوں کے اعمال نامے اڑنے لگیں گے جو بندوں کے نیک اور برے اعمال پر مشتمل ہوں گے ہر مرد وزن کو اس کا اعمال نامہ دیا جائے گا۔

سعادت مند لوگوں کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کو ان کے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں اور سامنے سے پکڑائے جائیں گے اور سعادت مندوں کے اعمال نامے میں نیکیوں کے بکثرت ہونے کی وجہ سے یہ ان کے لیے پہلی بشارت ہوگی۔

بدبختوں اور بدنصیبوں کو ان کے اعمال نامے ان کے بائیں ہاتھ میں پیچھے سے پکڑائے جائیں گے اور یہ ان کی بدبختی کی بشارت ہوگی۔ جو تمام اگلے پچھلے انسانوں

کے سامنے ان کی رسوائی اور ندامت کا باعث ہو گی۔

جس نے نیکی کی ہو گی اس کو اس کا اجر ملے گا اور جس نے ایک برائی کی ہو گی، اسے اتنی ہی سزا ملے گی اور کفار کا محاسبہ مخلوقات کے روبرو برائے زجر وتوبیخ اور بطور رسوائی ہو گا، پھر انہیں جہنم میں لے جانے کا حکم ہو گا۔

مومنوں پر اللہ کی خصوصی رحمت:

اللہ تعالیٰ کچھ اہل ایمان کا آسان محاسبہ کرے گا اللہ تعالیٰ اپنی توجہ اس پر مرکوز کر کے اس سے اس کے گناہوں کا اعتراف کروائے گا پھر جب بندے کو یقین ہو جائے گا کہ وہ ہلاکت کے قریب ہے تو اللہ تعالیٰ اسے راز داری سے فرمائے گا، بے شک میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں پر پردہ ڈالا تھا اور میں آج تیرے گناہوں کی مغفرت کرتا ہوں چونکہ مخلوقات میں سے کسی کو اس چیز کا پتہ نہ چلے گا، پھر اسے اس کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔

روز قیامت ترازو قائم ہونا

قیامت کے روز ترازو رکھے جائیں گے جن میں نیک وبد اعمال اور اصحاب الاعمال کا وزن کیا جائے گا۔جن کے نیکیوں والے پلڑے بھاری ہو جائیں گے وہ فلاح والے قرار پائیں گے اور جن کے نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہو جائیں گے وہ لوگ خودبخود خسارے پا کر جہنم کا ایندھن بنیں گے۔

لوگوں کی تین اقسام:

① خالص ثواب کے مستحقین:

یہ عذاب سے بالکل محفوظ رہیں گے وہ سبقت لے جانے والے اور دائیں ہاتھ میں اعمال نامے پانے والے ہوں گے۔جنہوں نے دنیاوی زندگی میں اپنے فرائض وواجبات ادا کیے ہوں گے اور محرمات سے اجتناب کیا ہوگا اور ان سے جو گناہ اور معصیت کے کام سرزد ہوئے ان سے توبہ کر لی ہوگی۔

② جو صرف عذاب کے لائق ہوں گے:

یہ لوگ دائمی جہنمی ہوں گے اور یہ سب وہ ہوں گے جو رسولوں کے ساتھ ایمان نہ

لائے مشرک معاندِ (ہٹ دھرم) منکر، منافق، یہودی، عیسائی اور مجوسی وغیرہ اور وہ لوگ بھی ان میں شامل ہوں گے جن کو کتاب وسنت کی نصوص صحیحہ نے دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا ہوگا۔

③ اپنے اوپر ظلم کرنے والے، نیک وبد اعمال کرنے والے:

پھر ان کی تین اقسام ہوں گی:

الف: ان میں سے جن کی نیکیاں ان کی برائیوں سے بڑھ جائیں گی وہ جنت میں داخل ہوں گے۔

ب: جن کی نیکیاں اور برائیاں برابر ہوں گی وہ ''اہل اعراف'' میں سے ہوں گے۔ اور ''اعراف'' جنت اور جہنم کے اوپر ایک بلند جگہ ہوگی۔ جب تک اللہ چاہے گا اعراف والے وہیں ٹھہریں گے، پھر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ذریعے انہیں جنت میں داخل کر دے گا۔

ج: جن کے گناہ ان کی نیکیوں سے زیادہ ہوں گے، وہ اپنے گناہوں کی مقدار کے مطابق جہنم میں جائیں گے۔ پھر اس کے بعد وہ جنت میں چلے جائیں گے۔ ہاں اگر جہنم میں جانے سے پہلے کسی کی شفاعت اس کے کام آ گئی تو وہ سیدھے جنت میں ہی جائیں گے اور جہنم میں جانے سے بچ جائیں گے۔

شفاعت کے حقدار:

① محمد ﷺ شفاعت کبریٰ کریں گے۔

② دیگر انبیاء بھی شفاعت کریں گے۔

③ خاص مومنین بھی گنہگاروں کے لیے شفاعت کریں گے جو جہنم میں جانے کا مستحق ہوگا تو ان کی شفاعت سے وہ جہنم میں جانے سے محفوظ رہے گا۔

④ شہداء اور حفاظ قرآن بھی شفاعت کریں گے، جیسا کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے۔

⑤ نیز جو جہنم میں داخل ہو چکا اور اس کے اعمال کا تقاضا وہاں مزید رہنے کا ہوگا تو وہ کسی کی شفاعت سے اپنی مدت مکمل کرنے سے پہلے ہی جہنم سے نکل آئے گا۔

⑥ کچھ لوگوں کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص سے جہنم سے نکال دے گا۔

پل صراط

روز قیامت جہنم کی پیٹھ پر پل صراط نامی پل رکھ دیا جائے گا۔
لوگ اسے اپنے اعمال کے مطابق عبور کریں گے جو وہاں سے صحیح وسالم گزر جائے گا وہ نجات یافتہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ جہنم میں ایسے کسی آدمی کو نہیں رہنے دے گا جس کے دل میں رائی کے دانے سے تین گنا کم ایمان بھی ہو گا اور جہنم میں صرف اہل جہنم ہی رہیں گے جو دائمی جہنمی ہوں گے ان سے جہنم کا عذاب کبھی کم نہ ہو گا۔

عذاب جہنم کی تفصیل:

اللہ تعالیٰ نے جہنم اور اہل جہنم کی، نہایت خوفناک اور دل دہلا دینے والی تفصیل کتاب وسنت میں بتلائی ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے انواع واقسام کے عذابات اکٹھے کرے گا۔

اللہ تعالیٰ ان کو جلا دینے والی آگ سے عذاب دے گا جو ان کے دلوں پر شعلہ بار ہو گی۔ جونہی اہل جہنم کی کھالیں جل جائیں گی انہیں نئی کھالیں پہنا دی جائیں گی تاکہ وہ نئے سرے سے عذاب کو سہیں اور اس کی شدت سے لطف اندوز ہوں۔ وہاں اہل جہنم کے لیے حد سے بڑھی ہوئی بھوک اور پیاس کا عذاب بھی ہو گا۔

بھوک اور پیاس کے عذاب کی تفصیل:

جہنم میں اہل جہنم کے لیے سب سے بڑا اور ڈراؤنا عذاب بھوک اور پیاس کا ہوگا۔اور جب بھوک اور پیاس سے بلک بلک کرنڈھال ہو جائیں گے تو جس چیز سے ان کی فریادرسی کی جائے گی وہ ان کی بھوک مٹانے اور پیاس بجھانے کی بجائے ان کی بھوک اور پیاس کو مزید دو نہیں ہزار آتشہ کر دے گی وہ بھی عذاب کی ایک ہولناک اور دردناک صورت ہوگی۔

وہ جب پانی کے لیے فریاد کریں گے تو کھولتے پانی سے ان کی فریادرسی کی جائے گی، وہ کھولتے تیل کی طرح ہوگا، اس کی تپش سے ان کے چہرے جھلس جائیں گے لیکن شدت پیاس کی وجہ سے وہ کھولتا پانی پکڑنے پر مجبور ہوں گے، جب وہ منہ کے قریب کریں گے تو ان کی انتڑیاں جل کر ان کے پاخانے کے رستے پیٹ سے نکل پڑیں گی۔ وہ جب کھانے کے لیے فریاد کریں گے تو ان کو آگ میں جوان ہونے والا تھوہر کا درخت کھانے کے لیے دیا جائے گا جس کی تپش پگھلے ہوئے سیسے سے بھی زیادہ ہوگی وہ حرارت اور بدبو کے انتہائی درجے پر ہوگا وہ ان کے پیٹوں کو ہنڈیا کی طرح کڑکڑا دے گا۔جہنمیوں کو آگ کی بیڑیاں پہنائی جائیں گی اور ان کے ہاتھ ان کی گردنوں کے پیچھے باندھے جائیں گے اور بھڑکتی اور دہکتی آگ میں انہیں گھسیٹا جائے گا۔ پھر شعلے مارتی آگ میں انہیں پھینک دیا جائے گا۔

وہ اسی آگ کی لپک، حرارت اور ایسی ٹھنڈ کے درمیان مزے کریں گے کہ جس کی تفصیل کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ وہ ٹھنڈک اپنی قوت سے ان کی ہڈیاں توڑ دے گی، ان کے لیے ہر قسم کے عذابات کو اکٹھا کیا جائے گا، نیز ان کے لیے ایک بڑا عذاب

اپنے رب کے دیدار سے محرومی اور محجوبیت کا ہوگا۔

بلکہ وہ اپنے رب کی رحمت سے مایوسی کا عذاب بھی جھیلیں گے اور ان پر آخری عذاب دائمی وابدی جہنم اور شقاوت سرمدی کا ہوگا۔

جنت اور اہل جنت:

جنت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے کیا کیا لذت، فرحت وسرور آمیز نعمتیں تیار کی ہیں؟ اور اہل جنت کو کیا کیا قلبی، روحانی اور بدنی سرور حاصل ہوگا؟ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کی بیشتر آیات میں جنت اور اہل جنت اور سامان جنت کی تفصیل بیان کی ہے اور آیات میں مطلق اور عمومی طور پر اوصاف جنت کا احاطہ کیا ہے۔ مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾

''ان (اہل جنت) کے لیے اس (جنت) میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے۔ اور ہمارے پاس بہت سی اضافی نعمتیں بھی ہیں۔'' (ق: ٣٥)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ﴾

''اُن لوگوں کے لیے جنھوں نے نیک کام کیے بہتر اور اضافی اجر ہے۔''

(یونس: ٢٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَ نْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَ عْيُنُ﴾

''اور اس (جنت) میں وہ چیزیں بھی ہوں گی جو نفس کو بھاتی ہیں اور آنکھوں

کو لذت دیتی ہیں۔" (الزخرف:۷۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ﴾

"کوئی نفس نہیں جانتا جو ان (اہل جنت) کے لیے آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والی (نعمتیں) مخفی رکھی گئی ہیں۔" (السجدة:۱۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا﴾

"اور جب وہاں نعمتیں اور بڑی سلطنت آپ دیکھیں گے۔" (الدھر:۲۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ﴾

"اور وہ (اہل جنت) کہیں گے تمام تعریفات اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمارے ساتھ کیا ہوا اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں سرزمین بہشت کا وارث بنا دیا جہاں ہم چاہیں جگہ پالیں تو عمل صالح کرنے والوں کا بہت ہی اچھا اجر ہے۔" (الزمر:۷٤)

ان کے علاوہ بھی آیات بکثرت موجود ہیں جو عمومی ہیں جو بدنی نعمتوں، روحانی مسرتوں، دلی فرحتوں اور نفسیانی شہوتوں کو شامل ہیں جن کو کسی آنکھ نے دیکھا نہیں اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ انسانی دل نے سوچا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی نعمتوں کے اوصاف تفصیلاً بیان کیے ہیں پہلے گزر چکا ہے کہ جنت کی سب سے بڑی نعمت رب

تعالیٰ کا دیدار ہوگا جو اہل جنت کو حاصل ہوگا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور رضوان سے لطف اندوز ہوں گے اور اس کا کلام اور خطاب سن کر شاد کام ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا ہے کہ روئے زمین پر جتنے پھل ہیں وہ سب جنت میں موجود ہوں گے لیکن جنت کے پھل دنیاوی پھلوں کے ساتھ صرف ناموں میں مشابہت رکھیں گے جنت کے پھلوں کے حسن ،لذت، ذائقہ اور انہیں پکڑنے اور توڑنے کی آسانی میں دنیاوی پھل کوئی مشابہت نہیں رکھتے۔

اور جنت میں ایسی اشیاء بھی بکثرت ہوں گی جن کی نظیر دنیا میں ہے ہی نہیں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿فِيهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجَانِ﴾

''ان دونوں (جنتوں) میں ہر پھل کی دو دو قسمیں ہیں۔'' (الرحمن: ۵۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُونَ ○ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُونَ﴾

''اور ایسے پھل پیش ہوں گے جو وہ (اہل جنت) منتخب کریں گے اور پرندوں کا گوشت پیش ہوگا جس کی ان کو اشتہاء ہوگی۔'' (الواقعۃ:۲۰۔۲۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا﴾

''اور ان (درختوں) کے پھل مسخر کر دیے گئے ہیں مسخر کرنا۔'' (الدھر: ۱۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ﴾

”اور ان دو باغوں کے پکے ہوئے پھل جھکے ہوئے ہوں گے۔“

(الرحمن: ٥٤)

جنت میں ہر شخص چاہے وہ بیٹھا ہو، لیٹا ہو، کھڑا ہو، چلنے کی حالت میں ہو، توڑے گا اور ان سے لذت محسوس کرے گا۔

جنت کے دریا

اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں جنت کی نعمتوں کے تذکرے کے ساتھ جنت کے دریاؤں کا تذکرہ بھی کیا ہے، جیسے فرمایا:

''وہ ایسے باغات ہوں گے جن کے نیچے دریا بہتے ہوں گے۔ ان دریاؤں کا پانی کبھی بدبودار نہیں ہوگا۔''

② دودھ کے دریاؤں میں دودھ کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوگا۔

③ شراب کے دریا جو پینے والوں کی لذت کے لیے ہوں گے لیکن اس کے پینے سے جنت میں سردردی، نشہ وغیرہ نہیں ہوگا اور نہ پینے والا اول فول کہے گا۔

④ اور صاف کیے ہوئے شہد کے دریا بھی ہوں گے اور ان باغات میں اہل جنت کے لیے انواع واقسام کے پھل ہونگے۔

جنت میں قالینوں کے اوصاف:

اللہ تعالیٰ نے جنت کے بچھونوں کی تعریف یوں فرمائی ہے کہ ان کی اندرونی سطح استبرق (خصوصی ریشم) سے ہی ہوگی تو پھر بیرونی سطح کیسے ہوگی، کیا کوئی عمدگی کا اندازہ کرسکتا ہے؟ اہل جنت کا لباس بھی ریشمی ہوگا اور ان کے زیورات سونے اور

چاندی کے ہوں گے، نیز موتی اور جواہرات سے جڑاؤ کام بھی ہوگا۔جن جواہرات پر سب فخر کریں گے اور اس میں مردوزن سب برابر ہیں۔

جنتی مردوں کی بیویاں حور العین سے ہوں گی جو اخلاق اور حسن و جمال کے پیکر ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں ظاہری وباطنی حسن اکٹھا کر دیا۔ ان کے حسن اور صفائی کی وجہ سے وہ گویا یاقوت اور مرجان ہوں گی اور وہ اپنے خاوندوں کی ہم عمر اور ان سے محبت کرنے والیاں ہوں گی۔ اور ان کی بہت خدمت گزار ہوں گی۔ وہ بڑی لطیف آداب اور حسین حرکات وسکنات والی ہوں گی۔ وہ نہایت شیریں گفتار اور نازک اطراف والی ہوں گی۔

وہ کنواری دوشیزاؤں کی طرح ہوں گی۔ وہ آپس میں انتہائی محبت کے ساتھ رہیں گے ان کے درمیان کینہ وغیرہ نہیں ہوگا بلکہ تمام اہل جنت کے سینوں سے کینہ نکال دیا جائے گا۔ وہ ایک دوسرے کے بالمقابل بستروں پر بھائیوں کی طرح بیٹھے ہوں گے۔ اور ان کی بیویاں تمام آفات بشریہ وخلقیہ سے پاک صاف ہوں گی وہ ظاہری و باطنی میل کچیل سے بالکل پاک ہوں گی وہ ہر لحاظ اور ہر پہلو سے کامل ومکمل ہوں گی۔اور وہ اپنی نگاہیں صرف اپنے خاوندوں پر مرکوز رکھیں گی۔ اور وہ ایسا سلوک اپنے خاوندوں کے حسن اور پاکدامنی کی وجہ سے کریں گی۔ ان کے خاوندوں کی نگاہیں بھی صرف اپنی اپنی حور العین پر مرکوز رہیں گی، کیونکہ حور العین کی خوبصورتی کو سب کی خوبصورتی پر فوقیت حاصل ہوگی۔ کسی حور العین کا خاوند اپنی بیوی کے بدلے کسی اور بیوی کا طالب نہیں ہوگا اور نہ وہ یہ کہے گا اے کاش! میری بیوی کا فلاں وصف دوسرے وصف سے زیادہ مکمل ہوتا۔ کیونکہ جنتی مرد کو اپنی حور العین بیوی کا حسن ایسا نظر آئے گا جو اس کے

دماغ کو حیران کر دے گا حور العین کا اعلانیہ حسن اور مکمل تر و تازگی اس کی عقل کو صیقل کر دینے والی ہو گی۔

جنت کی معاشرت:

جنت میں اہل جنت اپنے پیاروں اور اپنے دوستوں کے ساتھ حسن معاشرت کے ساتھ رہیں گے۔ وہ ایک دوسرے کے دیدار اور ملاقات کے لیے جایا کریں گے اور عمدہ اور شیریں کلام کریں گے اور ان کی گفتگو ایسی ہو گی جس کو سننے کا مد مقابل متمنی ومتشوّق ہو گا۔

وہ اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور برکتوں کا باہمی طور پر تذکرہ کریں گے پہلے اور بعد میں آنے والے سب جنتی ایسا کریں گے وہ صبح شام اللہ تعالیٰ کی تسبیحات کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں پیشاب، پاخانہ اور ہر قسم کی میل کچیل سے پاک کیا ہو گا بلکہ نفوس انسانیہ جس چیز سے نفرت کرتے ہوں گے وہ وہاں نہیں ہو گی۔

نیز ان کا کھایا پیا پسینے کی صورت میں ان کے بدن سے خارج ہو گا لیکن اذفر نامی کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہو گا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ساتھ ان کے وہ آباء وامہات، بیویاں اور اولاد اکٹھے کر دے گا جنہوں نے نیک اعمال کیے ہوں گے، تاکہ ان کی نعمتیں مکمل ہو جائیں اور انہیں کمال درجے کا سرور حاصل ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذَوَاتَآ اَفۡنَانٍ﴾

’’وہ دونوں باغات انواع واقسام کی نعمتوں سے پر ہوں گے۔‘‘

(الرحمن: ٤٨)

نوٹ: (مصنف کتاب یہاں لکھتے ہیں کہ «اَفْنَان، فَنَنٌ» کی جمع نہیں۔ بمعنی ٹہنیاں وشاخیں جیسا کہ جمہور مفسرین کہتے ہیں۔ بلکہ « اَفْنَانٌ» فَنٌّ» کی جمع ہے جس سے مراد تمام انواع اور ہر جنس کی نعمتیں۔لیکن مصنف کی یہ تحقیق قواعد کی رو سے محل نظر ہے کیونکہ 'فَنٌّ' کی جمع فنون آتی ہے بروزن فعول۔جب کہ فَنَنٌ کی جمع اَفْنَانٌ جیسے قَمَرٌ ،قَلَمٌ کی جمع اَقْمَارٌ اَقْلَامٌ اسی طرح فَنٌّ کا تثنیہ فنان تو ہوسکتا ہے افنان کسی طرح نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا اَفْنَانٌ کا معنی کثیر ٹہنیوں والے باغات یعنی گھنے سایہ دار ہی جچتا ہے۔ جہاں تک جنت کی کثیر ومتنوع نعمتوں کا مسئلہ ہے اس کی تائید وتفسیر سے کتاب وسنت بھرے پڑے ہیں بلا اشد ضرورت ایک لفظ کو حقیقی معنی سے مجازی معنی کی طرف لے جانا بے تکا سا لگتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (مترجم)

جو ہر پہلو اور ہر لحاظ سے کامل ترین ہوں گی اور ان نعمتوں کی تکمیل وتقسیم ان کے دائمی ہونے سے ہوتی ہے۔دونوں جہانوں کی جو تفاصیل کتاب وسنت میں موجود ہے، ان سب کا محور ومرکز ایمان بالیوم الآخر بنتا ہے۔

اور ایمان ''بالیوم الآخر'' روز آخرت پر ایمان کے دو درجے ہیں۔

① بلا شک وشبہ اور بلا تردد دوسرے جہان یعنی مرنے کے بعد محاسبہ ہونے کی تصدیق بالیقین اور اس پر ایمان ہونا۔

② ایسی پختہ اور راسخ تصدیق جس کے نتیجے میں انسان عمل صالح ضرور کرتا ہے۔ کیونکہ جب معلوم ہو جائے اللہ تعالیٰ نے اطاعت گزاروں کے لیے کیا کیا ثواب، اجر اور نعمتیں تیار کر رکھی ہیں اور نافرمانوں کے لیے کیا کیا عتاب اور عذاب تیار کر رکھا ہے اور علم بھی ایسا ہو جو دل کی گہرائیوں میں پیوست ہو جائے تو جس کے دل میں ایسا

ایمان پیدا ہو جائے تو وہ ثواب و اجر تک لے جانے والے اعمال پورے عزم واستقلال سے کرے گا اور ایسے اعمال سے احتیاط واجتناب ضرور کرے گا جو عتاب وعذاب کا موجب ہوتے ہیں۔

اہل سنت والجماعت کا اصول:

اہل السنۃ والجماعت کا ایک اصول ہے کہ دین اور ایمان جامع اسم ہے، جو دلوں کے اعتقادات، زبان کے اعتراف اور اعضاء کے اعمال کا مجموعہ ہے۔ اور ایمان گھٹتا بڑھتا ہے اور اہل ایمان کو ایک دوسرے پر عظیم فضیلتیں ملتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں مومنوں کے ایمان کے لحاظ سے تین طبقات بنائے ہیں:

① نیکیوں کی طرف سبقت لے جانے والے:

جو اپنے فرائض وواجبات اور مستحبات ادا کرتے ہیں اور محرمات، مکروہات اور فضولیات چھوڑ دیتے ہیں۔

② اصحاب الیمین (دائیں ہاتھ والے):

جنہوں نے صرف فرائض ادا کیے اور محارم سے اجتناب کیا۔

③ جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا:

نیک وبد ہر طرح کے اعمال کیے امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمت کر دے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ یَّقُوْلُ اَیُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖۤ اِیْمَانًا فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰی رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ﴾

''اور جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو (مذاق کے طور پر) بعض لوگ کہتے ہیں کہ تم میں سے اس (سورۃ) نے کس کا ایمان بڑھایا ہے؟ تو جو لوگ ایمان لائے تو اس (سورۃ) نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور رہ گئے وہ لوگ کہ ان کے دلوں میں بیماری ہے تو یہ (سورۃ) ان کی پلیدی میں مزید پلیدی کا اضافہ کرتی ہے اور وہ کفر کی حالت میں ہی مرتے ہیں۔'' (التوبہ:۱۲۴۔۱۲۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ﴾

''تاکہ وہ اپنے ایمان میں مزید اضافہ کر لیں۔'' (الفتح:٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ یَزِیْدُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اهْتَدَوْا هُدًی﴾

''اور ہدایت یافتہ لوگ ہدایت میں اضافہ کر لیتے ہیں۔'' (مریم:٧٦)

ہدایت کیا ہے؟

علوم ایمان اور اس کے اعمال کے مجموعے کا نام ہدایت ہے۔

اس اصول کی کتاب وسنت میں بے شمار نصوص موجود ہیں۔ یہ حقیقت حواس ووجدان کے ذریعے بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ بے شک اہل ایمان علوم ایمانیہ میں قلت وکثرت اور قوت وضعف یقین میں ایک دوسرے کے مقابلے میں گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور وہ قلبی اعمال میں بھی ایک دوسرے سے مقابلتاً گھٹتے بڑھتے رہتے ہیں اور قلبی اعمال ہی ایمان کے روح ودل ہوتے ہیں جیسے اللہ کی محبت، اس کا خوف، اس سے امید، اس پر توکل، اس کی طرف رجوع، خشوع وخضوع اور تعظیم وتکریم وغیرہ۔

یہ ایک ایسا معاملہ ہے کہ وہ بھی اس میں شک نہیں کرتا جس کے پاس معمولی سی عقل بھی ہو۔ اہل ایمان بدنی اعمال میں بھی ایک دوسرے سے کم یا زیادہ ہوتے رہتے ہیں جیسے نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج چاہے فرض ہوں یا نفل ہوں۔

نیز حقوق اللہ کو بھی قائم کرتے ہیں اور حقوق العباد کو بھی ادا کرتے ہیں جیسے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی اور نیکی اور پڑوسیوں اور اپنے دوستوں کے ساتھ بھی حسن سلوک اور مخلوق پر احسان کرنے میں سب اہل ایمان عظیم تفاوت رکھتے ہیں۔

ایمان گھٹتا بڑھتا نہیں؟

جو لوگ کہتے ہیں کہ ایمان زیادہ ہوتا ہے نہ کم ہوتا ہے تو وہ ایسی بات کہتے ہیں جس کی مخالفت عقل وروایت وحواس اور حقیقت واقع سبھی کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ اگر وہ ایمان کی تفسیر صرف قلبی تصدیق سے کریں تو بھی ہر ایک کی قلبی کیفیت تصدیق ایمانی کے لحاظ سے متفاوت ہوتی ہے۔ اس اصول میں اختلاف کے نتیجہ میں جو ضمنی مسائل پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ گناہ گار اور مرتکب کبیرہ ایمان سے کلی طور پر خارج نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اسے مومن کامل کہا جا سکتا ہے وہ اپنے ایمان کے ساتھ مومن ہے اور جو ایمانی واجبات ترک کر رکھی ہیں ان کی وجہ سے وہ فاسق اور ناقص الایمان ہے۔ اس کے باوجود اس کے پاس جو ایمانی قوت ہے جس کے ساتھ کفر شامل نہیں وہ اسے دائمی جہنمی بننے سے بچاتا ہے۔

کامل ایمان کیا ہے؟

کامل ومطلق ایمان جہنم میں ہمیشہ رہنے سے بچاتا ہے، ہم نے قواعد ایمانیہ میں لکھ دیا ہے کہ اہل ایمان کی مدح وثناء اور ان کے اعمال کے بدلے عمومی ثواب کی خوشخبری اور ان سے عتاب وعذاب کی نفی ایمان کامل کی نشانیاں ہیں جب کہ مومنوں کو جب اللہ تعالیٰ امرونہی اور شریعت کی پیروی کا حکم دے رہا ہوتا ہے تو اس خطاب میں کامل ایمان والے اور ناقص ایمان والے سبھی شامل ہوتے ہیں۔ [1]

اس اصول سے یہ ضمنی مسئلہ بھی نکلتا ہے کہ بندے کے اندر خیر اور شر، محاسن ایمان

[1] مصنف کی کتاب "التوحید الحسان المتعلقه بتفسیر القرآن" ص ۶۰ پر قاعدہ نمبر ۲۸ کا مطالعہ کریں۔

اور خصالِ کفر، یا نفاق موجود ہوتے ہیں۔ اگر اس میں ایمان وخیر کے اوصاف ہوں تو وہ مدح کے لائق ہوتا ہے اور اگر اس میں شر ونفاق کے عیوب پائے جائیں تو وہ قابل مذمت ہوتا ہے۔

اہل سنت والجماعت کا یہ اصول بھی ہے کہ اللہ کی مقرر کردہ قضاء وتقدیر پر ایمان لایا جائے اور ایمان کا یہ رکن ایمان کے پہلے ارکان کا ایک جزو ہی ہے یعنی ایمان باللہ، بکتبہ، برسلہ وبملائکۃ۔

ایمان بالقضاء والقدر کے ذریعے یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور ابتدائے آفرینش ہی سے اس نے قیامت تک ہونے والے سب واقعات کو لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے وہ خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں اگلے ہوں یا پچھلے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے ان واقعات کی مقدار مقرر کی اور ان کے اوقات کی رعایت کرتے ہوئے اپنی حکمت اور قدرت، اپنے اہتمام اور اپنے علم کے تقاضوں کے مطابق انہیں نافذ کیا اور جس طرح کائنات کے سارے واقعات بھی اس کی حکمت اور اس کے علم کے ساتھ مربوط ہیں اسی طرح کائنات کے تمام واقعات اس کی قدرت کے ساتھ مربوط ہیں۔

(یہاں مصنف کی کتاب ''بستان العارفین ....'' ختم ہوگئی اور کتاب کے خاتمہ میں یہ عبارت موجود ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں کائنات میں پیش آنے والے سب واقعات ان کے اوقات کے مطابق اپنی حکمت اور اپنی قدرت کے ذریعے لکھ دیئے اور بیشک بندوں کے افعال کے حقیقی فاعل وہ خود ہوتے ہیں تاہم وہ بھی اللہ کی قضا قدر کے تحت مندرج ہیں۔

لٰہذا تمام مخلوقات کو اللہ ہی نے پیدا کیا اور ان کی تمام صفات کا خالق بھی اللہ ہی ہے۔ وہی اسباب کا بھی خالق ہے اور تمام مسببات کا بھی خالق ہے۔ گویا وہ بندوں کو ان کے افعال پر مجبور نہیں کرتا بلکہ بندوں کے افعال ان کے ارادے اور ان کی قدرت کے ساتھ واقع ہوتے ہیں وہی اپنے اعمال سرانجام دیتے ہیں اور اچھے یا برے اعمال کی جزا وسزا کے مستحق بھی وہی ہوتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

اللہ جو کچھ چاہے وہی ہوتا ہے اور وہ جو نہ چاہے نہیں ہوتا اور بندوں کے سب اچھے اور برے اعمال اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر میں داخل ہیں۔ تاہم وہ بندوں کے ارادے اور ان کی قدرت کے مطابق وجود میں آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے افعال پر مجبور نہیں کرتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لیے سب ظاہری وباطنی قوتیں پیدا کیں ان میں قدرت اور ارادہ بھی ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے منتخب افعال کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر اپنی قدرت کے مطابق انہیں پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔

توحید الوہیت والعبادۃ کے قرآنی ثبوت اور دلائل

جب معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید سب سے بڑا مسئلہ اور سب سے عظیم مسئلہ ہے اور توحید بندوں پر فرض اعمال میں سب سے بڑا فرض اور سب احکام سے افضل حکم ہے۔

اور مخلوق کو اس کی حاجت وضرورت دیگر سب حاجات وضروریات سے زیادہ ہے، لہٰذا مخلوق کی اصلاح وفلاح وسعادت، توحید پر ہی موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں اس پر انواع واقسام کے دلائل وثبوت فراہم کیے ہیں، اللہ تعالیٰ کے یہ دلائل نہایت واضح اور یہ ثبوت اندھیری راتوں میں چمکنے دمکنے والے ہیروں سے بھی زیادہ روشن ہیں۔ ان دلائل میں سے سب سے زیادہ واضح اور روشن دلیل یہ ہے کہ تمام مخلوقات نیک وبد اللہ تعالیٰ کے متعلق معترف ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کے خالق اور تمام کائنات مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی سب مخلوقات کے رزاق ہیں اور دیگر سب مرزوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی کائنات کی تدبیر اور اس میں اپنی مرضی اور مشیئت سے تصرف کرتے ہیں اور سب مخلوقات کے مصرف ومدبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کے مالک ہیں اس کے علاوہ ہر چیز مملوک ہے یہ سارے اعترافات سب سے بڑی دلیل ہیں اس بات کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور عبادت کا مستحق نہیں۔

ہاں!

مگر: چند ملحد، اللہ تعالیٰ کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور معطلہ نامی فرقہ کے پیروکار اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کے تمام اسماء اور صفات صرف الفاظ کی حد تک ہیں عملی لحاظ سے اس کے تمام اسماء وصفات معطل ہیں، کیونکہ اگر اللہ کی فعلی صفات کو عملاً مان لیا جائے تو مخلوق کی صفات کے ساتھ اس کی مشابہت قائم ہو جاتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کی مشابہت سے کلی طور پر پاک ومنزہ ہے۔

سوائے ان ملحدین اور ان کے طریقے پر چلنے والے چند احمقوں کے تمام انسان چاہے وہ مسلمان ہوں یا کافر ہوں اللہ کی توحید کے قائل ہیں۔ اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا اپنی توحید کو ثابت کرنے کے لیے کفار کے اقوال واعترافات کو بطور ثبوت وحجت پیش کیا ہے۔

مثلاً: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ٥ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ٥ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ٥ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾

”آپ (اے پیغمبر) فرمائیں یہ زمین اور جو کچھ اس میں ہے وہ کس کا ہے؟

اگر (اے کافرو!) تم جانتے ہو وہ سب بیک زبان ہو کر ضرور کہیں گے سب کچھ اللہ کا ہے آپ ان کو کہیں کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے؟ آپ ان سے پوچھیں ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم کا رب کون ہے؟ وہ ضرور کہیں گے اللہ ہے آپ فرمائیں کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے آپ ان سے پوچھیں ہر چیز کی ملکیت کس کے ہاتھ میں ہے اور وہی پناہ دیتا ہے اس کے خلاف کسی کو پناہ نہیں دی جاتی اگر تم جانتے ہو وہ ضرور کہیں گے اللہ ہی کے لیے ہے آپ ان سے پوچھیں پھر تم پر کہاں سے جادو ہوتا ہے۔" (المومنون: ٨٤تا٨٩)

بے شمار آیات میں یہ موضوع پایا جاتا ہے کیونکہ یہ واضح ثبوت ہے پہلی نظر میں ہی ذہن اس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے چونکہ جس ذات کی یہ شان اور یہ عظمت ہے، وہی وحدانیت میں منفرد ہے، عبودیت کی مستحق ہے اور وہی خالص دین کے قابل ہے، توحید کے مزید دلائل یہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں یہ بات بتلائی ہے کہ اس کے علاوہ جس چیز کی بھی عبادت کی جائے وہ مخلوق ہے محتاج و بے بس، وہ بندوں کے نفع کا مالک ہے نہ نقصان کا اور نہ ہی ان کے لیے بھلائی مہیا کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی ان کو شر سے بچا سکتا ہے۔ اور جو بھی غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ اپنے معبود کی مدد نہیں کر سکتا اور نہ عبادت کیے جانے والے اپنی مدد آپ کر سکتے ہیں۔

لہٰذا جس کی حیثیت یہ ہو تو اس کی عبادت، اس کا خوف کرنا اور اس سے امید لگانا حماقت، جنون اور کم عقلی ہی کہلائے گی اور ایسے بے حیثیت معبودوں کے ساتھ دل لگانا حماقت کی انتہا ہے، غنی مطلق کے ساتھ دل لگانا واجب ہے کہ بندوں کو جتنی نعمتیں بھی ملتی ہیں وہ اسی کی طرف سے ہوتی ہیں اور جتنی بھلائیاں بندوں کو حاصل ہوتی ہیں

وہ بھی اسی معبود مطلق کی طرف سے ہوتی ہیں اور اپنے بندوں کو مکروہات وشدائد سے بچانے والا بھی صرف ان کا معبود حقیقی ہوتا ہے۔

یہ ایک اور دلیل ہے کہ نیکیاں صرف وہی لاتا ہے اور برائیاں صرف وہی مٹاتا ہے، وہی معبود حقیقی بے قراروں کی دعائیں قبول کرتا ہے اور پریشان حال لوگوں کو ان کے غموں سے نجات دیتا ہے اور مظلوموں کو ظالم کے ظلم سے بچاتا ہے، وہی ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے زمین کو ساکن بنایا اور وہی ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے زمین میں دریا بہائے اور اسی نے ان کی مصلحتوں اور منافع کے لیے زمین کو ہموار بچھونا بنایا اور اسی نے آسمان سے پانی نازل کیا۔ اسی نے پانی کے ذریعے بیج اور پودے اگائے اور گھنے باغات لہلہائے اسی نے پانی کے ذریعے دانے، انگور، گنے، زیتون، کھجور، پھلوں سے لدے ہوئے باغات اور پھل اور گھانس پھونس اگائی جو تمہارے لیے اور تمہارے جانوروں کے لیے زیست کے سامان ہیں۔وہی ہے جو اپنے بندوں کو کھلاتا اور پلاتا ہے اور جب وہ بیمار ہوتے ہیں وہی ان کو شفا دیتا ہے اور وہی زندہ کرتا اور موت دیتا ہے اور جب کسی کام کو کرنے کا فیصلہ کرے تو کہتا ہے ''تو ہو جا'' پس وہ ہو جاتا ہے۔وہ ایسا معبود اور رزّاق ہے جو کھلاتا ہے خود نہیں کھاتا وہ پناہ مانگنے والوں کو پناہ دیتا ہے اس کے خلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ فریادیں سنتا ہے اور فریاد رسی کرتا ہے جس کی فریاد وہ نہ سنے اس کے علاوہ بھی، کوئی اس کی نہیں سنتا۔

وہی ہے جس نے انسان کو پیدا کیا اور اسے تحریر وتقریر سکھلائی اور قرآن سکھلایا اسی نے سورج ، چاند، ستارے متعدد مصلحتوں اور حساب کتاب کے لیے بنائے اس نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو مقرر کیا۔ اور اپنے بندوں کو عدل کرنے کا حکم دیا کہ

انصاف کرنے میں سرکشی نہ کریں۔ وہی ہے جس نے دو سمندروں کو ملایا ایک کا پانی میٹھا، زود ہضم اور خوش ذائقہ ہے، اور دوسرا (پانی) نمکین اور تلخ ہے بہر حال دونوں سمندروں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور تم ان میں سے پہننے کے لیے زیورات نکالتے ہو تم اس میں بادبانی کشتیاں تیرتے ہوئے دیکھتے ہو تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ وہی اللہ ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے آسمانوں اور زمین میں سب کچھ مسخر کر دیا ہے اور ان پر اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کی بارش برسائی اور وہ بندے اپنی گفتار اور اپنی زبان حال کے ساتھ اپنے اللہ سے جو کچھ مانگتے ہیں وہ ان کو دیتا ہے۔

اور وہی ہے جس نے ان کے لیے رات کو لباس بنایا اور دن کو ذریعہ معاش بنایا۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ مِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

”اور اس (اللہ) کی رحمت کا انداز یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم رات کو سکون حاصل کرو اور دن میں اپنے رب کا فضل (رزق وعلم) تلاش کرو اور تم شکر گزار بن جاؤ۔“ (القصص: ۷۳)

وہ اللہ ہی ہے جس نے پانی سے آدمی بنایا پھر اس کا نسب اور سسرال بنایا اور اسی نے اپنے بندوں کو برادریوں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ وہ ایک دوسرے کو پہچان لیں۔ اور وہی ہے جس نے ان کے کان، آنکھ اور دل بنائے اور انہیں ظاہری و باطنی قوتیں عطا کیں۔

وہی ہے جس نے تمہارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم ان کے ذریعے خشکی اور سمندر میں رستے معلوم کرلو۔ اور وہی ہے جس کے ہاتھ میں ملک اور تعریف ہے اور جس کے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر ہے اور وہی عزت وذلت دیتا ہے وہی عطاء کرتا ہے وہی روکتا ہے وہی تنگی لاتا ہے وہی وسعت لاتا ہے۔ اور وہی ہے جس نے مخلوقات کی ابتداء کی اور وہی ان کو لوٹائے گا اور یہ اس پر بہت آسان ہے اور اس کی مثال بہت اعلیٰ ہے۔

وہی ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے چوپائے بنائے ان میں سے کچھ بندوں کی سواری کے لیے ہوتے ہیں اور کچھ کا وہ گوشت کھاتے ہیں اور ان کے لیے چوپایوں میں طرح طرح کے فوائد ہیں اور ان میں سے پینے کے لیے انہیں دودھ ملتا ہے اور جن شہروں تک وہ اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر پہنچ پاتے یہ چوپائے ان کے لیے ان شہروں تک ان کے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ گھوڑے، خچر اور گدھے سواری اور زینت کے لیے بنائے۔ اور وہ ایسی مخلوقات پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ اور وہی ہے جس نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ وہ پہاڑوں، درختوں اور سائبانوں میں اپنے چھتے لگائیں۔ وہی ہے جس نے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے اور اس نے تمہارے جوڑوں سے تمہارے لیے بیٹے اور پوتے بنائے اور اس نے تمہیں پاکیزہ چیزیں رزق میں دیں۔

وہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہارے گھروں کو رہائش بنایا اور اسی نے تمہارے لیے تمہارے چوپایوں کی کھالوں سے گھر (خیمے) بنائے، تم اپنے سفروحضر میں ان گھروں میں رہتے ہو اور چوپایوں کی اون، پشم، اور بالوں میں تمہارے لیے ایک

وقت مقررہ تک لباس اور فائدے کا سامان ہے۔ وہی ہے جس نے تمہارے لیے پہاڑوں میں سائبان بنائے اور تمہارے لیے لباس بنایا جس کے ذریعے تم اپنی ستر پوشی کرتے ہو اور سردی وگرمی سے بچتے ہو اور اس کے ذریعے سے تم اظہار زینت کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تمہارے لیے گھروں کو زندگی میں رہنے کی جگہ اور مرنے کے بعد قبروں کو تمہاری حفاظت کی جگہ بنایا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَمْ نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ٥ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ٥ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ﴾

"کیا ہم نے اس (انسان) کے لیے دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں بنائے اور انہیں خیر وشر کی طرف رہنمائی نہیں کی۔" (البلد: ۸ تا ۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَمْ نَخْلُقكُّم مِّن مَّاءٍ مَّهِينٍ ٥ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَّكِينٍ ٥ إِلَىٰ قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ٥ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقَادِرُونَ﴾

"کیا ہم نے تمہیں ایک حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا پس ہم نے اسے ایک وقت مقررہ تک پختہ مقام پر رکھا پس ہم نے اندازہ کیا اور ہم بہت اچھا اندازہ کرنے والے ہیں۔" (المرسلات: ۲۰ تا ۲۳)

کیا اللہ تعالیٰ نے اس سے بھی بڑی دینی واخروی نعمتوں کے ذریعے فضیلت عطا نہیں کی جو بندوں کے لیے سعادت ابدی کا سبب ہیں۔

کیا اس نے اسلام اور ایمان کے ذریعے اہل ایمان پر احسان نہیں کیا اور ان میں ایک رسول مبعوث کیا جو ان پر اس (اللہ) کی آیات پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اور انہیں سنوارتا ہے اور انہیں اس چیز کی تعلیم

دیتا ہے جو وہ نہیں جانتے۔

کیا اس (اللہ) نے ان (مومنوں) کے لیے سیدھا راستہ واضح نہیں کیا۔ اور ان کے لیے دین مکمل نہیں کیا اور ان پر مکمل ہدایت ہدایت تعلیم، تفہیم وارشاد اور ہدایت توفیق، عمل اور اطاعت کے ذریعے احسان نہیں کیا۔ کیا اس نے انہیں جہالت کی پستیوں اور تاریکیوں سے علم کی روشنی کی طرف نہیں نکالا۔ اور کفر کے اندھیروں سے ایمان کی روشنی کی طرف نہیں نکالا۔ معصیت کے اندھیروں سے اطاعت کی روشنی کی طرف اور غفلت کے اندھیروں سے اس کی یاد کی روشنی کی طرف نہیں نکالا۔ کیا اس نے انہیں نیک عمل کرنے کی سہولت اور برے اعمال سے دوری نہیں عطا کی، کیا اس نے ایمان کو ان کا محبوب نہیں بنایا اور اس کو ان کے دلوں کی زینت نہیں بنایا۔ اور انہیں کفر وفسق اور معصیت سے نفرت نہیں دلائی۔ اپنے فضل ونعمت کے ذریعے ان کو نیکوکار نہیں بنایا۔ اللہ تعالیٰ جاننے والا اور حکمت والا ہے کیا وہ انہیں ہلاک کرنے والے گناہوں سے نہیں بچاتا اور انہیں شکوک وشبہات اور وہم کے فتنوں سے محفوظ نہیں کرتا۔ کیا وہ ان کے لیے توبہ اور رحمت کے دروازے نہیں کھولتا۔ اور انہیں ایسے اسباب اختیار کرنے کا حکم نہیں دیتا جن کے ذریعے وہ رحمت پالیں اور ان اسباب کے ذریعے وہ اپنے رب کے عذاب اور اس کی سزا سے بچ سکیں۔

کیا اس نے ایک نیکی دس گنا نہیں کر دی جو سات سو گنا تک بڑھتی رہتی ہے بلکہ اس سے بھی کئی گنا بڑھ جاتی ہے جب کہ ایک گناہ ایک ہی شمار ہو گا اور بطور انجام کار عفوودرگزر اور مغفرت کر دی جائے گی اور وہی ہے جو بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور برائیاں معاف کرتا ہے اور ان سے صدقات قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی توبہ قبول

کرنے والا مہربان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾

"آپ (اے پیغمبرؐ) فرما دیں (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں کے اوپر ظلم کیا ہے تم اللہ کی رحمت سے مایوس مت ہو جاؤ بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (الزمر: ۵۳)

نیز فرمایا:

﴿وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى﴾

"اور بے شک میں یقیناً بخشنے والا ہوں ہر توبہ کرنے والے اور ایمان لانے والے اور عمل صالح کرنے والے کو پھر جو سیدھے راہ پر چل پڑا۔" (طٰہٰ: ۸۲)

کیا سب امور میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور اس کی رحمت کا پہلو سابق وغالب نہیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حدیث قدسی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"بے شک میری رحمت نے میرے غضب پر غلبہ پالیا۔"

(صحیح بخاری: ۷۵۵۳، صحیح مسلم: ۲۷۵۱)

گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت میں سبقت، احاطہ اور وسعت کے اوصاف بھی پائے جاتے ہیں۔نیز اسے اس لحاظ سے بھی غلبہ حاصل ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے عتاب کے اسباب کمزور پڑ جاتے ہیں جیسا کہ گزشتہ صفحات میں حسنات اور سیئات کی بحث

میں گزر چکا ہے اور اگر بندہ ساری عمر گناہوں میں فنا کر دے پھر کسی لمحے حلق میں روح کے اٹکنے سے پہلے توبہ اور رجوع کر لے اللہ تعالیٰ اس کے سارے گناہ معاف کر دے گا اور اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور رائی کے دانے سے تین گنا کم ایمان بھی جہنم میں ہمیشہ رہنے سے بچا سکتا ہے۔

حالانکہ کفار، فجار اور طرح طرح کے گناہ گار خالق حقیقی اللہ عزوجل کو مخالفات و منکرات اور کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کے ذریعے کھلی جنگ کا چیلنج دیتے رہتے ہیں اور وہ ان کو معاف کرتا رہتا ہے اور انہیں رزق پیہم دیتا رہتا ہے بلکہ ان پر انواع واقسام کی نعمتوں کی بوچھاڑ جاری رکھتا ہے اور ان کی زجروتوبیخ کر کے ان کو توبہ کی طرف راغب کرتا رہتا ہے اور انہیں بتاتا ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں تو وہ ان کو معاف کردے گا اور ان کی مغفرت کرے گا۔ سوائے اس حالت کے کہ وہ کفر کی حالت میں اور توبہ کے بغیر مر جائیں اور ان کے اندر ذرے برابر بھی ایمان نہ ہو تب وہ انہیں ابدی شقاوت کی طرف پھیر دے گا، جدھر انہوں نے اپنے لیے پھرنا پسند کیا۔ تو جب مخلوق کو جنتی نعمتیں، فرحتیں اور مسرتیں اور ان کے اسباب اور ان کے مسببات: ظاہری ہوں یا باطنی ہوں، دینی ہوں یا دنیوی ہوں، حاصل ہیں۔ وہ سب کی سب اللہ کی جانب سے ہیں اور وہی ہے جس نے بندوں کی طرف سے بغیر کسی سبب کے یہ سب کچھ ان کو دیا اگرچہ کبھی کبھی اسباب کے ذریعے مخلوق کو نعمتیں اور رحمتیں حاصل ہوتی ہیں تو مذکورہ اسباب بندوں کو مہیا کرنے والا بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

ہر محبوب چیز اللہ کی طرف سے ہے اور تمام ناپسندیدہ چیزوں کو بندوں سے وہی دور کرتا ہے اور وہی دور کرنا آسان بناتا ہے۔ تو جس مولیٰ عزوجل کی یہ شان عظیم ہو اور

اس کی خیر مجسم و محسوس ہو کیا وہ اس بات کا مستحق نہیں کہ خالص عبودیت اسی کے لیے خاص کی جائے اور دلی محبت کے لائق اسے ہی سمجھا جائے، وہ سب عبادت کیے جانے والوں سے اور سب یاد کیے جانے والوں اور سب شکر کیے جانے والوں سے عبادت، ذکر اور شکر کا زیادہ حق دار ہے۔ تو ہلاکت ہو ان ظالموں کے لیے جو ایسی ہستی کے ساتھ اوروں کو شریک ٹھہراتے ہیں جس کی طرف وہ اپنے تمام احوال میں محتاج ہوتے ہیں اور اس کے سامنے وہ اپنے تمام معاملات میں فقیر ہوتے ہیں۔

توحید کے مزید ثبوت

اللہ تعالیٰ نے بتوں اور اصنام کا جو عظیم نقص بیان کیا ہے بلکہ یہ نقص ہر اس چیز میں موجود ہے جس کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جائے کہ معبودان باطلہ کو کسی چیز میں بھی کمال حاصل نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات وہ اقوال وافعال سے بھی محروم ہوتے ہیں۔ اور وہ نہ پیدا کر سکتے ہیں، نہ رزق دیتے ہیں اور معبودان باطلہ کی عبادت کرنے والے بھی یہ اعتراف کرتے ہیں وہ کسی چیز کے مالک نہیں ہوتے اور نہ ہی اصل مالک کے شریک ہوتے ہیں۔

کسی بھی پہلو سے ان کو اللہ پر غلبہ تو دور کی بات ہے معاونت بھی حاصل نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ان معبودان باطلہ کا ہرگز محتاج نہیں اور نہ کسی اور کا وہ محتاج ہے بلکہ وہ سب جہانوں سے غنی اور تعریف کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ﴾

''اور جو لوگ غیر اللہ کو پکارتے ہیں تو وہ (غیر اللہ) کوئی چیز پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں۔'' (النحل: ٢٠)

وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے نفع ونقصان، موت وحیات اور حشر نشر کے مالک

نہیں نہ وہ اپنی مدد کرتے ہیں اور نہ اپنی عبادت کرنے والوں کی مدد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ﴾

''اور ان سے زیادہ گمراہ کون ہے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں جو قیامت تک ان کی پکار نہیں سنیں گے اور نہ ان کو جواب دیں گے اور وہ پکارنے والے کی پکار سے غافل ہیں اور جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا وہ اپنی عبادت کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور ان کی عبادت سے انکار کریں گے۔''

(الاحقاف: ٥-٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ وَ اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الْمَطْلُوْبُ﴾

''بے شک تم اللہ کے علاوہ جن کو پکارتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اور اگرچہ وہ سب اس کے لیے اکٹھے ہو جائیں اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز اچک لے تو وہ اس سے اسے چھڑا بھی نہیں سکتے مانگنے والا اور جس سے مانگا جا رہا ہے دونوں کمزور ہیں۔'' (الحج: ٧٣)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ○ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ

بِهَا اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَا اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا﴾

''بے شک تم جن کو اللہ کے علاوہ پکارتے ہو وہ تمہارے جیسے بندے ہیں تو تم انہیں پکارو اور انہیں تمہاری پکار کا جواب دینا چاہیے اگر تم سچے ہو کیا وہ پاؤں کے ذریعے چلتے ہیں یا کیا وہ ہاتھوں سے پکڑتے ہیں یا وہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ یا وہ کانوں سے سنتے ہیں۔'' (الاعراف: ۱۹٤۔۱۹۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى﴾

''کیا وہ (اللہ) جو حق کی طرف ہدایت دیتا ہے وہ پیروی کا زیادہ حق دار ہے یا وہ، جب تک اسے ہدایت نہ دی جائے وہ ہدایت نہیں دیتا۔'' (یونس: ۳۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾

''ان لوگوں کی مثال جو اللہ کے علاوہ دوست بناتے ہیں اس مکڑی کی طرح ہیں جو گھر بنا کر رہتی ہے اور بے شک سب گھروں سے بودا اور کمزور گھر مکڑی کا ہے اگر یہ جانتے ہوتے۔'' (العنکبوت: ٤١)

زمین پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ جن کی بھی عبادت کی جاتی ہو اس نے ان تمام کے ایسے ہی عیوب اور نقائص بیان کیے ہیں یہ سب کو معلوم ہے حتی کہ جو غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں انہیں بھی اس کا اعتراف ہے، لیکن وہ اس زعم باطل میں مبتلا ہوتے اور وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ جن کی وہ عبادت کرتے ہیں وہ ان کی اللہ کے پاس شفاعت کریں

یا ان کو اللہ کا تقرب دلوادیں ان کا یہ مقصد خبیث ہی ان کو اللہ سے دور کرنے کا سب سے بڑا سبب ہے کیونکہ اللہ کے تقرب کا ذریعہ اس کے محبوب اعمال ہیں۔

صرف ایمان اور توحید خالص کے وسیلے ہی کے ذریعے اس کا قرب مل سکتا ہے، نیز وہ اعمال صالحہ بھی اس کے قرب کا ذریعہ بنیں گے، جو صرف اس کی رضا کے لیے کیے گئے ہوں اور جو شرک کے ذریعے اس کا تقرب حاصل کرنا چاہے تو اسے اللہ کا مزید بعد حاصل ہوگا اس طریقۂ باطلہ وشرکیہ کے ذریعے مشرک اپنے اور اپنے رب کے درمیانی واسطے اور وسیلے کو خود منقطع کر رہا ہے، اس لیے وہ دائمی جہنم کا سزاوار بن گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی۔

توحید کے مزید ثبوت یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو نصرت اور فتح سے شاد کام کرتا رہتا ہے۔ اور اپنے رسولوں کی تکریم اور ان کے پیروکاروں کی حوصلہ افزائی بھی کرتا رہتا ہے۔ جو اس کی توحید کے ساتھ ثابت قدم رہتے ہیں اور ان کو ہر قسم کے شرور اور عقوبات سے بچاتا ہے۔

مشرک قوموں پر اپنے عذابات نازل کرتا ہے جو اللہ کی عبادت کی منکر ہوں، اللہ کے رسولوں کی دعوت کو جھٹلاتی ہیں جب کہ ان تک اللہ اور اس کے رسول کے دین کی دعوت پہنچ جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مشرک اقوام کے سامنے اپنی توحید اور اپنے رسولوں کے سچ کو انواع واقسام کے سچے اور پختہ دلائل اور ثبوتوں کے ساتھ ثابت کیا۔ بہرحال انہوں نے سب کی تکذیب کی، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نافرمانوں پر انواع واقسام کی سزائیں بھیج

دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾

''پس سب کو ہم نے ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑ لیا، پس ان میں سے کچھ پر پتھروں والی ہوا بھیجی اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کو ایک چنگھاڑ نے پکڑ لیا اور ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں سے کچھ کو ہم نے غرق کر دیا اور ان پر اللہ تو ظلم کرنے والا نہیں، لیکن یہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں۔'' (العنکبوت:٤٠)

آمد خاتم الانبیاء ﷺ

تمام انبیاء ورسل کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث کیا اور آپ کو توحید خالص کی دعوت دینے اور شرک سے ممانعت کا حکم ملا۔ زمین پر بسنے والوں میں سے اپنوں اور پرایوں سب نے مل کر آپ ﷺ کا مقابلہ کیا اور آپ کے دشمنوں نے اپنے باطل کی مدد کے لیے اور حق کو جھٹلانے کے لیے عظیم الشان گھناؤنی سازشیں کیں۔ اللہ تعالیٰ نے سب دشمنوں کو ذلیل ورسوا کیا اور اپنے نبی ﷺ اور آپ کے پیروکاروں کی ایسی مدد کی جس کی مثال رہتی دنیا تک نہیں مل سکتی۔ اس میں ایک بہت بڑی نشانی ہے کہ اللہ کا توحیدی دین وایمان ہی سچا راستہ ہے اور اللہ کے علاوہ جن کو پکارا جاتا ہے وہ باطل ہیں اور اس کا آخری رسول ﷺ صادق اور امین ہے اور دیگر سب جو اللہ اور اس کے رسول کے دشمن ہیں وہ سب سے بڑی گمراہی، سرکشی اور بدبختی میں غرق ہیں۔

توحید کی بھی یہ دلیل ہے اور رسول اللہ ﷺ کے سچ کا بھی ثبوت ہے، نیز اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کا حصہ ہے وہ ایمان بالغیب ہے، جس کی حکایت اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب عزیز میں ماضی، حاضر اور مستقبل کے غیب کی خبروں کے طور پر بیان کی۔

اور جو ابتداء سے لے کر موقع بموقع اور وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی ہیں بعینہ جیسے قرآن نے خبر دی جیسا کہ قرآن کریم نے سابقہ امتوں اور ان کی طرف آنے والے رسولوں کے تفصیلی واقعات وحالات بیان کیے۔ رسولوں کی اپنی امتوں میں سے ان کے پیروکاروں اور رسولوں کے دشمنوں کا ایسا تفصیلی تذکرہ حاصل کرنے کا کسی کے پاس کوئی مصدقہ ذریعہ نہیں سوائے اس وحی کے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی۔ اگر کچھ اس کے علاوہ ہے تو وہ چیدہ چیدہ اہل کتاب کے پاس چند ٹوٹے پھوٹے واقعات ہیں جتنا کچھ قرآن نے بیان کر دیا وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسی لیے سابقہ امتوں کے قصے بیان کرنے کے دوران میں یہ وضاحت بھی کی جاتی ہے کہ محمد ﷺ کا دنیا میں تشریف لانا ہی آپ کی رسالت کی قوی دلیل ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَ مَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَ لٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا وَ لٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ وَ مَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَ لٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

”اور آپ (اے محمد ﷺ) مغربی کنارے پر نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دینے کا فیصلہ کیا اور آپ وہاں حاضر نہ تھے لیکن ہم نے نسلیں پیدا کیں تو ان پر طویل زمانہ گزر گیا اور آپ اہل مدین کے رہنے والے نہ تھے کہ آپ ان پر ہماری آیات پڑھتے لیکن ہم رسول بنا کر بھیجتے ہیں اور آپ طور کی طرف

بھی نہ تھے جب ہم نے پکارا تھا لیکن آپ کے رب کی رحمت ہے تاکہ آپ ایک قوم کو ڈرائیں آپ سے پہلے جن کے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔'' (القصص:٤٤ تا ٤٦)

یعنی (اے نبی) ان معاملات کی تفصیل کسی سے مل کر آپ کو نہیں مل سکتی اور نہ ہی ان امور تک رسائی وحی کے بغیر ممکن ہے جو آپ کی طرف کی جاتی ہے۔

اسی طرح سورۂ یوسف میں یہ مضمون مفصل بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ﴾

''(اے محمد ﷺ) آپ ان کے پاس نہیں تھے جب وہ (برادران یوسف) اپنا معاملہ حل کر رہے تھے۔'' (یوسف: ١٠٢)

نیز مریم و زکریا علیہما السلام کے قصے میں بھی یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَ مَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ﴾

''اور آپ (اے محمد ﷺ) ان کے پاس نہیں تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے (قرعہ اندازی کے لیے) کہ مریم علیہا السلام کی کفالت ان میں سے کون کرے گا؟ اور نہ ہی آپ ان کے پاس تھے جب وہ جھگڑ رہے تھے۔''

(آل عمران: ٤٤)

یہ تمام واقعات آپ کی رسالت اور اس توحید کے صحیح ہونے پر دلالت کرتے ہیں

جو آپ لائے کیونکہ ایسے حقائق وحی کے بغیر نہیں مل سکتے۔ وحی سے حاصل ہونے کے بعد یہ واقعات اتنے مفصل بیان ہوئے ہیں۔

اسی طرح فرشتوں کے اوصاف کا بیان، اور ملاء اعلیٰ (جو فرشتے عرش اعلیٰ کے پاس ہیں) آدم علیہ السلام کا واقعہ اور فرشتوں کا ان کو سجدہ کرنا کافی تردد اور سوالات کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (بزبان پیغمبرؐ)

﴿مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ﴾

''اور میرے پاس عالم بالا کا علم نہیں تھا جب وہ جھگڑ رہے تھے۔'' (ص: ٦٩)

ان سب دلائل و براہین سے بڑی دلیل اور بڑا ثبوت کیا ہوسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عظیم کے متعلق صحیح خبریں دیں اور اس کی عظیم صفات کو مفصل بیان کیا اور یہ بھی حقیقت ہے کہ رب العالمین کی صفات کی تفصیل جو قرآن میں ہے۔ قرآن سے پہلے کسی آسمانی کتاب میں نہیں ملتی، حتیٰ کہ اگلوں اور پچھلوں کے اندازے اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات یا ان میں سے کچھ یا ان سے زیادہ بتانے سے عاجز آ گئے۔

سابقہ کتب سماویہ جو دیگر انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں ان سب میں اللہ تعالیٰ کی جتنی صفات بیان ہوئی ہیں وہ سب کی سب قرآن میں موجود ہیں اور ان سے زیادہ بھی قرآن میں موجود ہے جو اس حقیقت کی سب سے بڑی دلیل ہیں کہ یہ دلائل لانے والے رسولوں کے امام اور سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ قرآن سابقہ آسمانی کتابوں کا امین اور مصدق ہے اور اللہ اور مخلوق کی جتنی سچی باتیں کہی گئیں یا کسی سے سچا کلام کیا گیا، وہ قرآن کے اندر موجود ہے۔

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

اگر کہا جائے تم (اے مسلمانو!) اللہ تعالیٰ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی وضاحت کو آپ کی رسالت کی سچائی کا ثبوت کیسے بناتے ہو؟ کیونکہ تم تو محمد ﷺ کی رسالت کے مخالف، اور اس کے منکرین سے بات کر رہے ہو اور تم یہ چاہتے ہو کہ تم ایسی بات کو آپ ﷺ کی رسالت کا ثبوت بنا دو جو صرف مسلمان تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں صرف اہل ایمان تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن تمہیں تو رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کے لیے ایسے براہین ودلائل لانے چاہییں جو آپ کی رسالت کے مخالفین و منکرین بھی تسلیم کریں، بشرطیکہ وہ راہِ انصاف پر چلیں اور وہ ثابت شدہ حقائق کو مان لیں کہ جو تمام قابل اعتبار، اہل عقل مانتے ہیں۔ اس اعتراض کے رد کے لیے متعدد امور کو سامنے رکھنا ہوگا تب بات سمجھ میں آئے گی۔ مثلاً جو بندہ یہ خبریں لایا ہے وہ اُمی ہے جو نہ پڑھتا ہے نہ لکھتا ہے وہ امیوں کے درمیان ہی پرورش پا رہا ہے، کسی پڑھے لکھے کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا نہیں اور نہ ہی اس نے کوئی کتاب پڑھی وہ اسی حالت میں تھا جب وہ یہ کتاب عظیم لایا کہ جس میں یہ عظیم الشان، جلیل القدر اور منظم ومحکم خبریں ہیں۔

① تو محمد ﷺ جس حال میں یہ قرآن لائے اسی پر ہی اگر انصاف کی نگاہ ڈالی جائے تو دیکھنے والے کے لیے آپ کی رسالت کے برحق ہونے کی یہی قوی دلیل ہے، نیز اس پر کہ قرآن میں جو کچھ ہے وہ حق ہے اور اس کو حاصل کر لینا وحی اور رسالت کے بغیر ممکن نہیں۔

② یہ کہ آپ ﷺ نے سابقہ سب آسمانی کتب کی تصدیق فرمائی اور اس سب کی بھی تصدیق کی جو رسولوں نے اپنی امتوں سے کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی سب کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی توحیدی صفات بیان ہوئی ہیں اور رسولوں نے اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ بتایا اور محمد ﷺ جو کچھ لائے ہیں وہ پہلے انبیاء اور ان کی کتابوں کے موافق ہے اور ان کا شاہد ہے، حالانکہ محمد ﷺ کی علمی حالت سب کے سامنے ہے۔

③ اللہ تعالیٰ کے تمام اسمائے حسنیٰ اور صفات علیا کہ جن میں اللہ تعالیٰ کے متعلق بتایا گیا ہے، وہ سب ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور سب ایک دوسرے کو مناسب کہتی ہیں چونکہ ان سب اسماء وصفات کے معانی کمال مطلق پر ہر پہلو اور ہر اعتبار سے دلالت کرتے ہیں کہ جس ذات سے اوپر کوئی کمال نہیں بلکہ عقل مندوں کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی صفات کی طرح کسی اور کی ایک صفت کا تصور کرنے سے بھی قاصر ہیں۔ یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ یہ صفات حق ہیں۔ اور اللہ کا سچا رسول یہ خبریں لایا ہے۔

④ اللہ تعالیٰ کی صفات کے آثار اور ان کے متعلقات کا مشاہدہ تمام لوگ کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی صفات عظمت، ملک، سلطنت کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے جو خبریں دیں ان کا اثر مخلوق پر مشاہد و محسوس ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات علم محیط اور حکمت واسعہ، رحمت، جود وکرم، فریاد رسی، مشکل کشائی، مصائب کی دوری اللہ تعالیٰ کی کمال قدرت، اس کے ارادے کا نفاذ، اس کا کائنات میں کمال تصرف اور تدبیر، یہ اور ان کے علاوہ بھی نبی اکرم ﷺ نے اللہ کی جن صفات کی خبر دی ہے ان صفات کے آثار مخلوق میں مشاہدے میں آتے رہتے ہیں۔ ان کا انکار صرف متکبر اور ہٹ دھرم ہی کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ محکم غیب کے متعلق بتاتے ہیں، مخلوق ان صفات کے اثرات کا اپنے اندر خوب مشاہدہ کرتی ہے، رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کرنے کے لیے یہ دلیل بھی بہت بڑی ہے۔

⑤ جن صفات عظیمہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت رکھنے والوں کے دلوں میں ان کی مقدار کا کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کے لیے جتنی تعظیم پائی جاتی ہے، جس کی کوئی نظیر نہیں اور عارفین کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی جتنی محبت، سرور اور رونق ان صفات کی وجہ سے ہے اس کی نسبت دنیاوی لذتوں کی مثال ایسی ہے جیسے سمندر کی نسبت ایک قطرہ یا اس سے بھی کم۔

مخلوق کی گنتی ان کے خالق کے علاوہ کسی کے بس میں نہیں، یہ عارفین مخلوق کا خلاصہ ہیں اور آداب واخلاق کے لحاظ سے سب لوگوں سے زیادہ اکمل ہیں۔ عقل کے اعتبار سے ان کی آراء سب سے زیادہ راجح اور صواب ہیں۔ اور یہ مقدس عارفین اس دین کے متعلق حادثاتی یا اتفاقی طور پر متفق نہیں ہوئے بلکہ وہ اعتقادی، علمی، یقینی، وجدانی اور ضروری طور پر ان کے ساتھ متعلق ہیں اس اتفاق کی کوئی مثال نہیں جو نبی اکرم ﷺ نے اپنے رب کے کمالات کے بارے میں خبریں دیں یہ ثبوت عظیم آپ کی رسالت کے صدق کی بہت بڑی دلیل اور آپ جس توحید خالص کو لائے اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

اعتراض:

اگر آپ کہیں اکثر مخلوق کسی ناحق پر متفق ہو جاتی ہے تو یہ اس کے صحیح ہونے کی

دلیل کیسے بن جائے گی؟

جواب:

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بات تو یہ بالکل صحیح ہے۔لیکن ہم نے اہل معرفت کے اتفاق کی جو بات کی ہے یہ عام لوگوں کے اتفاق سے کوئی مشابہت نہیں رکھتی، کیونکہ ہم نے پہلے وضاحت کر دی کہ ہمارا دعویٰ یقینی علم اور وجدانی برہان کی بنیاد پر استوار ہے اور صفات باری تعالیٰ کے اثرات میں ان سے غلطی نہیں ہوتی یا وہ بغیر علم کے نہیں ہوتے۔

عام لوگوں میں یہ نقص ہے اور جو ہم گزشتہ سطور میں تفصیل سے بیان کر آئے ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

"اللہ تعالیٰ نے گواہی دی کہ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم انصاف کے ساتھ قائم ہیں اس (اللہ) کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو غالب حکمت والا ہے۔" (آل عمران: ۱۸)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی توحید پر انبیاء، علماء اور فرشتوں کی گواہی کا تذکرہ کیا جو اہل بصیرت ومعرفت ہیں اور یہ توحید اور صدق رسول تمام ثبوتوں سے بڑا ثبوت ہے۔اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرشتوں اور جنت وجہنم کے متعلق خبریں دیں اور ان کی تفاصیل جن امور کی وجہ سے ملتی ہے وہ اس بات کی دلیل ہیں کہ یہ خبریں ایک نبی ورسول کے بغیر لانا ممکن نہیں۔جس کی طرف اللہ تعالیٰ ان باتوں کی وحی کرتا ہے۔

اور مخلوق کے علوم وعرفان ان میں سے کچھ بھی بیان کرنے سے قاصر ہیں لیکن بندوں کے لیے اللہ کی رحمت وہدایت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ خاتم الرسل کے ہاتھ پر یہ نعمتیں بھیجیں جن کی رسالت کامل ترین ہے اور بندوں کو اس کی رحمت سے اتنا ہی حصہ ہے جتنی ان کو ہدایت حاصل ہوتی ہے۔

جہاں تک حاضر و مستقبل کے لیے غیب کی خبروں کا تعلق ہے جب ان میں سے ہر ایک محمد ﷺ اور آپ کی شریعت کی حقانیت کا ثبوت ہے تو پھر سب غیب کی خبروں کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے؟

آپ کی رسالت کے سب قرآنی ثبوت اکٹھے کیے جائیں تو سونے پر سہاگہ اور نور علی نور۔ آپ کی رسالت کی حقانیت کلّی طور پر ثابت ہوگئی۔

قرآن کریم نے محمد ﷺ کے ساتھ جو وعدے کیے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا دین مکمل کرے گا اور آپ کی نصرت کرے گا اور غلبہ آپ کے دین کو ہی ملے گا اور وہ سارے ادیان پر غالب آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے دشمنوں کو ذلیل، مغلوب اور مقہور بنائے گا۔ اس طرح کی آیات بکثرت ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾

”وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ مبعوث کیا تاکہ اسے سب ادیان پر غالب کر دے اور اگرچہ کافروں کو برا لگے۔“ (الصف: ۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ﴾

''وہ (کافر) چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روشنی (دین) کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں اور للہ تعالیٰ اپنی روشنی (دین کو) مکمل کرے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرے۔'' (الصف:۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَنْصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا﴾

''اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے گا۔'' (الفتح: ۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾

''اور تم (اے مومنو!) ان (کافروں) سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ (کفر) نہ رہے اور سب دین اللہ کا ہو جائے۔'' (الانفال: ۳۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَ تُحْشَرُونَ إِلٰى جَهَنَّمَ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) کافروں کو کہہ دیں تم ضرور مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کر دیے جاؤ گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔'' (آل عمران: ۱۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ﴾

''بے شک کافر اپنے اموال اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکنے کے لیے خرچ کرتے ہیں، پس وہ (اپنے) اموال ضرور خرچ کریں گے پھر وہ ان پر حسرت (کا باعث) بنیں گے پھر وہ مغلوب ہو جائیں گے۔'' (الانفال:٣٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾

''اے نبیؐ! آپ کے لیے اللہ تعالیٰ اور آپ کی پیروی کرنے والے اہل ایمان کافی ہیں۔'' (الانفال: ٦٤)

اسی طرح کی بے شمار آیات کتاب عزیز میں موجود ہیں جن میں ان امور عظیمہ اور عہود صادقہ کی خبریں دی گئی ہیں اور وہ اللہ کی بتلائی ہوئی خبروں کے مطابق واقع ہوئے ہیں جس سے مومنوں کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نصیحت اور یاد دہانی کے لیے اپنی نعمت کا تذکرہ فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اذْكُرُوْۤا اِذْ اَنْتُمْ قَلِیْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِی الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ یَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَ اَیَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور تم (اے اہل ایمان) یاد کرو جب تم زمین میں تھوڑے اور کمزور تھے تم ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں اغوا کر کے نہ لے جائیں، پس اس (اللہ تعالیٰ) نے تمہیں جگہ دی اور اپنی نصرت کے ساتھ تمہیں طاقت دی اور تمہیں پاکیزہ رزق دیا تاکہ تم شکر کرو۔'' (الانفال: ٢٦)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

''اے نبیؐ! تمہارے پاس جو قیدی ہیں آپ انہیں فرمائیں کہ اگر اللہ کو تمہارے دلوں کی بھلائی کا علم ہوا تو تمہیں تمہارے نقصان سے بہتر دے دے گا اور تمہاری مغفرت کرے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' (الانفال: ۷۰)

بشارت الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ﴾

''اللہ تعالیٰ نے بے شمار غنیمتیں حاصل کرنے کا تمہارے ساتھ وعدہ کیا، پس اس نے یہ تمہیں دینے میں جلدی کی۔'' (الفتح: ۲۰)

نوٹ:

وقت آنے پر اللہ تعالیٰ نے فوراً اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ صلح حدیبیہ واضح فتح ہے باوجود یہ کہ اس میں ایسی شرطیں تھیں جو اہل ایمان کو ناپسند تھیں۔ پھر اہل ایمان میں سے ہر ایک پر واضح ہو گیا کہ وہ صلح واقعی فتح مبین تھی، اس صلح میں اسلام اور اہل اسلام کے لیے اتنی مصلحتیں تھیں جن کا شمار ممکن نہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ﴾

''اے ایمان والو! بے شک مشرک ناپاک ہیں، لہٰذا اس سال (فتح مکہ) کے بعد وہ مسجد حرام (مکہ مکرمہ) کے قریب نہ پھٹکیں اور اگر تمہیں تنگ دستی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے تمہیں غنی کر دے گا۔'' (التوبة: ٢٨)

نوٹ:

اللہ تعالیٰ کی یہ بشارت کہ وہ ائمۃ الکفر میں سے جسے چاہے گا مومنوں کے ہاتھوں سے ذلیل و رسوا کرے گا اور ان کے خلاف اپنے بندوں کی مدد کرے گا اور ائمۃ الکفر میں سے کچھ کی توبہ قبول کرے گا۔

جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَ يُخْزِهِمْ وَ يَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَ يَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَ يُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ﴾

''(اے مومنو!) تم ان (کافروں) سے قتال کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور اہل ایمان کے سینوں کو ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دلوں کے کینے کو ختم کر دے گا اور اللہ تعالیٰ جس پر چاہے گا مہربانی کرے گا۔'' (التوبہ: ١٤۔١٥)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ﴾

" (اے پیغمبرؐ) آپ کو امر (الٰہی) میں کچھ اختیار نہیں یا وہ ان (کافروں) پر مہربانی کرے۔" (آل عمران:۱۲۸)

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

" عین ممکن ہے کہ اللہ تمہارے اور تمہارے دشمنوں کے درمیان دلی خوشی بنا دے اور اللہ قدیر ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔" (الممتحنة: ۷)

نوٹ:

اللہ نے اپنا وعدہ اور کہی بات پوری کر دی۔

فرمایا:

﴿سَيَقُوْلُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ﴾

" بے وقوف لوگ ضرور کہیں گے ان (مسلمانوں) کو ان کے قبلے سے کس نے پھیرا ہے۔" (البقرة:۱۴۲)

اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے چیلنجوں کے مطابق ان کا مواخذہ اور اپنے رسول کی مدد کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ﴾

" پس ان (کافروں) کی طرف سے اللہ تعالیٰ آپ کو (اے پیغمبرؐ) یقیناً کافی ہو گا۔" (البقرة: ۱۳۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾

"اور اللہ آپ کو (اے پیغمبرؐ) لوگوں سے محفوظ رکھے گا۔" (المائدۃ: ٦٧)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ﴾

"کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندے (محمد ﷺ) کے لیے کافی نہیں۔" (الزمر: ٣٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَ يَمْكُرُوْنَ وَ يَمْكُرُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ﴾

"اور جب کافر آپ کے (اے پیغمبرؐ) خلاف تدبیریں کر رہے تھے تاکہ آپ کو قید کر دیں یا آپ کو قتل کر دیں یا آپ کو نکال دیں اور وہ تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ سب سے اچھی تدبیر کرتا ہے۔"

(الانفال: ٣٠)

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا﴾

"بے شک وہ (کافر) تدبیریں کرتے ہیں تدبیریں کرنا اور میں (اللہ) اپنی تدبیر کرتا ہوں تدبیر کرنا، پس آپ (اے پیغمبرؐ) کافروں کو مہلت دیں میں بھی کچھ عرصے تک ان کو مہلت دوں گا۔" (الطارق: ١٥ تا ١٧)

نوٹ:

بعد میں آنے والا وقت آپ کے لیے نسبتاً پہلے وقت سے بہتر ہوتا ہے۔ جو بھی سیرۃ النبی ﷺ کا دل جمعی سے مطالعہ کرتا ہے اور آپ کے حالات و سیرتِ طیبہ پر غور وفکر کرتا ہے آپ کی زندگی اسی طرح پاتا ہے۔ غلبے، تمکنت اور دین کی اقامت کے لحاظ سے آپ ﷺ کے بعد کے اوقات پہلے اوقات کی نسبت بہت بہتر رہے۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی زندگی کے آخری ایام میں یہ فرمایا:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

"آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمہارے لیے پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔"

(المائدة: ٣)

نیز فرمایا:

﴿الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَ هُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَ مِنْۢ بَعْدُ وَ يَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾

"الم، رومی تھوڑی سی زمین میں مغلوب ہو گئے اور وہ ان (مشرکوں) کے غلبے کے بعد چند سالوں میں پھر غلبہ حاصل کریں گے پہلے اور بعد میں (صرف) اللہ کا حکم (چلتا) ہے۔ اس دن اہل ایمان ضرور خوش ہوں گے۔" (الروم: ١ تا ٤)

نوٹ:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس سورت کی ابتدا میں خبر دی چند سالوں کے اندر اندر

بالکل ایسے ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنقَلَبٍ يَنقَلِبُونَ﴾

''ظالموں کو ضرور معلوم ہو گا کہ انہیں کس کروٹ پر پلٹا جاتا ہے۔''

(الشعراء:٢٢٧)

نیز فرمایا:

﴿وَسَيَعْلَمُ الْكُفَّرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ﴾

''اور کفار ضرور جانیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لیے ہے؟'' (الرعد:٤٢)

نوٹ:

اس وعید کے ذریعے بتلایا گیا کہ دشمنان دین کا انجام ذلت ورسوائی ہو گا اور بالکل اسی طرح ہوا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُونَ ٥ بِأَييِّكُمُ الْمَفْتُونُ﴾

''آپ کو بھی دکھایا جائے گا اور ان (کفار) کو بھی دکھایا جائے گا تم میں سے کون عذاب میں گرفتار ہیں۔'' (القلم: ٥۔٦)

نوٹ:

سب نے دیکھ لیا کہ وہ کفار ہی عذاب میں گرفتار ہوئے اور آخرت میں بھی سب دیکھیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا o اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا﴾

”سو بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے بے شک ہر تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔“ (الانشراح:٥۔٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾

”اللہ تعالیٰ ہر تنگی کے بعد ضرور آسانی لاتا ہے۔“ (الطلاق: ٧)

نوٹ:

بے شک اللہ تعالیٰ معاملات میں مشکلات کے بعد آسانیاں پیدا کرتا ہے اور ہر تنگی اور پریشانی کے بعد اس میں وسعت لاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا﴾

”اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان والوں اور صالحہ اعمال کرنے والوں سے وعدہ کرتا ہے کہ ان کو زمین میں ضرور خلافت دے گا جیسے ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی اور وہ (اللہ) ضرور انہیں ان کے اس دین پر متمکن کرے گا جو اس نے ان کے لیے پسند کیا اور وہ ضرور ان کے خوف کو امن میں تبدیل کرے گا۔ (بشرطیکہ) وہ میری عبادت کریں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔“

(النور: ٥٥)

نوٹ:

اس موضوع پر متعدد آیات ہیں اور تمام تعریفات اللہ کے لیے ہیں۔اس نے اپنے تمام وعدے پورے کیے۔(جب مسلمانوں نے اس کے وعدے پورے کیے) مترجم

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ﴾

”اور بے شک ہم زبور میں نصیحت کے بعد لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔“ (الانبیاء: ۱۰۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾

”آپ (اے پیغمبر ﷺ) پیچھے رہ جانے والے اعراب کو کہہ دیں تمہیں سخت جنگجوؤں کے مقابلے کے لیے بلایا جائے گا تم ان سے قتال کرو گے یا وہ اسلام قبول کرلیں گے۔“ (الفتح: ١٦)

سیدنا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما اور بعد والے نیک خلفاء اور صالح بادشاہوں نے اپنے اپنے زمانے میں مجاہدین کو پکارا اور انہوں نے اپنے امیر کی ہر پکار پر لبیک کہا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾

”بے شک ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی دنیاوی زندگی میں اور جس دن

گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کے دن) مدد ضرور کریں گے۔'' (غافر: ۵۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور ہم پر اہل ایمان کی نصرت واجب ہے۔'' (الروم: ۴۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ﴾

''جن پر ظلم کیا گیا ان کو (قتال کی) اجازت دی گئی ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ ان کی نصرت پر یقیناً قادر ہے۔'' (الحج: ۳۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾

''تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی سچی خواب کو سچا کیا کہ تم ضرور ان شاء اللہ مسجد حرام میں پرامن طور پر داخل ہو گے تم اپنے سروں کو منڈواؤ گے اور اپنے بال ترشواؤ گے۔'' (الفتح: ۲۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ﴾

''اے پیغمبر ﷺ) جب تم لوگ (جہاد سے) ان کی طرف لوٹو گے وہ تمہارے لیے اللہ کے نام کی قسمیں اٹھائیں گے تاکہ تم ان سے اعراض کرو پس آپ

ان سے اعراض کریں۔" (التوبہ: ۹۵)

نوٹ:

اللہ تعالیٰ نے جنگ سے پہلے جو کچھ کہا کہ جنگ کے بعد ایسے ہوگا تو جنگ کے بعد ویسے ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ﴾

"کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم بہت زیادہ ہیں اور ہم غالب ہوں گے۔ بڑا لشکر ضرور شکست کھائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔" (القمر: ٤٤_٤٥)

نوٹ:

اس پیشین گوئی کے بعد جنگ بدر میں ایسے ہی ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ﴾

"ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہوگیا اس کے مال اور اس کی کمائی نے اسے کچھ فائدہ نہ دیا وہ ضرور شعلہ مارتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کی بیوی خشک لکڑیاں اٹھانے والی اس کے گلے میں بان کی رسی (پڑ جائے گی)" (اللھب: ۱تا۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ٥ وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَّمْدُودًا ٥ وَبَنِينَ شُهُودًا ٥ وَمَهَّدتُّ لَهُ تَمْهِيدًا ٥ ثُمَّ يَطْمَعُ أَنْ أَزِيدَ ٥ كَلَّا إِنَّهُ كَانَ لِآيَاتِنَا عَنِيدًا ٥ سَأُرْهِقُهُ صَعُودًا ٥ إِنَّهُ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ٥ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ٥ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ٥ ثُمَّ نَظَرَ ٥ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ٥ ثُمَّ أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ٥ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ٥ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ٥ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ٥ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) مجھے اور اس شخص کو چھوڑ دیں جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے ڈھیروں مال دیا اور حاضر رہنے والے بیٹے دیے اور اس کی سرداری کے لیے راہ ہموار کی پھر بھی وہ طمع رکھتا ہے کہ اسے اور زیادہ دوں ہرگز نہیں وہ تو ہماری آیات سے سخت عناد رکھتا تھا۔ عنقریب میں اسے ایک کٹھن چڑھائی چڑھاؤں گا۔ بے شک اس نے سوچا اور اندازہ کیا سو وہ ہلاک ہو گیا اس نے کیا سوچا پھر وہ ہلاک ہو گیا اس نے کیا سوچا پھر اس نے بغور دیکھا پھر تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔ پھر پھر گیا اور تکبر میں پڑ گیا اور کہنے لگا یہ (قرآن) تو ایک انسانی کلام ہے عنقریب میں اسے جہنم میں جھونکوں گا اور تجھے کیا پتہ؟ وہ «سَقَر» کیا ہے۔'' (المدثر:١١ تا ٢٧)

سورۃ «اَللَّھَبُ» میں اللہ تعالیٰ نے ابو لہب اور اس کی بیوی کی ہلاکت کی خبر دی۔ اور سورۃ المدثر میں اس ایک اکیلے شخص کی ہلاکت کی خبر دی اللہ تعالیٰ کو تو یقیناً علم تھا کہ یہ تینوں مذکورہ اشخاص مرتے دم تک کفر اور اللہ اور اس کے آخری رسول کی دشمنی پر قائم رہیں گے اسی لیے ان کی زندگی میں ان کے بد انجام کے متعلق بتا دیا کہ وہ

مرنے کے بعد جہنم میں گھس جائیں گے۔

ایسے ہی ہوا وہ سب اپنے انجام کو پہنچے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں کہا تھا ویسے ہی ہوا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ﴾

''بے شک ہم مذاق کرنے والوں کو آپ کی طرف سے کافی ہوں گے۔''

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ آپ سے استہزاء کرنے والوں سے میں خود نبٹ لوں گا۔تب اللہ تعالیٰ نے ان پر انواع واقسام کے عذاب نازل کیے جو سیرت نبویہ کا مطالعہ کرتے ہیں یہ حقائق انہیں معلوم ہوتے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ائمۃ الکفر کے مکروفریب کا تذکرہ یوں فرمایا:

﴿فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ﴾

''پس آپ (اے پیغمبرؐ) ان (کافروں) کو بہکتا اور کھیلتا چھوڑیں حتیٰ کہ یہ اس دن سے آملیں جس دن کا انہیں چیلنج دیا جاتا ہے۔''

(الزخرف: ۸۳)

آیت میں فرمایا:

﴿فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ﴾

''پس اگر تم (اے کافرو) ایسا نہ کرو اور تم ہرگز ایسا نہ کرو گے تو تم جہنم سے ڈرو۔'' (البقرة: ٢٤)

نوٹ:

سابقہ امتوں کی طرف اشارہ ہے کہ جس طرح دشمنان دین کو نیست ونابود کیا گیا،

اسی طرح (اے محمد ﷺ) آپ سے دشمنی کرنے والے کافر بھی نیست و نابود ہوں گے یہ تو سابقہ امتوں کے بڑے لشکروں کی نسبت چھوٹا سا لشکر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿جُندٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُومٌ مِّنَ الْأَحْزَابِ﴾

''دیگر لشکروں کی طرح یہ بھی ایک چھوٹا سا لشکر ہے شکست خوردہ۔'' (ص:۱۱)

نوٹ:

چیلنج کے وقت سے لے کر جب تک دنیا قائم ہے یہود موت کی تمنا نہیں کریں گے اور یہی سیاق آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ إِن كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْآخِرَةُ عِندَ اللَّهِ خَالِصَةً مِّن دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۝ وَلَن يَتَمَنَّوْهُ أَبَدًا﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) فرمائیں اگر اللہ کے ہاں تمہارے لیے (اے یہود) لوگوں کی بجائے آخرت کا خالص گھر ہے تو تم موت کی تمنا کرو۔ اگر تم سچے ہو اور وہ اس کی ہرگز کبھی بھی تمنا نہیں کریں گے۔'' (البقرۃ: ۹۴۔۹۵)

نوٹ:

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے واقع ہونے سے پہلے متعدد اشیاء کے متعلق بتایا کہ وہ ہوں گی اور ایسا ہی ہوا۔

① اللہ تعالیٰ کی نصرت اور فتح کی آمد۔

② اللہ کے دین میں لوگوں کا فوج در فوج شامل ہونا۔

③ ایسے حالات میں آپ ﷺ کی موت کا وقت قریب آچکا ہے۔ لہٰذا آپ اپنی حیات طیبہ کا اختتام اپنے رب کی تسبیح وتحمید پر کریں اور استغفار کرتے رہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ○ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا ○فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ إِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا﴾

''جب اللہ کی نصرت اور فتح آئی اور آپ (اے پیغمبر ﷺ) نے لوگوں کو فوج در فوج اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا پس آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کریں اور اس سے مغفرت طلب کریں بے شک وہ توبہ قبول کرنے والا ہے۔'' (النصر:۱ تا ۳)

﴿إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ﴾

''بے شک آپ کا دشمن ہی دم کٹا ہے۔'' (الکوثر:۳)

یعنی اس کا اچھا ذکر اس کے مرنے کے بعد نہیں ہوگا اور اسی طرح ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ إِلَّآ إِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ وَ نَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ أَوْ بِأَيْدِيْنَا فَتَرَبَّصُوْٓا إِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) کہہ دیں کیا تم (اے کافرو) ہمارے لیے دو میں سے کسی ایک بھلائی کا انتظار کر رہے ہو۔ اور ہم تمہارے لیے اس بات کا انتظار کر رہے ہیں کہ اللہ تمہیں بذات خود سزا دے یا ہمارے ہاتھوں سے (سزا دے)

سو تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔"

(التوبہ:۵۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

"اور آپ (اے پیغمبر ﷺ) فرمائیں حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والا ہے۔" (الاسراء:۸۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّ اجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا﴾

"اور آپ (اے پیغمبرؐ) دعا کریں اے میرے رب تو مجھ کو داخل کر سچا داخل کرنا اور تو مجھ کو نکال سچا نکالنا اور مجھے تو اپنے پاس سے مددگار غلبہ عطا فرما۔"

(الاسراء:۸۰)

نوٹ:

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا بعینہٖ قبول فرمائی۔ آپ کو مکہ سے اس وقت نکالا جب اللہ کے دین کی نصرت کے لیے وہاں سے نکلنا ضروری تھا اور وہاں سے نکال کر مدینہ منورہ پہنچایا جہاں دین کے مددگار اور جاں نثار بے شمار تھے اور جو سرزمین دینی سرگرمیوں کے لیے نہایت زرخیز، نتیجہ خیز، مردم خیز اور حوصلہ افزا ثابت ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰٓی اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا

يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾

”آپ (اے پیغمبرؐ) فرمائیں اگر انسان اور جن اکٹھے ہو جائیں تاکہ اس قرآن کی طرح بنا لائیں وہ اس طرح کا نہیں لا سکتے اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں۔“ (الاسراء: ۸۸)

نوٹ:

اور یہ خبر ہر زمانے پر صادق آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾

”بے شک ہم نے ذکر (قرآن) اتارا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔“ (الحجر: ۹)

نوٹ:

یہ حفاظت قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں کو شامل ہے چونکہ اس کے آگے یا پیچھے کہیں سے بھی اس میں باطل شامل نہیں ہوسکتا۔ یعنی اس کے الفاظ اور معانی ہر قسم کی تحریف سے پاک ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾

”یہ (کتاب) ایک دانا اور تعریف کی گئی ہستی (اللہ) کی طرف سے نازل شدہ ہے۔“

نوٹ:

قرآن کی حفاظت ایک محسوس چیز ہے اور سب اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾

”اے ایمان والو! تم میں سے جو اپنے ایمان سے پھر گیا تو عنقریب اللہ تعالیٰ ایسے لوگ لائے گا جن کے ساتھ وہ محبت کرے گا اور وہ اللہ سے محبت کریں گے وہ کافروں پر سخت ہوں گے اور مومنوں کے لیے نرم ہوں گے وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔“ (المائدۃ: ٥٤)

نوٹ:

اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ﴾

”اور ان کے لیے نشانی ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو ایک بھری ہوئی کشتی میں سوار کرایا اور ہم نے ان کے لیے اس جیسی اور چیزیں پیدا کی ہیں جن پر وہ

سوار ہوتے ہیں۔" (یٰس:۴۱۔۴۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

"اور گھوڑے اور خچر اور گدھے تمہاری سواری اور زینت کے لیے ہیں اور وہ (اللہ) ایسی اشیاء پیدا کرتا ہے جن کو تم نہیں جانتے۔" (النحل:۸)

یہ خبر ان مخلوقات پر بھی صادق آتی ہے جنہیں نزول قرآن کے وقت بندے نہیں جانتے تھے اور ان جیسی کوئی چیز اس زمانے میں پہلے سے موجود نہ تھی اور ان آیات کے مصداق وہ ساری ایجادات بھی ہیں جو زمانہ جدید میں سائنسی ایجادات کہلاتی ہیں اور خشکی، سمندر، اور فضا میں جو ایجادات قیامت تک ہوتی رہیں گی۔

ان کے علاوہ جو تخلیقات اور ایجادات سائنس اور الیکٹرونک کے میدان میں ہوئیں جن کو انسانوں نے ایجاد کیا اور پھر اس نے بعد میں آنے والوں کو ان کی تعلیم دی اور آوازیں اور روشنیاں دور دراز مقامات سے منتقل کرنے کی سہولیات دستیاب ہو گئی ہیں۔ آواز اور روشنی کو دور دراز قافلوں تک منتقل کرنے کے لیے نہایت قلیل وقت درکار ہوتا ہے۔

ان آیات اور ثبوتوں پر قرآن کریم نے دلالت کی حتیٰ کہ جو چھوٹا یا بڑا واقعہ رونما ہوتا ہے یا کوئی چھوٹی یا بڑی ایجاد ہوتی ہے تو وہ پہلے سے صراحتاً یا کنایتاً قرآن میں موجود ہوتی ہے۔ یا قرآن کے عموم یا اس کے مفہوم میں بیان ہوتی ہے اور نہ ایسا کوئی علم یا ایجاد ابھی تک آئی اور نہ ہی قیامت تک کوئی صحیح دلیل ایسی آئے گی جو قرآن کی کسی دلیل کے خلاف ہو کیونکہ یہ کتاب ایک دانا اور تعریف کی گئی ہستی (اللہ) کی

طرف سے نازل شدہ ہے۔ اور اس کے علم نے ہر چیز کو گھیرا ہوا ہے ہر چیز میں اس کا ارادہ اور اس کی مشیت نافذ العمل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَى أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ﴾

''آپ (اے نبیؐ) فرما دیں وہ (اللہ) تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیجنے پر قادر ہے یا تمہیں وہ ٹکڑیوں میں بانٹ دے یا تمہارے اندر خانہ جنگی کرا دے اور تمہیں ایک دوسرے کے ہاتھوں مزہ چکھائے۔'' (الانعام: ٦٥)

نوٹ:

موجودہ زمانے میں ہلاکت آمیز ایٹم بم ایجاد کیے جا چکے ہیں ڈائنامیٹ اور بارودی سرنگیں انسان ہی اپنے جیسے انسانوں کو شکار کرنے کے لیے استعمال کر رہے ہیں کہ جونہی اسے کوئی چھو لے یا اس کے قریب جائے تو پھٹ جاتے ہیں۔

کیمیکل یا حیاتیاتی گیسیں جن سے سانس بند ہو جاتی ہے یا خون جاری ہو جاتا ہے آنکھیں چندھیا جاتی ہیں یا اعصاب شل ہو جاتے ہیں اور دل بند ہو جاتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہ ایجادات ان کی خبر لانے والے کے صدق پر دلالت کرتی ہیں اور ان میں یہ تنبیہ بھی آ گئی ہے کہ ایسے آلات ایجاد کرنے کی ضرورت رہے گی جن سے فاصلے مٹ جائیں اور تاریکیاں چھٹ جائیں اس مضمون کو ہم نے اپنی دوسری تصنیف میں

مفصلاً بیان کر دیا ہے۔

(مصنف کی کتاب «الدلائل القرآنیه فی ان العلوم والاعمال النافعه العصریه داخلة فی الدین الاسلامی» کا مطالعہ کریں۔)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ○ يَغْشَى النَّاسَ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾

''اس دن کا انتظار کرو جس دن آسمان ایک واضح دھواں لائے گا جو لوگوں کو ڈھانپ لے گا یہ دردناک عذاب ہوگا۔'' (الدخان: ۱۰۔۱۱)

اہل جنت اور اہل دوزخ کا مکالمہ

اللہ تعالیٰ نے اہل جنت اور اہل جہنم کا ایک دوسرے کو آوازیں دینے کا تذکرہ کیا ہے حالانکہ ان کے درمیان انتہائی دوری ہوگی اور ایک دوسرے کو دیکھنا انتہائی مشکل ہوگا لیکن اس منظر کو موجودہ زمانے کی سائنسی اور الیکٹرونک ایجادات نے سچ ثابت کر دیا ہے اگرچہ نزول قرآن کے وقت قرآن کو جھٹلانے والے اکثر لوگ رسولوں کی پیشین گوئیوں کا مذاق اڑایا کرتے تھے اور ان کو محال تصور کرتے تھے۔ تو اب موجودہ زمانے میں اللہ تعالیٰ نے ایسی دلیلیں اور ثبوت دنیا والوں کو دکھلا دیے ہیں۔ جو قرآن کی تکذیب وانکار کرنے والوں کو جھٹلاتے ہیں یہ بعینہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مصداق ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ﴾

”عنقریب ہم انہیں آفاق میں اور ان کے اپنے اندر ایسی نشانیاں دکھائیں گے جس سے ان پر واضح ہو جائے گا کہ بے شک یہ (قرآن) سچا ہے۔“

(حم السجدة: ۵۳)

نوٹ:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ازل سے ابد تک اپنے بندوں کو ایسی نشانیاں اور دلائل وثبوت دکھا

رہا ہے جو اس کے رسولوں اور کتابوں کے سچا ہونے پر دلالت کرتے ہیں اور وہ دلائل چیخ چیخ کر کہہ رہے ہیں کہ رسل وانبیاء جو کچھ لائے ہیں وہ سچ ہے اور اس کی مخالفت کرنے والے باطل وکاذب ہیں لیکن ضدی، متکبر، ہٹ دھرم اور معاند ہمیشہ سرکشی اور انکار ہی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ﴾

"اور ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بڑی قوت اور لوگوں کے لیے فائدے ہیں۔" (الحدید:۲۵)

نیز فرمایا:

﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾

"اس (اللہ) نے انسان کو وہ علم سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔" (العلق:۵)

نوٹ:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو علوم واعمال نافعہ سکھلائے، انسان ازل سے ان علوم کی چھان بین اور تحقیق وجستجو میں مگن ہے حتیٰ کہ وہ پہنچ گیا جن منازل پر وہ پہنچا لیکن ابھی تک اس کے علمی سفر کا اختتام نہیں ہوا بلکہ وہ جاری ہے اور انسان ترقی کر رہا ہے۔ اور نئی سے نئی ایجادات کے لیے پرعزم ہے۔ یہ سب کچھ اللہ کی طرف سے انسان کو تعلیم دینے میں داخل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں قوتوں اور صلاحیتوں کو مضبوط کیا ہے اور انسان کا اس کے منافع کی دریافت کا کام جاری ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات اقدس ہی ہے جس نے انسان کے اندر صلاحیتیں اور

مواہب پیدا کیے تا کہ وہ اپنے لیے فائدہ مند ایجادات کرتا رہے اور اللہ سبحانہ نے ہی انسان کو یہ تعلیم دی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی آفاق میں نشانیاں ہیں اور انسانوں کے اندر ایسی ایسی نشانیاں ہیں جن کی دریافت سے انسان کو یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ کے رسول جو کچھ لائے وہ حق ہے اگرچہ اکثر مخلوق ان حقائق کو تسلیم کرنے سے انکاری ہے اور وہ گمراہ ہیں۔ یا ان نشانیوں کی دلالت کو وہ نہیں سمجھتے یا ان پر ایسے باطل عقائد ونظریات کا غلبہ ہے جو باطل وفاسد ہیں اور انہیں راہ حق سے پھیرنے کا سبب ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک بڑی نشانی یہ بھی ہے کہ کائنات میں بسنے والی مخلوقات کے اسباب اور مسببات اور نیک وبد کی جزا وسزا کا نظام اور طریقہ ایک ہی ہے اس میں کوئی تبدیلی رونما نہیں ہوتی اور ساری کائنات اللہ کی حکمت وقدرت اور تدبیر کے مطابق ہی جاری ہے اور اس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ تمام تعریفات کے لائق ہے، یہ چیز شرعی اور قدری لحاظ سے لوگوں کے مشاہدے میں ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ایسے مشاہدات بھی کرواتا رہتا ہے کہ وہ اپنے معمول کے نظام سے ہٹ کر کچھ مخلوقات میں تغیر وتبدل کر دیتا ہے اور یہ اس لیے ہوتا ہے تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ کائنات میں مکمل اختیار وقدرت صرف اللہ وحدہ لاشریک کے پاس ہے اور وہ اکیلا ہی کائنات کا رب، رزاق، مالک اور خالق ہے اور تمام مخلوقات اسی کی مشیت وقدرت اور تصرف میں ہے۔ کائنات میں اللہ کا ارادہ مکمل طور پر نافذ ہے اور یہ کہ رسولوں نے جتنے بھی غیبات کے بارے میں جو کچھ بتایا ہے وہ بالکل حق اور سچ ہے لیکن منکر و معاند ہمیشہ رسولوں کی لائی ہوئی سچی خبروں کو جھٹلاتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ وہ اس وقت ان خبروں کو جھٹلاتے تھے جب یہ قرآن نازل ہوا لیکن اس زمانے میں ان کے پاس ان امو

غیب کے متعلق خبروں کی تصدیق کا کوئی ذریعہ یا کوئی مثال موجود نہ تھی۔ جب کہ اب معاملہ اس کے برعکس ہے اب تو ان کے سامنے ایسی ایسی ایجادات آچکی ہیں جو رسولوں کی مکمل تصدیق کرتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے منکروں کے دل ودماغ بالکل ہی پلٹ دیے اور اب تک منکرین رسولوں کی خبروں کی اسی طرح تکذیب کرتے ہیں جیسا کہ وہ نزول قرآن کے وقت کرتے تھے۔

سب سے بڑا علم غیب:

قرآن نے جن امور غیبیہ کے متعلق پیشگی خبر دی ہے ان میں سب سے بڑی خبر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بتا دیا کہ انسان کی اصلاح وسعادت وفلاح دنیوی واخروی صرف اس دین اسلام کی اتباع میں مضمر ہے اور آخری رسول محمد ﷺ کی سیرت اور رہنمائی کی اتباع میں ان کی فلاح ونجات موجود ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس پر کوئی ایک فرد شک وشبہ نہیں کرتا۔ یہی امت جب خلفاء راشدین اور ابتدائی صالح بادشاہوں کے زمانے میں محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت وہدی کی اتباع کرتی تھی اور آپ کی سنن وتربیت کو مشعل راہ بناتی تھی تو تب اس کی دنیا وآخرت کی اصلاح ہوگئی اور وہ قوت، عزت، شان وشوکت عدل ورحمت میں اپنی مثال آپ تھی، نیز انسانیت کے مفاد میں جتنے کمالات ہو سکتے تھے وہ سب کے لیے مستعد تھی۔ پھر جب امت میں فساد پھیلا وہ نبی اکرم ﷺ کی ہدایت وعلمیت وعملیت سے ہٹ گئی تو تب سے اس کو نقص، ضعف، ذلت وندامت نے ڈھانپ لیا اور وہ اپنی ابتدائی حالت میں اس وقت تک نہیں لوٹیں گے جب تک وہ اپنے دین کی طرف نہیں لوٹے گی۔

پھر اس کے مدمقابل اسلام مخالف امتوں کی ترقی وتمدن اور تہذیب وثقافت نے عجیب وغریب انگڑائی لی گویا وہ خوابِ غفلت سے بیدار ہو گئے، انہوں نے ہولناک و حیرت انگیز ایجادات کر لیں۔ لیکن ان ایجادات نے ان کی سرکشی میں اضافہ ہی کیا۔ بالآخر وہ جن ایجادات اور مصنوعات کی بنا پر تمام اقوام عالم پر فخر کرتے تھے، انہوں نے وہ ایجادات تمام کائنات کی تباہی پر لگا دیں ۔ اس صورت میں مسلم امت کے سب حکمران اور علماء عظیم حیرت واستعجاب کا شکار ہیں کہ اس یورپی خطرے کا مقابلہ کس طرح کریں؟ حالانکہ وہ یورپی وطاغوتی خطروں کا مقابلہ صرف رسول اللہ ﷺ کی اتباع کے ذریعے ہی کر سکتے ہیں اور قرآن کی تعلیمات پر بسر وچشم ایمان لانے سے مقابلے میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ ہم تک محمد ﷺ کی رحمت وعدل وشجاعت وعلم وعمل کے جونمونے پہنچے ہیں۔ ہم انہیں پر عمل کر کے ہی دنیوی واخروی نجات کے علمبردار بن سکتے ہیں اور جونمونے ہماری روح اور جسموں کی اصلاح کے لیے فائدہ مند ہیں انہی کو اپنا کر ہی ہم جسمانی اور روحانی شفا پا سکتے ہیں۔ اگر مادی علوم اور مادی قوت پر ہی اعتماد کیا جائے اور دین کو شامل نہ کیا جائے تو اس کا نقصان نفع سے بہت زیادہ ہوگا اور اس کا شر اس کی خیر سے بہت قوی ہو گا۔ اور آپ انصاف کی نگاہ سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ آسمان کی بلندیوں کو چھوتی سائنسی ترقی اگر دینی روح سے خالی ہو تو یہی تنزل حقیقی اور ابدی خسارے کا باعث بن جاتی ہے۔ یہ دنیا ایک خوفناک خطرے سے دوچار ہے اس خطرے کا اختتام وانجام کیسے ہو گا، سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں ۔ (مصنف نے یہ بات آج سے تقریباً سو سال پہلے لکھی ہے اگر وہ دنیا کا موجودہ حال دیکھ لیتا تو کیا کچھ کہتا ہم اللہ سے عافیت طلب کرتے ہیں۔) مترجم۔

قرآن کی وہ پیشین گوئیاں جو حقیقت کا روپ دھار چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بے شمار ہیں جو کہ یہ وضاحت کرتی ہیں کہ عقل والے اور بصیرت والے اس نعمت کبریٰ سے جس قدر حصہ ان کو عطا ہوا ان کو اللہ اتنی ہی ان نشانیوں سے ہدایت ورشد اور انتفاع حاصل کرنے کا موقع عطا کرتا ہے۔

آپ ذرا اس امتِ فطرت کے اماموں اور پیشواؤں کو دی گئی ہدایت پر غور کریں کیا ان سے زیادہ عقل ودانش اور ان سے زیادہ صائب الرائے کوئی آپ کو مل سکتا ہے۔

آپ پھر سوچیں اس امت کی شریعت میں کیا کبھی کسی عقل والے اور دماغ والے نے یہ کہا ہے کہ فلاں مسئلہ فطرت کے خلاف ہے یا عقل کے خلاف ہے۔ ہر وہ انسان جو اس شریعت میں نقص نکالتا ہے اہل بصیرت و عقل اسے دلائل وبراہین عقلیہ ونقلیہ سے سرشار ہو کر سمجھاتے ہیں کہ اصل فساد وشر اور نقص وعیب تیری عقل میں ہے شریعت میں نہیں یا اس کے مقصد اور ارادے میں نقص ہے اگر آپ اس دعویٰ وجواب دعویٰ کی تفصیل پڑھنا چاہیں تو شیخ الاسلام والمسلمین ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب ''العقل والنقل'' کا مطالعہ کریں۔

آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے کیسے نقلی وعقلی دلائل وبراہین کی یلغار کے ذریعے ثابت کیا کہ جو ناداں اس دین کی کسی سنت میں عیب یا طعنہ زنی کرتا ہے وہ خود فاسد وفاتر العقل ہے اور جن چیزوں کو وہ عقلی دلائل کہتے ہیں، درحقیقت وہ جہالت اور خرافات کا مجموعہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پوری نوع انسانیت کو چیلنج دیا ہے کہ وہ اس قرآن جیسی یا اس کے کچھ

حصے جیسی یا اس کی دس سورتوں یا ایک سورت جیسی کوئی سورت بنالائیں اور اگلوں پچھلوں سب کو اکٹھا کرلیں اور وہ سب ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں تب بھی وہ یہ چیلنج ربانی جھٹلا نہیں سکیں گے اور قیامت تک کوئی اس چیلنج کا جواب نہیں دے سکتا یہ مسئلہ بھی بعینہ اسی کی طرح ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کے محکم ہونے کی بابت جو بتایا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ یہ کتاب ہمیشہ ہر نیکی اور صالح عمل کا حکم دیتی ہے اور ہمیشہ برائی اور بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے قرآن کریم کے یہ اوصاف ہر زمانے میں اور ہر وقت ایسے چیلنج کرتے رہے اور اس کے جمیل وصالح ارشادات تمام اوقات واحوال واشخاص کے لیے یکساں درس عبرت ہیں، ہمیں اس کے منکرین اس کے احکام میں سے کوئی ایک حکم مذکورہ اوصاف کے مخالف دکھائیں تو ہم مانیں اور یہ اوصاف قرآن کے نزول کے زمانے میں نازل ہوئے پھر واقعتاً عملی طور پر یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچی کہ کوئی بھی قرآن جیسی ایک سورت بھی نہ بنا سکا۔ اس کا انکار صرف اندھا مقلد، متعصب اور ہٹ دھرم ہی کرتا ہے، یہ قرآن کریم ہر زمانے اور ہر امت کے لیے صالح ہے۔ قابل عمل ہے اور ہر کسی کے فلاح دنیوی واخروی کا ضامن ہے۔ اور تمام امتیں اس قرآن کے علاوہ کوئی ہدایت ورشد کہیں نہیں پاتیں، اللہ تعالیٰ نے اس قرآن کے ذریعے دین کو مکمل کیا اور اس کے ذریعے امت مسلمہ پر اپنی نعمت تمام کی اور یہ بات عقائد واخلاق اور اعمال کی تکمیل کے بعد بالکل صحیح ثابت ہوگئی، نیز تمام حالات اور دین ودنیا کی تکمیل قرآن کی تکمیل کے ذریعے ہوگی۔

ہر عیب، نقص اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب قرآن پر عمل ناقص ہو یا بالکل ختم

ہو جائے۔ یہ جملے اور یہ اصول وقواعد کریمہ تمام نوع انسانیت کو چیلنج دے رہے ہیں کہ قرآن کریم تمام محاسن واوصاف جمیلہ کا مرقع اور ذخیرہ ہے۔ تمام ظاہری وباطنی مصلحتوں اور منفعتوں کا مجموعہ اور خزینہ ہے۔

وہ ہر قسم کے قبائح ومضرتوں سے روکتا ہے، چاہے وہ ظاہری ہوں یا باطنی ہوں، قرآن کے منکرین کم از کم ایک ایسی مثال لائیں کہ جو ان اصولوں کے منافی ہو جو قرآن لایا ہے۔ قرآن نے جن اصول وقوانین کو ہر زمانے میں ہر بشر کے لیے رہنما وپیشوا بنایا ہے بشرطیکہ وہ دلیل صحیح ہو۔

یہ قرآنی اخبار کی صحت کے متعلق ایک لطیف اشارہ ہے قرآنی اخبار ظاہری وباطنی پہلو کے لحاظ سے ہر طرح بصیرت افروز ہیں اور سب لوگ ان کا مشاہدہ عین کرتے ہیں اور ان کی صحت اپنے حواس خمسہ کے ذریعے محسوس کرتے ہیں۔

رہی بات کہ قرآن کی خبریں اور ہدایت، اخلاق، ارواح اور قلوب میں کس طرح اثر کرتی ہیں تو قرآن نے جو کچھ بتایا وہ بالکل صحیح ہے اور اس کا تذکرہ بیان کرنے سے بہت زیادہ اور لامحدود ہے اور اس کا انکار کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

یہ معرفت ہر عقل مند اہل بصیرت ہدایت چاہے علمی ہو یا عملی کے لیے حاصل ہے اور یہ انبیاء ورسل سب لوگوں سے زیادہ پاکیزہ اور سب انسانوں سے زیادہ اپنی گواہی میں سچے ہیں۔ کیونکہ ان کی گواہی علم یقین، وجدان اور حق الیقین کی بنیادوں پر استوار ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بھی خبر دی ہے کہ وہ (اللہ) اپنی مخلوقات کو قرآن کے ذریعے ہدایت کرتا ہے جو بھی سلامتی کی راہوں پر اللہ کی رضا کا طالب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا﴾

’’اور جو لوگ ہمارے دین کے لیے کوشش کرتے ہیں ہم انہیں اپنی راہوں کی ضرور ہدایت دیں گے۔‘‘ (العنکبوت: ٦٩)

تو جو ان دو اوصاف، یعنی اجتہاد کامل اور شوق و لگن سمیت حسنِ قصد اور رضائے الٰہی کے حصول کے لیے کوشاں ہوں اللہ تعالیٰ ضرور انہیں ایسے رستوں کی طرف ہدایت دیتا ہے جو ان کو منزل مقصود پر پہنچا دیتا ہے اور اپنے عزت والے گھر تک بھی۔

عملی ہدایت یعنی علم نافع اور ہدایت فعلیہ، یعنی ہدایت توفیق، حق کی اتباع کے لیے اجتہاد اور حسن القصد کے لوازمات سے ہے وہ ان دونوں سے پیچھے کبھی نہیں رہتے۔ تو جس کی ہدایت میں کمزوری آ گئی یا ہدایت بالکل معدوم ہوگئی تو یہ دونوں اوصاف یا ایک وصف کے گم ہونے کی صورت میں یا ان میں کمزوری کی وجہ سے ہدایت کمزور یا منقطع ہو جاتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾

’’جو بھی ایمان کی حالت میں نیک عمل کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت تو ہم اسے اچھی زندگی عطا کریں گے اور ہم انہیں ان کے اعمال کا ان سے اچھا بدلہ دیں گے جو وہ کرتے تھے۔‘‘ (النحل: ٩٧)

نوٹ:

یہ چیز اہل بصیرت کے مشاہدے میں رہتی ہے کہ جس نے بھی ایمان اور عمل صالح

کو اکٹھا کر لیا چونکہ اس طرز کو اللہ اور اس کا رسولؐ بہت پسند کرتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ دنیا میں اسے پاکیزہ اور نعمتوں سے بھرپور زندگی بسر کرنے کا موقع عطا فرماتے ہیں۔ تاہم اصلی حیات طیبہ تب ہی ملتی ہے جب قلوب طیب ہوں، اور انہیں صحیح [illegible] وسرور اور قناعت کا سلیقہ آ گیا۔ اگرچہ مومن صادق زندگی بھر تنگ دست رہے تو تب بھی [illegible] بیان کردہ یہ پاکیزگی اسے حاصل رہے گی۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس [illegible] کر لیا اور وہ اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

"جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر کے ساتھ مطمئن ہو گئے خبردار کیا اللہ کے ذکر سے دل مطمئن نہیں ہوتے۔" (الرعد: ٢٨)

مومن صادق کو اللہ کے ذکر کے ذریعے اور اس سے انسیت اور اس کی عبادت کے ذریعے اطمینان قلب کا حصول ایک ایسا یقینی معاملہ ہے جس میں اہل ذوق و وجدان کبھی شک نہیں کرتے۔

حلاوت ایمانی کیا ہے؟

جو کچھ اہل احسان، صادق حلاوت ایمانی کا ذائقہ اور حق الیقین، اللہ کے ذکر کے ساتھ انسیت اور اس کے ساتھ اطمینان قلبی، اور پاکیزہ ترین الطاف و انوار سے بھرپور لمحات اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و اتباع کے نتیجے میں رضائے الٰہی کے دلائل و براہین محسوسہ پاتے ہیں۔ یہ لوگ ان امور میں حق الیقین حاصل کر چکے ہیں جو

یقین وایمان وتوکل کا اعلیٰ درجہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ﴾

''اور جوکوئی اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔'' (التغابن: ۱۱)

اللہ کی ضمانت کن کے لیے ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ہر مومن صادق مخلص کو ہدایت قلبی کی ضمانت دی ہے اور کوئی بھی مومن، حقیقی مومن تب ہی ہوگا جب وہ اصول ایمان میں مخلص ومطیع ہوگا اور اس کا ایمان اللہ تعالیٰ کے اوامر واحکام کی اطاعت کا اسے حکم کرتا رہے اور اللہ کی تمام منہیات کوترک کرنے کا خوف دلاتا رہے۔

اور مومن خالص کو اللہ تعالیٰ کی قضا وقدر پر ایمان کے ذریعے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مصائب وآزمائش ''العزیز ، الحکیم ، الرحیم'' کی طرف سے ہوتے ہیں۔ تب بندہ اس پر راضی ہو جاتا ہے اور ان مصائب کو تسلیم کر لیتا ہے اور صحیح اہل ایمان کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہوتی ہے۔

بطور خلاصۂ بحث ہم نے اس کتاب میں اخلاق جمیلہ وحمیدہ پر جتنے بھی قرآنی دلائل ذکر کیے ہیں اور ان پر عمل کرنے کا حکم جب بھی قرآن سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومن مخلص کو اخلاق رذیلہ سے منع کیا ہے تو یہ بھی توحید الٰہی اور محمد ﷺ کی رسالت صحیحہ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کے اتباع کی دلیل ہے۔

۲

النوع الثانی

دوسری قسم

علم اخلاق اور اوصاف حمیدہ

2

دوسری قسم

علم اخلاق اور اوصاف حمیدہ

قرآن کریم علم الآداب و اخلاق کریمانہ اور عقائد صحیحہ پر مشتمل اور نصیحت کی کتاب ہے، بلکہ کامل ترین اخلاق، احسن ترین آداب اور اوصاف عالیہ کی سب سے مکمل کتاب ہے۔

قرآن کریم نے ہر اعتبار سے مذکورہ بالا اوصاف کاملہ و آداب فاضلہ کی طرف رغبت دلائی ہے اور ان کی مخالفت سے ہر اسلوب کے ساتھ زجر و توبیخ کی ہے۔

کائنات میں جو بھی خُلق کامل مل سکتا ہو قرآن کریم میں اس کی طرف رہنمائی ضرور ملتی ہے اور دنیا میں جہاں بھی ادب محمود ممکن ہوگا قرآن کریم نے اس کی طرف ضرور دعوت دی ہے اور اس کی وضاحت کر دی ہے۔

دوسری قسم: ۲

النوع الثانی

علم اخلاق اور اوصاف حمیدہ

قرآن کریم علم الآداب واخلاق کریمانہ اور عقائد صحیحہ پر مشتمل اور نصیحت کی کتاب ہے، بلکہ کامل ترین اخلاق، احسن ترین آداب اور اوصاف عالیہ کی سب سے مکمل کتاب ہے۔

قرآن کریم نے ہر اعتبار سے مذکورہ بالا اوصاف کاملہ وآداب فاضلہ کی طرف رغبت دلائی ہے اور ان کی مخالفت سے ہر اسلوب کے ساتھ زجر وتوبیخ کی ہے۔

کائنات میں جو بھی خُلق کامل مل سکتا ہو قرآن کریم میں اس کی طرف رہنمائی ضرور ملتی ہے اور دنیا میں جہاں بھی ادب محمود ممکن ہو گا قرآن کریم نے اس کی طرف ضرور دعوت دی ہے اور اس کی وضاحت کر دی ہے۔

اخلاق کاملہ وآداب حسنہ کے فوائد:

یہ جس شخص کا معمول بن جائیں اس کا ظاہر وباطن ایک جیسا ہو جاتا ہے۔ اس

دل مقوی ہو جاتا ہے اس کا دل ہمیشہ فائدہ مند اور بلند امور کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ وہ اپنے ذمہ واجب و مستحب حقوق پر قائم رہتا ہے۔ وہ اللہ کے ہاں بھی اور مخلوق کے ہاں بھی محمود بن جاتا ہے۔ ایسا شخص حقیقی اعتماد اور شرف و مجد کا احاطہ کر لیتا ہے۔ وہ ہر قسم کی کدورت اور کینہ سے پاک ہو جاتا ہے۔ وہ ظاہری و باطنی لحاظ سے مستقیم رہنے کا عادی بن جاتا ہے۔ اور فوز وفلاح کے راستے کا راہی بن جاتا ہے۔ اور آداب و اخلاق قرآنی کے زیور سے آراستہ ہو جاتا ہے۔ جس کسی کے پاس ذرہ برابر عقل ہو وہ اس پر شک نہیں کر سکتا کیونکہ شریعت کے محاسن سب سے بڑا گواہ عقل ہے۔

عقل مندوں کو اللہ تعالیٰ نے کیوں مخاطب کیا؟

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں ہمیشہ عقل مندوں اور اولو الالباب کو اسی لیے مخاطب کیا ہے کیونکہ جوں جوں انسان کی عقل پختہ ہوتی جاتی ہے وہ شریعت کے کمالات کا معترف ہوتا جاتا ہے۔

قرآنی منہج و دستور کا جو فضل و کمال ہے وہ وضعی قوانین و احکام میں ہونا محال ہے۔ بلکہ قرآنی منہج کی اکملیّت و افضلیت سے دنیا کے وضعی نظاموں کو ادنیٰ سی بھی نسبت نہیں۔ قرآنی منشور اپنی رفعتوں، علو و تنزیہ میں بے مثال ہے جو بھی قرآنی دستور کا تتبع کرتا ہے اسے ان حقائق کا بخوبی علم ہو جاتا ہے۔

اخلاق قرآنی کے خصائص:

قرآنی اخلاق و آداب کو کائنات کے تمام ادیان و مذاہب کے اخلاق و آداب پر تفوق حاصل ہے یہاں قرآنی اخلاق عالیہ کے چند نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔

① اقوال وافعال میں اللہ کے لیے اخلاص پیدا کرنا۔

② ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی طرف انابت ورجوع کرنا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اخلاص کا حکم دیا ہے اور اہل اخلاص اور اہل انابت کی ثناء بیان کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہی دو گروہ اللہ تعالیٰ کی آیات سے نفع حاصل کرتے ہیں۔

انابت (رجوع الی اللہ):

دل کی پیوستگی اور کشش کو کہتے ہیں۔ یعنی وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو اور ایسی توجہ بندے کو تب ہی حاصل ہوتی ہے، جب بندہ اپنے ہر فعل اور ہر ترک میں اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو جائے جب وہ اپنے ہر معاملہ میں اور اللہ کی عبودیت میں اخلاص پیدا کر لے بلکہ اللہ کی مخلوق کے ساتھ باہمی معاملات اور ان کے حقوق کے قیام میں مخلص رہے۔

بندے کی صحیح طور پر استقامت:

اخلاص اور انابت الی اللہ ہی سے ہو سکتی ہے۔ چونکہ اس کا ظاہر و باطن صرف ہر خالص پر متفق ہوتے ہیں اور اس کا دل قوت انابت سے معمور ہوتا ہے اس لیے اعمال صالحہ پر عمل کرنا اس کے لیے آسان ہوتا ہے۔ نیز وہ اپنے رب سے ثواب عظیم کی بھی امید کرتا ہے۔

دین خیر خواہی کا نام ہے:

یہ حقیقت کسی سے مخفی نہیں کہ خیر خواہی ہی اصل دین ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے تین بار فرمایا ''دین خیر خواہی کا نام ہے'' (مسلم: ٦٥)

تاہم ان دو امور اخلاص اور انابت کے بغیر خیر خواہی ناتمام بلکہ معدوم رہتی ہے پس جو بھی تجھے اللہ کے لیے منیب اور مخلص ملے گا وہ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کی کتاب اور مسلمان ائمہ اور عام مسلمانوں کا خیر خواہ ضرور ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ﴾

''اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔'' (الزمر: ٥٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ﴾

''وہ لوگ اس (رب) کی طرف رجوع کرنے والے ہیں۔'' (الروم: ٣١)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ﴾

''بے شک ان (واقعات) میں ہر رجوع کرنے والے بندے کے لیے ضرور ایک نشانی ہوتی ہے۔'' (سبا: ٩)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾

''اور وہ رجوع کرنے والے دل کے ساتھ (ہمارے پاس) آیا۔''

(ق: ٣٣)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾

’’اور انہیں سوائے اس کے حکم نہیں دیا گیا کہ وہ دین کے لیے مخلص ہو کر اللہ کی عبادت کریں۔‘‘ (البينة: ٥)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾

’’خبردار! دین خالص اللہ ہی کے لیے ہے۔‘‘ (الزمر: ٣)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے افضل لوگوں کے، یعنی نبی ﷺ اور آپ کے مہاجرین وانصار صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا:

﴿يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ رِضْوَانًا﴾

’’وہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رضا تلاش کرتے ہیں۔‘‘ (المائدة: ٢)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۭ بَيْنَ النَّاسِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

’’ان (لوگوں) کے بیشتر مشوروں میں بھلائی کی باتیں نہیں ہوتیں سوائے اس کے جو صدقہ وخیرات یا نیکی یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا حکم دیتا ہے اور اللہ کی رضا کی چاہت میں جو یہ سب کچھ کرتا ہے۔ عنقریب ہم اسے اجر عظیم عنایت کریں گے۔‘‘ (النساء: ١١٤)

مخلص بندوں کی خصوصیات:

① جو بندہ اللہ کے لیے مخلص ہوتا ہے وہ بندہ اپنا دل اس چیز سے معلق کرتا ہے جو دل

لٹکانے والی سب چیزوں سے افضل ہے، یعنی اپنے رب کی رضا اور اس کے ثواب کی طلب میں اس کا دل معلّق رہتا ہے جب اس بندے نے اس مقصد اعلیٰ وارفع پر عمل کیا تو اس پر سب مشکلات آسان ہو گئیں۔

② اور اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق پر اس کے لیے خرچ کرنا آسان ہو گیا بلکہ اسے اس کے نفس کے تمام حقوق مکمل طور پر ادا کرنے کی اجازت مل گئی اور اسے یقین ہو گیا کہ اسے اس چیز کا ایسا معاوضہ مل گیا ہے جس کا کم ہونا آسان تھا اور وہ ثواب عظیم اور بہترین غنیمتوں کا مالک بن گیا۔

③ اخلاص کا ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو دکھلاوے سے بالکل منع کرتا ہے اور ان کی طرف سے مدح کے مطالبے سے دور کر دیتا ہے بلکہ ان کی ذمہ داری واعتباری دور ہو جاتا ہے اور ان کے لیے عمل کرنے سے نفرت کرتا ہے اور لوگوں کی رضا یا ناراضگی اس کے لیے بے معنی چیزیں بن جاتی ہیں اور ان کے ارادے اور ان کی مراد سے وہ لاتعلق ہو جاتا ہے۔ یہی صحیح حریتِ فکر ونظر ہے کہ دل مخلوق میں سے کسی کے ساتھ معلّق ومقید نہ ہو۔

④ اخلاص کا ایک پھل یہ بھی ہے کہ مخلص بندوں کے تھوڑے اعمال غیر مخلص بندوں کے لیے بے شمار اعمال سے بھی افضل ہوتے ہیں۔

⑤ مخلص بندے روز قیامت محمد ﷺ کی شفاعت کے سب سے زیادہ حق دار ہوں گے۔

(صحیح بخاری: ۹۹)

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اپنے دل کے اخلاص کے ساتھ ”لا الٰہ الا اللہ“ کہا وہ ان سات اشخاص میں سے ایک ہو گا جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے

سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے علاوہ کسی چیز کا سایہ نہیں ہو گا۔

ا: وہ دو مرد جو آپس میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے محبت کرتے ہیں اسی محبت پر وہ اکٹھے ہوئے اور اسی محبت پر وہ جدا ہو گئے۔

ب: وہ مرد جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو اس کی آنکھیں بہہ پڑیں۔

(صحیح بخاری: ١٤٢٣)

② مخلص بندے کو اللہ تعالیٰ جتنی مصیبتوں اور مضرتوں سے بچاتا ہے اتنی مصیبتوں اور مضرتوں سے اللہ تعالیٰ اور کسی کو نہیں بچاتا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ﴾

"اسی طرح تاکہ ہم اس (یوسف علیہ السلام) سے برائی اور بے حیائی کو دور کر دیں بے شک وہ ہمارا مخلص بندہ تھا۔" (یوسف: ٢٤)

«الْمُخْلَصِيْنَ» کو لام کی کسرہ کے ساتھ اور لام کی فتحہ کے ساتھ دونوں طریقوں سے پڑھا گیا ہے۔

دونوں طریقوں سے قراءت کرنے سے وہ ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہی بنتے ہیں کہ لام کی کسرہ کے ساتھ پڑھیں تو معنی ہو گا۔ اللہ کے لیے خلوص پیدا کرنے والے اور اگر لام کی فتح کے ساتھ «مُخْلَصِيْنَ» پڑھیں تو معنی ہو گا اللہ تعالیٰ نے جن بندوں کو خلوص دیا ہے۔

⑦ گویا اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے مخلصین بندوں کو منتخب کر لیا گیا ہے وہ پوری مخلوق کا خلاصہ اور انتخاب ہیں تو کیا جس نے اپنا ارادہ اور اپنا مقصد ایک اللہ تعالیٰ کے لیے

خالص کر دیا ہو اس سے زیادہ کامل کوئی ہو سکتا ہے؟ اور وہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے ثواب کا طالب ہو۔

نیز مخلص بندوں کے سارے اعمال ظاہری و باطنی اسی مقدس اور جلیل القدر اصول کی فرع ہوتے ہیں۔

فرمانِ الٰہی ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ۝ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾

”کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے ایک پاک بات کی مثال پاک درخت (کھجور) کی مانند ہے اس کی جڑیں زمین میں پیوست ہوتی ہیں اور اس کی شاخیں آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہوتی ہیں۔ وہ اپنے رب کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔“ (ابراھیم:٢٤۔٢٥)

⑧ اخلاص کا پاک پھل ایک یہ بھی ہے کہ جب مخلص بندہ لوگوں کے ساتھ قولی، فعلی یا مالی طور پر احسان کا معاملہ کرتا ہے تو اسے ان کی طرف سے کسی جزاء یا شکر کی پرواہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ وہ تو اللہ کی محبت و رضا کے لیے عمل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے عمل کے ذریعے احسان کرنے والے کے اجر کو ضائع ہرگز نہیں کرتا۔

مخلص بندے کا عزم اور احسان کرنے کی کوشش لوگوں کی طرف سے ناقدری کی وجہ سے کمزور یا ختم نہیں ہوتی چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مخلص بندوں کے حق میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾

''ہم (اللہ کے مخلص بندے کہتے ہیں) تمہیں اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں ہمیں تمہاری طرف سے کسی جزا یا قدر دانی کی لالچ نہیں۔'' (الدھر: ۹)

❁......❁......❁......❁

اللہ پر توکل اور اس سے معاونت طلب کرنا

اللہ پر توکل ایک بہت جلیل القدر وصف ہے۔ بندہ اپنے تمام دینی و دنیوی امور میں اس کا محتاج ہوتا ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو قدرت اور ارادے کے محدود اختیار سے نوازا ہے کہ جن کے بل بوتے پر وہ اپنے اختیاری افعال سرانجام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندے کو کسی فعل پر مجبور نہیں کیا لیکن اللہ کی توفیق کے بغیر اور مدد کے بغیر بندے میں کوئی عمل صالح کرنے کی طاقت نہیں اور کسی برائی سے بچنے کی مقدرت نہیں۔ تو جب بندہ اپنے دل کی گہرائیوں سے اپنے ان دینی و دنیوی امور میں جن کی وہ تحصیل و تکمیل چاہتا ہے، اللہ تعالیٰ پر کامل اعتماد اور بھروسا کرتا ہے اور اسی کی توثیق پر وہ یقین رکھتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اسکی مدد کرتا ہے اور بندے کے ارادے اور قدرت کو مضبوطی عطا کرتا ہے اور بندہ جو چاہتا ہے۔ اللہ اسے اس کے لیے آسان کر دیتا ہے اور اس کی راہ میں حائل تمام حجابات اور ممنوعات کو زائل کر دیتا ہے یا ان میں تخفیف کر دیتا ہے جس سے بندے کی قوت وقدرت میں کئی گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قوت سے مدد اور معاونت طلب کی تھی کہ جو نہ کبھی ختم ہوگی اور نہ منقطع ہوگی اور حقیقی توکل بندے سے سستی دور کر دیتا ہے اور اسے اس کام میں مکمل چستی عطا کرتا ہے جس میں بندے نے اللہ پر توکل کیا ہوتا ہے۔ اس پر مشقتیں نرم ہو جاتی ہیں اور کوئی عمل بھی اس پر گراں نہیں گزرتا اور وہ اپنے مطلوب و مقصود میں کامیابی

سے مایوس نہیں ہوتا۔اس کے برعکس صراط مستقیم اور منہج کتاب وسنت سے منحرفین جو توکل کے حقیقی معانی سے لاعلم ہوتے ہیں یا وہ حقیقی توکل کا معنی سمجھتے تو ہیں لیکن قضا وقدر کے منکر ہونے کی وجہ سے حق کو قبول نہیں کرتے وہ کہتے ہیں کہ توکل ہمت اور ارادے کو کمزور کر دیتا ہے درحقیقت وہ اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کر کے انتہائی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی بیشتر آیات میں توکل علی اللہ کا حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بتلایا کہ توکل ایمان کا لازمی جزو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے توکل کرنے والوں کے ساتھ ان کے مطلوب ومقصود کے حصول اور ان کو کفایت کرنے کا وعدہ دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے وہ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

نہ دین توکل کے بغیر مکمل ہوتا ہے اور نہ دنیوی امور توکل کے بغیر مکمل ہوتے ہیں گویا دین اور دنیا میں سب امور توکل کے محتاج ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَتَوَكَّلُوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اورتم اللہ پر توکل کرو اگر تم مومن ہو۔'' (المائدة: ٢٣)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾

''پس آپ (اے نبیؐ) اسی کی عبادت کرو اور اسی پر توکل کرو۔''

(هود: ١٢٣)

نیز فرمایا:

﴿فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ﴾

’’پس آپ (اے نبیؐ) فرما دیں مجھے اللہ کافی ہے اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں میں نے اسی پر توکل کیا۔‘‘ (التوبة: ۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا﴾

’’ہم نے اللہ پر توکل کیا۔‘‘ (الاعراف: ۸۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾

’’اور جو اللہ پر توکل کرتا ہے، پس وہ اسے کافی ہے۔‘‘ (الطلاق: ۳)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾

’’(اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔‘‘ (الفاتحة: ٤)

توکل کے عظیم فوائد:

① دین وایمان صرف اسی کے ساتھ مکمل ہوتے ہیں۔ اسی طرح بندے کے اقوال وافعال وارادے بھی توکل کے ذریعے ہی مکمل ہوتے ہیں۔

② جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اسے کافی ہو جاتا ہے اور جب اللہ بندے سے کافی ہونے کا وعدہ کرتا ہے تو پھر بندے کو بھی چاہیے کہ وہ اللہ پر کامل توکل کرے۔ اس سے یہ حقیقت بھی معلوم ہوئی کہ بندے کو توکل کے بعد جس قدر دینی ودنیوی مقام اور رزق واولاد وغیرہ حاصل ہوتے ہیں وہ ان مقاصد کے حصول سے بہت زیادہ ہیں جو بندے

کو توکل کے بغیر حاصل ہوتے ہیں کہ جب بندے کا دل توکل سے منقطع ہو جاتا ہے۔

③ توکل علی اللہ تمام دینی و دنیوی امور میں آسانی لانے کا سب سے بڑا سبب ہے۔ ان امور کی تکمیل و تتمیم اور معاملات کے حل کی راہ میں رکاوٹیں دور کرنے کا بڑا سبب بھی توکل ہی ہے۔

④ جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے اسے یہ یقین ہوتا ہے کہ اس نے اپنے توکل میں اللہ جل جلالہ پر کامل اعتماد کیا ہے اور اس ذات پر بھروسا کیا ہے کہ جو تمام امور کا مالک حقیقی ہے اور تمام کائنات اس کی تدبیر اور تصرف کے تابع ہے۔ اور کائنات کا ہی ایک جزو یا فرد بندے کا فعل ہے تو جونہی بندے کی ہمت میں کمی آتی ہے اور اس کی چستی سستی میں تبدیل ہونے لگتی ہے تو یہی توکل ہے جو اپنی قوت بندے کی قوت میں شامل کر دیتا ہے مزید برآں اس کو توثیق و اعتماد اس کے رب کی طرف سے ملتا ہے۔

اور مطلوب و مقصود کے حصول میں وثوق اور طمع وہ دو بنیادی اسباب ہیں جو بندے کو ان اعمال کے کرنے پر آمادہ کرتے ہیں جن کے کرنے کی اسے رغبت ہوتی ہے۔ یہ حقیقت ہر کسی کو معلوم ہے اور ہر کسی کے مشاہدے میں آتی رہتی ہے۔

⑤ اللہ پر متوکل بندہ حقیقت میں اپنے رب کی طرف مکمل طور پر اپنی حاجت مندی ظاہر کرتا ہے اور اپنی قدرت و طاقت سے مکمل طور پر براءت کا اعلان کرتا ہے۔ اور اپنے کسی عمل کو وہ پسند نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اپنے نفس پر بھروسا کرتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کا نفس ذلیل وضعیف ہے بہت جلد معدوم ہونے والا ہے، لہٰذا اس نے اپنے رب کی طرف پناہ پکڑی اور اپنے مطلوب کے حصول میں اللہ سے مدد طلب کی۔

حقیقی غنی:

حقیقی غنی اللہ تعالیٰ ہے، بندہ تو اپنے رب کی کفایت اور غنا کے ذریعے غنی بنا اس سب کے باوجود اس نے اپنی انتہائی محنت صرف کر ڈالی تو واضح ہوا کہ توکل دینی و دنیوی اسباب و وسائل اختیار کرنے کے منافی نہیں بلکہ توکل مکمل ہی بندے کی صدق قوت اور علو ہمت سے ہوتا ہے جسے ایک قوت والے اور زبردست پر اعتماد ہوتا ہے۔

النصیحۃ، خیر خواہی:

رسول اللہ ﷺ نے تین بار فرمایا: ''دین خیر خواہی ہے۔''

اس کی تفسیر آپ ﷺ نے ہی فرما دی اللہ کی، اس کی کتاب، اس کے رسول، ائمۃ المسلمین اور مسلمان عوام کی خیر خواہی کا نام «النصیحۃ» ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ دوسروں کی خیر خواہی اس کے انبیاء اور اولیاء کا طریقہ ہے اور اس نے یہ بھی بتایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی نصیحت و خیر چاہے اس سے گناہ دور ہو جاتا ہے۔

تو اللہ کی خیر خواہی سے یہ مراد ہے کہ علم و عمل اور دعوت میں اس کے حقوق کی مکمل ادائیگی کی جائے۔

کتاب کی خیر خواہی یہ ہے کہ اس کے الفاظ و معانی کی معرفت میں محنت کی جائے، نیز اس پر عمل کیا جائے اور اس کی دعوت کو پھیلایا جائے۔

رسول کی خیر خواہی سے یہ مراد ہے کہ اس پر ایمان لایا جائے اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت کی جائے اس کی مکمل اتباع کی جائے اس کی سنتوں کی مدد کی جائے

اور ہر کسی کی رہنمائی پر محمد ﷺ کی سیرت ورہنمائی کو مقدم کیا جائے ۔ اور رسول اللہ ﷺ کو جو اقوال، افعال، اعیان اور اشیاء پسند ہیں، ان کی قبولیت میں محنت وکوشش کی جائے۔

ائمۃ المسلمین اور مسلمان عوام کی خیر خواہی یہ ہے کہ ان کے لیے ہر اچھی بات و شے کو پسند کیا جائے اور ہر شر کو ان کے لیے ناپسند کیا جائے۔ اور حسب مقدرت ان کو خیر ونفع پہنچانے اور ان سے شر اور ضرر کو دور کرنے کے لیے کوشش ومحنت کی جائے۔ ان کے جاہل کو تعلیم دی جائے اور ان کے منحرف کی رہنمائی کی جائے۔ ان کے غافل کو نصیحت کی جائے اور ان سے منہ پھیرنے اور راہ حق سے دور ہونے والے کو وعظ وتذکیر کی جائے۔ اور اپنے رب کے دین کی دعوت، حکمت ودانائی اور دل نشین وعظ ونصیحت کے ذریعے دی جائے اور حق سے دور ہونے والوں سے عمدہ اور ناصحانہ طریقے سے بحث کی جائے۔

نیز اور ہر وہ انداز اپنانا چاہیے جس میں مسلمان بھائی، بہنوں کی اصلاح ہونے کا امکان ہو اور ان کے باہمی اختلافات کو ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ان کی دینی و دنیوی مصلحتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے رتبے میں اختلاف وفرق کو ایک طرف رکھ کر ان سب کی نیکی کی طرف رہنمائی کی جائے ان میں سے ہر کوئی اپنی حالت ووسعت کے مطابق ہی اپنی اصلاح کرے گا۔

خیر خواہی کے عظیم فوائد ہیں۔

① دین اس کے بغیر نامکمل ہے بلکہ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''خیر خواہی دین ہے۔''

②اللہ کے لیے اس کے رسول کے لیے، اس کی کتاب کے لیے اور تمام مخلوق کے لیے خیر چاہنے والا اگر دل کے خلوص سے وہ یہ عمل کرے گا تو اس کا یہ عمل اللہ رب العالمین کے تقرب کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔

بلکہ اللہ کا تقرب اس جیسا کسی نے بھی حاصل نہیں کیا کہ جس نے اپنے نفس کو مذکورہ شرعی نصیحت کا عادی بنایا۔ نصیحت کرنے والا اور خیر خواہی کرنے والا ہر وقت اللہ کی عبادت کر رہا ہوتا ہے۔ وہ کھڑا ہو یا بیٹھا ہو عمل کر رہا ہو یا اس نے عمل چھوڑ دیا ہو۔

③ بے شک اللہ تعالیٰ مخلص خیر خواہی کرنے والے کے لیے اتنے معاملات آسان کر دیتا ہے کہ جو اس نے کبھی سوچے بھی نہ تھے۔ مسلمانوں کے نفع کی کوشش کرنے والے کا مقصد جب خیر خواہی ہو تو وہ یقیناً فلاح ونجاح یافتہ ہے۔ جس مقصد کے لیے اس نے کوشش کی اگر اس میں وہ فعلاً وعملاً کامیاب ہو گیا تو وہ غالب ہے اور اگر بظاہر کامیاب نہ ہوا تب بھی اس کا اجر اسے پورا ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں عذر مقبول ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾

”جو اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی نیت سے اپنے گھر سے نکلا پھر اسے موت نے پا لیا تو تحقیق اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔“ (النساء: ۱۰۰)

④نصیحت کرنے والا بندہ ہر قسم کے دھوکے سے پاک ہو جاتا ہے کیونکہ مسلمانوں سے ان کے دین ودنیا میں جو بھی دھوکا کرے گا وہ ان میں سے شمار نہیں ہو گا۔ اور

نزدیکی یا دور والے سے دھوکا دہی بدترین اخلاق قبیحہ میں سے ہے بلکہ کسی مخالف سے بھی دھوکا دہی حرام ہے۔(سوائے جنگ کے)

یہ قرآن عظیم اس خلق عظیم کی طرف دعوت دیتا ہے جو افضل الاخلاق ہے اور یہ خلق نصیحت وخیر خواہی ہے اور اسلام کی بنیاد اسی خلق پر استوار ہے، بلکہ اسی پر اسلام کی عمارت قائم ہے اور اسی سے اسلام کا فضل ہر چیز سے جدا ہے ۔ پس شرعی ،عقلی اور فطری طور پر ہر کسی کی خیر خواہی قابل تعریف فعل ہے اور شرع ،عقل اور فطرت کے ترازو میں اس کی ضد (عدم خیر خواہی) قبیح ہے۔

سب اقوال وافعال اور تمام احوال میں صدق سرفہرست ہے:

اللہ تعالیٰ نے صدق مقال وصدق کردار کا حکم دیا ہے اور اس نے اہل صدق کی مدح سرائی کی ہے۔ اور اللہ نے ہمیں بتلا دیا کہ صدق اہل صدق کے لیے دنیا وآخرت میں نافع ہے اور سچوں کے لیے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔" (التوبة: ١١٩)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ﴾

"اور جو شخص سچ لایا ہے اور سچ کی تصدیق کرتا ہے یہی لوگ متقی ہیں۔"

(الزمر: ٣٣)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾

"اگر وہ (لوگ) اللہ کی تصدیق کرتے تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔"

(محمد: ۲۱)

ارشادِ ربانی ہے:

﴿يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾

"یہ (روزِ آخرت) ایسا دن ہے سچ بولنے والوں کو ان کا سچ فائدہ دے گا۔"

(المائدة: ۱۱۹)

صدق کی مدح وثناء میں کتاب اللہ میں آیات بکثرت موجود ہیں۔ سچ نیکی اور بھلائی کی طرف رہنمائی کرتا ہے اسی طرح جھوٹ ہر شر اور فجور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

سچ بولنے والا اللہ تعالیٰ کا محبوب ہوتا ہے اللہ کے بندوں کا بھی محبوب ہوتا ہے اپنی دنیا اور اپنے دین میں شرف وجاہ کا مالک ہوتا ہے بلکہ ہر شرف، اعتبار اور رفعت شان کا عنوان سچ ہے۔

سچ کے عظیم فوائد ہیں:

ہم نے جن عظیم امور کی طرف اشارہ کیا ہے یہ بھی سچ کے ثمرات ہیں مثلاً اللہ تعالیٰ کے اوامر پر عمل کرنا۔ جس کے نتیجے میں اجر وثواب عظیم اور مغفرت حاصل ہوتی ہے۔

سچ بولنے والا بندہ دنیا وآخرت میں اپنے سچ کا نفع وصول کرتا ہے۔

① سچ نیکی کی دعوت دیتا ہے اور نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور آدمی مسلسل سچ بولتا ہے۔ اور سچ کی تلاش میں رہتا ہے بالآخر وہ اللہ کے ہاں سچوں میں لکھ دیا جاتا ہے،

نہایت اعلیٰ درجات اور ارفع مقامات میں اس کا قیام ہوگا۔

② جس بندے کی علامت یہ بن جائے کہ وہ صدق کی تلاش میں رہتا ہے مخلوق کے ہاں وہ اعلیٰ رتبہ پالیتا ہے اور وہ خالق کے ہاں تو پہلے سے اعلیٰ وارفع مقام پر فائز ہوتا ہے۔

③ لوگوں کو اس کے اقوال وافعال سے اطمینان ویقین حاصل ہوتا ہے۔ بزرگی میں اسے نہایت بلند مرتبہ مل جاتا ہے اور اسی طرح اچھی ثناء اور اچھے اعتماد کے طور پر اس کا نام روشن ہو جاتا ہے۔

④ لوگوں کو اس کی ہلاکت آفرینیوں، اس کے مکروں اور اس کے دھوکوں کا خوف نہیں رہتا۔ اور وہ اپنے آپ کو مامون ومحفوظ سمجھ لیتے ہیں۔

⑤ تمام دینی ودنیوی مقامات ومحافل ومجالس میں سچ بولنے والا ہر مقام کا سرتاج ہوتا ہے۔

⑥ اگر وہ دارالافتاء یا تعلیم وتربیت کا ذمہ دار ہو تو لوگ اس کے قول کے مقابلے میں کسی اور کے قول کو ترجیح نہیں دیتے اس کی تعلیم تفہیم اور تربیت سے مطمئن ہوتے ہیں، کیونکہ وہ ہر عمل کی بنیاد سچ پر رکھتا ہے۔

⑦ اگر وہ عام گواہی یا کوئی خاص گواہی دے تو فیصلوں کی بنیاد اسی کی گواہی بنتی ہے۔ اگر وہ کوئی عام یا کوئی خاص خبر دے تو لوگ اس کی خبر پر بھروسا کرتے ہیں انہیں اس کی خبر پر اعتماد ہوتا ہے، وہ اس کی تکریم واحترام کرتے ہیں بلکہ اگر اس سے کسی معاملے میں غلطی ہو جائے تو لوگ اسے کسی اچھائی پر محمول کرتے ہیں اور اگر وہ لوگوں کے ساتھ کوئی دنیوی معاملہ مثلاً خرید وفروخت، کرایہ داری، تجارت کرے لوگ اس کے

ساتھ معاملے پر ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور شک وشبہ کے بغیر پختہ اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

⑧ قارئین کرام! تمہیں اس خلق عظیم کے متعلق یہی بات کافی ہے کہ اس کے حسن وکمال کے لیے عقل مند مردمحنت وریاضت کرتے رہے اور ہر زمانے کے اہل فضل وکمال اس خلق کے کمالات کے معترف رہے۔

⑨ سچ کی صفت رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی تصدیق کے لیے دیگر معجزوں کے ساتھ ایک عظیم معجزہ بھی ہے۔

⑩ آپ ﷺ جس دین محکم کو لائے اس کے کمال کی یہ دلیل ہے کہ آپ کے اخلاق اس خلق عظیم پر مبنی تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ کے تمام اخلاق سچ کا مرقع عظیم وجسیم ہیں۔ (واللہ اعلم)

شجاعت

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بے شمار آیات میں اس خلق عظیم کا حکم دیا ہے اور وہ سب آیات جہادی احکام پر مشتمل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اصل شجاعت کی ثناء بیان کی اور بتلایا کہ یہ راستہ انبیاء ورسل اور مخلوق کے سرداروں کا ہے۔اللہ تعالیٰ اس صفت شجاعت کی ضد بزدلی، پھسلن اور جہاد و دعوت کی راہ میں مخلوق کا خوف بتاتا ہے۔ نیز مسلح جہاد کی راہ میں بھی یہ عیوب مذموم ہیں۔

یہ جلیل القدر خلق (شجاعت) کبھی کبھار تو بندے کا پیدائشی وموروثی وصف ٹھہرتا ہے اور موجبات ایمان کے ساتھ قوی ہوتا رہتا ہے۔اور کبھی کبھی بندہ اس کے لیے تمرین وتربیت کا محتاج ہوتا ہے اور اس کے لیے معین ومخصوص طریقے اور انداز ہیں۔

شجاعت لغوی طور پر دل کی قوت اور ثابت قدمی کو کہتے ہیں اور اہم مقامات میں دل کے اطمینان کو بھی شجاعت کہتے ہیں۔ نیز یہ وصف پریشان کن حالات میں ہر آدمی کی ضرورت ہے۔خصوصی طور پر رؤساء وامراء اور قائدین کہ جن پر اہم معاملات معلق ہوتے ہیں۔ وہ اس خلق کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں۔

شجاعت کی ترغیب:

قرآن کریم نے نہ صرف اس صفت شجاعت کی طرف دعوت دی ہے بلکہ ہر اس

وسیلے کو اختیار کرنے کا حکم دیا ہے جو اس کا معاون و مددگار بن سکتا ہو۔

اللہ نے صرف اپنے خوف کا حکم دیا ہے اور یہ کہ بندہ مخلوق سے کبھی خوف نہ کھائے تو بندہ جونہی اپنے خوف کو اللہ وحدہ پر منحصر کرے گا اور اسے یقین ہو جائے گا کہ مخلوق ہرگز اس کو نفع یا نقصان پہنچانے پر قادر نہیں مگر جب اللہ چاہے تو اس کا دل قوی ہو جائے گا۔

پھر جب وہ اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ پر بندے کا اعتماد بڑھ جائے گا اور اسے قوت مل جائے گی تو اس کے دل کی طاقت میں بھی اضافہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہترین مخلوق کے بارے میں کہا:

﴿اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ﴾

''جن کو کچھ لوگوں نے کہا بے شک سب لوگ تمہارے خلاف جمع ہو گئے پس تم ان سے ڈر جاؤ تو ان کے ایمان میں اضافہ ہو گیا اور کہنے لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا نائب ہے۔'' (آل عمران: ۱۷۳)

پھر جب بندے کو علم ہوتا ہے کہ دین کی مضبوطی اور شجاعت کا اجر و ثواب کتنا عظیم ہے تو اس کی قوت کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور اس کی شجاعت مزید پختہ ہو جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس حالت پر یہ فرما کر تنبیہ کی ہے۔

﴿اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ یَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا یَرْجُوْنَ﴾

''اگر (اے مومنو!) تمہیں زخم آتے ہیں تو بے شک ان (کافروں) کو بھی

زخم آتے ہیں جس طرح تمہیں زخم آتے ہیں اور تم اللہ سے (جنت و اجر) کی امید رکھتے ہو وہ (کافر) اس کی امید نہیں رکھتے۔" (النساء: ۱۰۴)

بندہ مخلوق کے حالات پر جتنا ہی زیادہ غور کرے گا اتنے ہی ان کے حالات وعیوب کی حقیقت اس پر کھلتی جائے گی اسے یقین ہو جائے گا کہ اللہ کے علاوہ تمام مخلوق والے بالکل تہی دست ہیں ان کے ہاتھ کسی کے نفع ونصرت یا حمایت ومخالفت سے بالکل خالی ہیں۔ اور ان کی تعریف بندے کو ذرہ بھر فائدہ نہیں پہنچاتی اور اُن کی مذمت کا اسے کچھ نقصان نہیں۔

نیز وہ اگر تیری خیر چاہتے بھی ہوں تو اس میں ان کی اپنی مصلحتیں اور مفادات ضرور ہوں گے تو بندے کو یقین ہو جائے گا کہ دل کو مخلوق کے ساتھ ان کے خوف وہیبت اور خشیت ورغبت اور ان کے ڈر کی بنیاد پر معلق کر لیا تو سب کچھ ضائع بلکہ باعث نقصان ہوگا۔

اسی لیے بندے پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے خوف وامید اور اپنی طمع وخشیت اللہ وحدہ کے ساتھ جوڑے کہ جس کے پاس سب کچھ ہے جب کہ وہی ہے جو تیری بھلائی چاہتا ہے جب کہ تو اپنی بھلائی نہیں چاہتا۔ اسے تیری ان مصلحتوں کا علم ہے جن کا تجھے علم نہیں اور ان مصلحتوں سے وہ تجھے وہ کچھ، اور اتنا کچھ دیتا ہے جس کو حاصل کرنے کی نہ تجھ میں طاقت ہے اور نہ تیرا ارادہ ہے۔

شجاعت کے ذرائع:

جب بندے کو علم ہو جائے کہ بزدلی دل میں ایک مرض اور ضعف کا نام ہے۔ اور

اس کے نتیجہ میں بندہ اپنی مصلحتوں کے حصول کی کوشش نہیں کرتا اور وہ اپنے منافع کھوتا رہتا ہے اس پر کمزور مسلط ہو جاتے ہیں اور وہ بزدل ناقص العقل والخلق عورتوں کی مشابہت اختیار کر لیتا ہے۔

شجاعت کے فوائد:

① اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی اتباع۔

② عقلمندوں اور اہل بصیرت کے اوصاف سے اپنے آپ کو متصف کر لینا۔

③ بے شک بندے کی دلی طاقت کے مطابق اللہ تعالیٰ اس کی معاونت اور اس پر اسی قدر سکینت نازل کرتا رہتا ہے جو مقاصد کے حصول کا سبب اور پر مشقت امور سے نجات کا ذریعہ بنتی ہیں۔

④ شجاع بندہ، مخلوق کے مختلف طبقات کو ان کی نفع مند تعلیمات حکمت اور وعظ ونصیحت اچھے انداز میں کرنے کی قوت حاصل کر لیتا ہے اس کے برعکس بزدل انسان بیشتر خیر سے محروم رہتا ہے اور لوگوں کے خوف کی وجہ سے وہ اپنے علم کی برکت اور لوگوں کو رشد ونصیحت کرنے کے ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔

⑤ شجاعت بندے کو بے شمار مصیبتوں سے نجات دلاتی ہے اور جب مصائب وشدائد اس شجاع بندے پر بارش کی طرح برستے ہیں تو شجاعت اس پر سکینت کا سبب بن جاتی ہے وہ ان مصیبتوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی محبوب صفات صبر، ثبات اور ثواب کی امید سے اپنے آپ کو متصف کر لیتا ہے۔

لیکن بزدل انسان پر جب مصیبتیں اور پریشانیاں نازل ہوتی ہیں تو وہ دل چھوڑ

دیتا ہے اور اس کی مصلحتیں ضائع ہو جاتی ہیں اور اسے متنوع افکار و پریشانیاں لاحق ہو جاتی ہیں اور مصائب وشدائد بھر پور طریقے سے اس پر اپنا دردناک عمل مکمل کرتی ہیں اور بزدل بندے کو خیرات اور ثواب عظیم سے محروم کر دیتی ہیں۔

مذکورہ بالا جامع صفات خلق محمود سے ایک اور صفت مشتق ہوتی ہے جو دیگر اخلاق حسنہ کا ایک عظیم جزو ہے اور جسے ''صبر'' کہا جاتا ہے۔

صبر:

تمام اخلاق حسنہ کی بنیاد اور تمام اخلاق بد کی موت یہی خلق ہے۔ اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس چیز کو تو ناپسند کرتا ہو اس سے اپنے نفس کو روک لے اور اللہ کی رضا اور اس کے ثواب کے حصول کی غرض سے مکروہ عمل سے نفس پر قابو کر لینے کو صبر کہتے ہیں اس مفہوم کے لحاظ سے اللہ کی اطاعت کے لیے بھی صبر کی ضرورت ہے اور اللہ کی معصیت سے بچنے کے لیے بھی صبر کی ضرورت ہے۔

نیز اللہ کی تقدیر میں جو درد انگیز و پریشان کن چیزیں ہیں ان پر بھی صبر کی ضرورت ہے۔ یہ تینوں امور جو دین کا خلاصہ ہیں صبر کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اطاعت الٰہی خصوصاً پرمشقت اطاعت جیسے جہاد فی سبیل اللہ اور دائمی عبادات جیسے طلب علم اور اقوال وافعال نافعہ پر مداومت صبر کے بغیر مکمل ہونا ممکن نہیں۔

اور مذکورہ بالا امور پر مداومت کے لیے نفس کی تمرین وتربیت اور اس کی مسلسل نگرانی اور حفاظت نہایت ضروری ہے۔ جوں ہی صبر والی صفت کمزور ہو گی اطاعت کے تمام افعال میں کمزوری در آئے گی۔ بلکہ بعض اوقات اطاعت بالکل ہی منقطع ہو جائے گی۔

برائی سے اپنے نفس کو روکنے کے لیے بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے:

معاصی کے ارتکاب سے روکنے اور خصوصاً ایسے معاصی کے ارتکاب سے نفس کو روکنے کے لیے صبر کی ضرورت ہوتی ہے جن معاصی میں نفس کا میلان ہوتا ہے۔ ان معاصی کا ترک واجتناب صبر کے بغیر ممکن نہیں، نیز خواہشات کی مخالفت کی وجہ سے جو مصائب آتے ہیں ان کو برداشت کرنے کے لیے بھی شدید صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔

اسی طرح بندے پر جب مصائب نازل ہوتے ہیں اور وہ چاہتا ہے کہ ان کا مقابلہ اللہ کی رضا، شکر اور اس کی تعریف کے ذریعے کرے تو یہ سب نعمتیں صبر کو بروئے کار لائے بغیر نہیں ملتیں اور صبر کے ساتھ ساتھ ثواب واجر کی امید بھی ہونی چاہیے تب ہی یہ نعمتیں مل سکتی ہیں جب بندہ اپنے نفس کو تمرین وتربیت کے ذریعے صبر کا عادی بنا لے اور مشقتوں اور کلفتوں کو برداشت کرنے کا معمول بنا لے اور ان صفات کی تکمیل (کے لیے) عزم واجتہاد سے کام لے تو اس کا انجام فلاح ونجاح ہی ہوتا ہے اور کسی مطلب کے حصول کے دوران بندہ صبر کو شامل حال کرے تو اسے کامیابی ضرور حاصل ہوگی۔

صبر کی اہمیت اور اس کے فوائد:

اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے کا حکم دیا اور صبر کرنے والوں کی ثناء کی اور قرآن کریم کی بیشتر آیات کے ذریعے بتلایا کہ صابرین کے لیے منازل عالیہ اور کرامات غالیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ صبر کرنے والوں کو حساب کے بغیر ہی پورا پورا اجر ملے گا۔

اس خلق عظیم کے لیے اتنا ہی لکھ دینا کافی ہے کہ اس صفت کے ذریعہ بندہ مشقات وتکالیف کو برداشت کرنے کا عادی بن جاتا ہے اور اس کا نفس اللہ تعالیٰ کی جن

مخالفات کا مرتکب ہونا چاہتا ہے ان کو ترک کرنا بندے کے لیے نہایت آسان ہو جاتا ہے صبر ہی اس کو مصیبتوں کے وقت تسلی عطا کرتا ہے۔ بلکہ صبر کے ذریعے بندہ تمام اخلاق جمیلہ سے مزین ومقوی ہو جاتا ہے۔ اور صبر اور تمام اخلاق جمیلہ کے درمیان وہی نسبت ہے جو عمارت اور اس کی بنیاد کے درمیان ہے اور جب بندے کو علم ہوتا ہے کہ اطاعت میں کتنی بڑی دنیوی واخروی خیرات وحسنات مخفی ہیں۔

جب بندے کو یقین ہوتا ہے کہ معاصی میں کتنے بڑے دنیوی واخروی مضرتیں وخسارے پوشیدہ ہیں اور مصائب پر صبر وتحمل کا کتنا بڑا ثواب اور اجر جمیل ہے تو نفس کو صبر سکھانا آسان ہو جاتا ہے اور عین ممکن ہے اس کا نفس فوراً صبر کا زیور پہن کر اللہ کا فرمانبردار بن جائے سوچنے کی بات ہے کہ جب دنیا دار اپنے لیے ہلاکت والے مقاصد کے حصول کے لیے اپنے راستے کی تمام مشکلات اور رکاوٹوں پر صبر کرتے ہیں، پھر اللہ کی توفیق دیے گئے مؤمن کے لیے ان صفات واطاعت الٰہی پر صبر کرنا کیونکر آسان نہیں ہوگا۔ جو اللہ کے نزدیک محبوب ترین اعمال ہیں۔ جب بندہ اللہ کے دین کے لیے خالص ہو کر صبر کرے گا اللہ کا ساتھ اسے حاصل ہو جائے گا بے شک اللہ تعالیٰ اپنی مدد، توفیق، تائید اور حمایت سمیت صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

العلم:

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب علوم نافعہ کو سیکھنے کا حکم دیا ہے خصوصاً کتاب وسنت کے علوم جو وحی کی صورت میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئے۔ جو تمام علوم نافع کا مجموعہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے لاعلموں کو حکم دیا کہ وہ اہل ذکر سے سوال کیا کریں۔

اور ان کے لیے دنیوی واخروی رفعتوں کی بشارت دی اور یہ کہ وہ دنیا وآخرت میں مخلوق کے سردار ہوں گے۔ وہ لوگوں کے امام ہیں جن کی لوگ اقتدا کرتے ہیں اور ان کے قدموں کے نشانات پر چل کر منزل مقصود تک پہنچتے ہیں اور وہ ان کی راہ پر گامزن رہتے ہیں۔

علم کی فضیلت:

علم کی فضیلت بیان کرنے سے الفاظ قاصر ہیں۔ اس کی علومرتبت کے لیے اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ تمام اقوال وافعال اور ارادے اپنی صحت وفساد، کمال ونقص اور اپنی تمام صفات میں علم پر موقوف ہیں علم ان پر جو حکم لگا دے اسی کی بات مانی جائے گی علم سینوں اور دلوں کا نور اور حیات ہے۔

علم کی اہمیت:

علم ہی کی بنیاد پر اللہ کی معرفت حاصل ہوتی ہے اسی کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے۔ علم ہی کے ذریعے پاک وناپاک اور حلال وحرام میں تمیز ہوتی ہے۔ اور اسی کے ذریعے نیکوکار اور فجار وفساق کی پہچان ہوتی ہے، بلکہ علم ہی کے ذریعے اہل جنت اور اہل جہنم کا فرق واضح ہوتا ہے۔

علم کے فوائد:

صفات کا ٹیڑھ پن، کمالات کا نقص علم ہی دور کرتا ہے۔ علم ہی عمل کو صالح بناتا ہے علم ہی سے دین ودنیا کی اصلاح ہوتی ہے اور علم کی ضد جہل سے دین ودنیا میں بگاڑ وفساد پیدا ہوتا ہے۔ علم میراث رسول ہے۔

علماء انبیاء کے وارث ہیں یقیناً انبیاء کا ترکہ صرف علم ہوتا ہے، علماء اسی کے وارث بنتے

ہیں لہٰذا جس کسی کو علم کے حصول کا موقع اور توفیق ملے وہ کماحقہ اپنا حصہ وصول کرے۔

اگر علم نہ ہوتا تو لوگ چوپایوں کی طرح ہوتے خوردونوش کی ضرورت سے علم کی ضرورت بہت بڑی ہے۔

علوم نافعہ کیا ہیں؟

حقیقت میں علوم شرعیہ ہی علوم نافعہ ہیں اور ان کے حصول میں جو عربی علوم معاون بنیں۔

علوم شرعیہ کے ذریعے سے دین کے مددگار ومعاون فنون ومہارات سیکھے جاتے ہیں۔ نیز مسلمانوں کی قوت اور دشمنوں کے مقابلہ اور مدافعت میں علوم نافع مددگار ومعاون ہیں گویا علوم نافعہ جہاد فی سبیل اللہ میں داخل ہیں، تو ہر وہ عمل جس کا حکم شارع نے دیا ہو وہ ایسے امور پر موقوف ہیں جن کا حکم دیا جا چکا تھا۔

علوم ضارّہ:

علوم شرعیہ کے برعکس وہ علوم جن سے مخلوقات کو اذیت وضرر پہنچایا جاتا ہے جیسے جادو، کہانت وغیرہ علوم ضارّہ کہلاتے ہیں۔ ان کا سیکھنا شریعت نے حرام کر دیا ہے۔

تمام امور میں میانہ روی، اعتدال اور اقتصاد کی فضیلت:

قرآن کریم کی متعدد عام وخاص آیات میں اس خلق جلیل کا ذکر ہوا ہے۔

عمومی آیات:

متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ بتانا

کہ یہ امت وسط ہے، اس لیے کہ اس امت کے تمام امور متوسط ہوتے ہیں اس امت کے پیروکار انبیاء کے ساتھ ایمان لانے میں متوسط ہیں، یعنی نہ ان میں غلو کر کے ان کو معبود کہتے ہیں اور نہ ان کی تنقیص کر کے ان کو انسان کے درجے سے گھٹاتے ہیں۔

یہ امت بحمد اللہ تمام رسولوں پر ایمان لاتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جتنی فضیلتیں دی ہیں، وہ سب کا اعتراف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کے جو امتیازات اور جو خصوصیات مقرر کی ہیں کہ جن صفات کے ذریعے وہ تمام مخلوقات سے ارفع صفات والے بن گئے ہیں اس امت کے پیروکار ان سب کا اعتراف کرتے ہیں لیکن کسی صفت میں غلو نہیں کرتے۔

اس امت کے پیروکار ان دو اقسام کے درمیان ہیں جن میں سے ایک نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حلال کردہ پاکیزہ چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی ہیں جیسے عابد و درویش اور مشرک جنھوں نے شیطان کی پیروی کرتے ہوئے ان چیزوں کو اپنے اوپر حرام کر لیا جن کی حرمت کی اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہیں جنھوں نے اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ اور خبیث اشیاء اپنے لیے حلال کر لی ہیں۔ لیکن اس امت وسط کے پیروکاروں نے اپنے نبی کی پیروی کی جو ان کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور انہیں برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔

خصوصی آیات:

اللہ تعالیٰ نے نفقات میں اعتدال، توسط اور میانہ روی کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

خصوصی آیات

﴿وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا﴾

''اور آپ مت بے جا خرچ کریں بے جا خرچ کرنا۔'' (الاسراء: ٢٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا﴾

'' اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ خرچ میں تنگی کرتے ہیں اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔''

(الفرقان: ٦٧)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا﴾

'' اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا کرے اور نہ اسے کھول دے پورا کھول دینا ورنہ ملامت کیا ہوا تھکا ہارا بیٹھ رہے گا۔'' (الاسراء: ٢٩)

سورۂ اسراء کی آیت میں میانہ رو لوگوں کی ثناء بیان کی گئی ہے اور سورۂ فرقان کی آیات میں اپنے لیے اپنے اہل وعیال اور غلاموں ،لونڈیوں اور چوپایوں تک کے لیے اخراجات میں اعتدال اور میانہ روی کی ترغیب دلائی گئی ہے اور بخل اور کنجوسی سے روکا گیا ہے، کیونکہ ان حالات میں اعتدال اور میانہ روی والا اخلاق انسان کے لیے لازم ہے۔ میانہ روی کا یہ فائدہ بھی یقیناً ہے کہ اعتدال میں برکت کا راز مضمر ہے اور جو میانہ روی اختیار کرتا ہے وہ کبھی تنگ دست نہیں ہوتا۔ اور میانہ روی بندے کو ندامت سے بچاتی ہے کیونکہ فضول خرچ انسان جب کنگال ہو جاتا ہے تو حسرتیں اس کو گھیر لیتی ہیں اور آہیں بھرتا ہے اور زبان حال اور لسان مقال سے کہتا ہے، کاش!

میں ایسا نہ کرتا لیکن مقتصد ومیانہ رو کبھی نادم نہیں ہوتا خرچ کرتے وقت عقل مند ضرورت کی جگہ پر خرچ کرتا ہے اور اپنے واجبات کی ادائیگی بروقت کرتا ہے یا حاجت مندوں کی حاجت برآری کرتا ہے مال کا مقصد ایسے حالات میں خرچ کرنا ہی ہے اس کے برعکس اخراجات میں فضول خرچی اور اسراف پسند انسان عیش وعشرت کا دلدادہ ہوتا ہے۔ عام حالات میں وہ خوش حال ہوتا ہے۔ جب دولت لٹانے سے عاجز آجاتا ہے اس پر یہ حالت بہت گراں گزرتی ہے اور صبر اس کے لیے ناگوار ہو جاتا ہے ۔ اور میانہ رو کے برعکس اسے اپنا بوجھ بہت بھاری معلوم ہوتا ہے کیونکہ میانہ رو ایسے حالات سے محفوظ ومامون ہوتا ہے۔ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ خرچ میں میانہ روی اور اعتدال یک گونہ نیکی ہے۔

نیکی سے مراد یہ ہے کہ دنیاوی منفعتوں میں تدبیر کے ذریعے انتخاب کیا جائے تو ان میں سے زیادہ نفع بخش عمل اختیار کرتا ہے، پھر جب اسے نفع مل جاتا ہے تو اس کو احساس ہوتا ہے اور اسے پختہ شعور حاصل ہوتا ہے کہ اس کو خرچ کیسے اور کہاں کرنا ہے۔ دینی ودنیوی اور شرعی وعقلی لحاظ سے یہ بات ثابت ہے کہ علم تدبیر بھی علوم نافعہ میں سے ایک ہے۔

عفو و احسان

کتاب اللہ میں کتنی بار مخلوق سے احسان کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے اور ان کے احسان کی وجہ سے انہیں جنت بطور جزا دے گا نیز اللہ سبحانہٗ خطاؤں اور لغزشوں کو معاف کرنے اور درگزر کرنے کا حکم بھی دیتا ہے اور بتاتا ہے کہ یہ عظیم حسنات میں سے ہے۔

احسان کا لغوی معنی:

مخلوق کے ساتھ قولی، فعلی اور مالی طور پر نیکی کرنا۔

سب سے بڑا احسان جاہلوں کو تعلیم دینا اور گمراہوں کو راہ بتانا اور سب جہانوں کے لیے خیر خواہی کرنا، ضرورت مندوں کی معاونت کرنا، مظلوموں کی فریادرسی کرنا، اور مجبوروں کی تکالیف دور کرنا، حاجت مندوں کی حاجت پوری کرنے میں تعاون کرنا اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے معاملات میں اپنی شان و شوکت اور حسب ونسب کے ذریعے سفارش کرنا۔

مالی احسان کی صورتیں:

① تمام مالی صدقات چاہے وہ محتاجوں و مسکینوں کو دیئے جائیں یا اسلامی و دینی مشروعات (پراجیکٹس) پر سرمایہ کاری کی جائے جس کا نفع مسلمان عوام تک پہنچے۔

② رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو خصوصاً اور ہر مسلمان کو عموماً چاہے غنی ہو یا فقیر تحفے تحائف، عطیات اور نقد صدقات کی صورت میں دیے جائیں۔

③ احسان کی سب سے بڑی صورت یہ ہے کہ خطا کاروں اور نافرمانوں کو معاف کر دیا جائے اور ان کی خطاؤں کو پوشیدہ رکھا جائے اور ان کی لغزشوں سے درگزر کی جائے۔

ہر قسم کے احسان کے بے شمار فوائد ہیں:

① بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سب سے اعلیٰ انعام اللہ تعالیٰ کی محبت ہے اور اللہ تعالیٰ نے کتاب عزیز میں بار بار اعلان کیا ہے کہ وہ احسان کرنے والوں کے ساتھ محبت کرتا ہے۔

② احسان کی پوری جزا ملے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ﴾

”جن لوگوں نے احسان کیا ان کے لیے نہایت اچھا بدلہ اور کچھ زیادہ (اجر) بھی ہے۔“ (یونس:٢٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ﴾

”کیا احسان کی جزا احسان کے علاوہ بھی (کچھ) ہوسکتی ہے (نہیں)؟“

[الرحمٰن:٦٠]

چونکہ جیسا کام ہوگا جزا بھی ویسی ہی ہوگی تو جس طرح احسان کرنے والوں نے اللہ کے بندوں پر احسانات کیے اللہ تعالیٰ بھی اسی طرح ان پر احسان کرتا ہے اور انہیں

ان کی مطلوبہ اشیاء دیتا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی جزا سے کہیں افضل و اعلیٰ جزا احسان کرنے والوں کو دیتا ہے۔

③ محسن کے ساتھ مخلوق کی محبت کا سب سے بڑا سبب یہی ہے کہ جس تک بندے کا احسان پہنچ گیا وہ تو اپنے محسن سے محبت کر ہی لے گا جس تک اس کا احسان نہ پہنچا وہ بھی احسان کرنے والے کے ساتھ محبت کرتا ہے۔احسان کی وجہ سے لوگ اپنے محسن کی تعریف کرتے ہیں اور کثرت سے اس کے لیے لوگ دعائیں کرتے ہیں اوراحسان ان امور میں سے ہے جن میں لوگ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔

④احسان کرنے والا اپنے احسان والے عمل سے دل کا سرور، راحت اوراطمینان حاصل کرتا ہے۔خصوصاً معاف کرنے والے احسان میں تو ضرور ایسے ہوتا ہے۔کیونکہ محسن جب اپنے اوپر ظلم اور بدسلوکی کرنے والے کو معاف کرتا ہے تو اس کے دل سے اس ظلم اور بدسلوکی کا نشان مٹ جاتا ہے اوراسے پختہ یقین ہوجاتا ہے کہ اپنے اس فعل کے ذریعے اس نے اپنے رب سے افضل جزا اوراعظم ثواب پالیا۔

⑤ جو اللہ کے بندوں سے درگزر کرتا ہے اللہ اس سے درگزر کرتا ہے اور جو لوگوں کے ساتھ سخاوت اورنرمی کا سلوک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ سخاوت اور فیاضی کا سلوک کرے گا۔

افضل احسان کیا ہے؟

اللہ کی توفیق کے ساتھ جو بندہ لوگوں کے مختلف طبقات کے ساتھ معاملہ کرتا ہو تو وہ ہر کسی سے معاملہ کرنے پر قادر ہوتا ہے اوروہ سب کے ساتھ احسان کرنا چاہتا ہو تو

احسان میں افضل ترین یہ ہے کہ ان سے کھلے اور مسکراتے چہرے کے ساتھ ملاقات کرے ۔ان کے ساتھ ہمیشہ حسن خلق کے ساتھ پیش آئے اور ان کے ساتھ نرمی اور مہربانی وشرافت کے ساتھ رہے اور ہر وہ طریقہ آزمائے جس کے ذریعے وہ لوگوں کو خوشیاں دے سکے ۔خصوصاً اپنے رشتہ داروں اور دوستوں وغیرہ کے ساتھ ان اصولوں کے ساتھ معاملہ کرے، کیونکہ بندے پر ان لوگوں کا حق مؤکد ہوتا ہے اور بندہ اپنے حسن خلق کے ذریعے روزہ دار اور قیام اللیل کرنے والے کا درجہ پالیتا ہے۔

حسن الخلق:

تمام اخلاق جمیلہ اسی خلق حسن سے مشتق ہوتے ہیں ۔شریعت اور عقل حسن خلق کے حسن ہونے بلکہ اس کی بلند قدری اور علو مرتبت پر بھی متفق ہیں اور اس کا دارومدار اللہ کے اس فرمان پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ﴾

”آپ (اے نبیؐ) درگزر کریں اور نیکی کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کریں۔“

(الاعراف:۱۹۹)

یعنی جو آپ کے لیے آسان ہو اسے لیں اور لوگوں کی عادات کے مقابلے میں معاف کریں اور آسانی پیدا کریں اور آپ لوگوں سے ان چیزوں کا مطالبہ نہ کریں جن سے ان کی طبیعتیں میل نہیں کھاتیں اور نہ ان کی عادات ان کو اجازت دیتی ہیں ۔اس طرح کی چیزیں اور اس طرح کا سلوک ہی ان کی طرف سے آپ کو ملے گا۔ البتہ آپ کو ان سے جو سلوک کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ آپ ان کو معاف کرنے کا حکم دیں

یعنی شرعی، عقلی اور فطری طور پر جو فعل مستحسن ہو ان کی اس طرف راہنمائی کریں اور ان کو اس کا حکم دیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ اپنے قول یا فعل کے ذریعے جو شخص جہالت کا سلوک کرے آپ اس سے اعراض و کنارہ کر لیں۔ پس اللہ تعالیٰ کی قسم! یہ کتنے میٹھے اخلاق ہیں اور تمام بھلائیوں کا یہ کیسا مجموعہ ہے؟!

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝ وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَمَا يُلَقَّاهَا إِلَّا ذُو حَظٍّ عَظِيمٍ﴾

''اور نہ نیکی برابر ہوتی ہے اور نہ برائی۔ برائی کو اس طریقے سے دور کریں جو سب سے اچھا ہے تو اچانک آپ کے (اے نبی) اور اس شخص کے درمیان جس کی آپ کے ساتھ دشمنی ہے ایسا ہوگا جیسے وہ دلی دوست ہے اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر انہی کو جو صبر کریں اور یہ چیز نہیں دی جاتی مگر اسی کو جو بہت بڑے نصیب والا ہو۔'' (حم السجدة:٣٤، ٣٥)

حسن خلق، صبر، حلم اور وسعت عقل میں اضافہ کرتا ہے اس خلق کا فضل اور مرتبہ بیان کرنا کسی صفت کرنے والے کے بس میں نہیں۔

حسن خلق کے فوائد:

اس خلق جلیل کے فائدے بے شمار ہیں چند یہ ہیں۔

حسن خلق والا دلی طور پر مطمئن ہوتا ہے اس کا نفس بھی مطمئن ہوتا ہے۔ بلکہ لوگوں کی طرف سے ملنے والی اذیتوں پر اس نے اپنے نفس کو تیار کیا ہوا ہوتا ہے۔ نیز اس

نے اپنے نفس کی تربیت اس طرح بھی کی ہوتی ہے کہ حتیٰ المقدور وہ لوگوں کو نفع پہنچائے گا۔وہ بڑے، چھوٹے اوراپنی طرح کے سب لوگوں کو راضی کرنے پر قادر ہوتا ہے۔وہ پہاڑوں جتنا بوجھ اٹھانے پر تیار ہوتا ہے کہ جس بوجھ کوکوئی اور اٹھانا نہیں چاہتا۔لیکن اس کے لیے بھاری بوجھ بھی خفیف ہوجاتے ہیں۔اس کا جانی دشمن اس کا دلی دوست بن جاتا ہے۔وہ جاہلوں کی حماقتوں اورسب دشمنوں کی ضرررسانیوں سے محفوظ و مامون ہوتا ہے۔لوگوں سے اس کا مطلوب اس پر آسان ہوجاتا ہے اوراللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں اپنے نبی کا جو وصف بیان کیا ہے اس وصف میں اپنے نبی کی اقتدا کرتے ہوئے اس کے لیے لوگوں کونصیحت وراہنمائی کرنا میسر آجاتا ہے۔

رحمت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾

"پس اللہ کی طرف سے بڑی رحمت ہی کی وجہ سے آپ (اے نبیؐ) ان (مسلمانوں) کے لیے نرم ہوگئے ہیں اوراگر آپ بدخلق اورسخت دل ہوتے تو یقیناً وہ تیرے اردگرد سے منتشر ہوجاتے۔" (آل عمران: ۱۵۹)

سابقہ خلق سے ایک اورخلق نکلتا ہے جسے رحمت کہتے ہیں۔

لغت میں رحمت دل کی نرمی اسی کی صفائی اورمخلوق کے لیے رحم دلی کو کہتے ہیں اوردل کی سختی اورشقاوت قلبی کے زائل ہونے کوبھی رحمت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔اوریہ خلق مخلوق میں سے برگزیدہ بندوں کا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَقَدْ جَآءَ كُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾

''بلاشبہ تمہارے پاس تمہی سے ایک رسول آیا ہے اس پر بہت شاق ہے کہ تم مشقت میں پڑو۔ وہ (رسول ﷺ) تمہارے لیے بہت حرص رکھنے والا ہے۔ مومنوں پر بہت شفقت کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' (التوبة: ۱۲۸)

لہٰذا محمد ﷺ کی رحمت وشفقت کا مخلوق میں کوئی مثیل نہیں۔ اس رحمت وشفقت کا اثر لوگوں کے ساتھ آپ کے معاملات میں ظاہر ہوا۔ تاہم رحمت ونرم دلی، قلبی قوت اور صبر کے منافی نہیں۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ اپنی کمال رحمت کے باوجود مخلوق میں سب سے زیادہ صبر کرنے والے اور سب سے بڑے شجاع اور مضبوط ترین دل والے تھے۔

قلبی قوت کے آثار:

صبر، حلم، قولی وفعلی شجاعت اور اللہ کے تمام احکام کے ساتھ قیام اور برائی سے روکنا ہیں۔

قلبی رحمت کے آثار:

شفقت، ممتا، خیر خواہی اور انواع واقسام کی احسان مندی ہیں۔ تو ان بلند وجلیل اور اخلاق کے برابر کون سے اخلاق ہیں۔ تاہم قوت قلبی اور بہادری، کمزوری اور ذلت کے منافی ہے۔ رحم دلی دل کی سختی، شقاوتِ قلبی اور درشتگی کے منافی ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ:

مذکورہ اخلاق جمیلہ اگرچہ اخلاق وتربیت کے ضمن میں سب احسن اور بہترین ہیں۔

تاہم یہ اخلاق حسنہ باب توحید میں بھی داخل ہیں، جیسا کہ خوف، امید اور دعا وغیرہ باب توحید میں شامل ہیں۔ایک پہلو سے ان عقائد سے مزین ہو کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس کا تقرب حاصل کرنا باب توحید میں داخل ہے۔لیکن دوسرے پہلو سے ان عقائد کی وجہ سے بندہ اللہ کی بندگی میں مکمل ہوتا ہے اور اس کے اخلاق کو ترقی مل جاتی ہے اور نفوس کا مہذب ہو جانا اور ان کا تزکیہ کرنا باب اخلاق میں داخل ہے۔لہٰذا توحید اور اخلاق دونوں ایک دوسرے کے لازم ملزوم ہیں ایک دوسرے کی ضد اور منافی نہیں۔

محمد ﷺ کی رسالت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے:

سیّدنا ونبینا محمد ﷺ کی رسالت کی سب سے بڑی دلیل یہی ہے کہ آپ جو قرآن اور دین لائے وہ ایسا حق ہے جس کے بغیر کوئی ترقی ،کوئی علو ،کوئی کمال اور کوئی سعادت ممکن ہی نہیں اور آپ کی رسالت علمی ہدایت بھی ہے اور عملی ہدایت بھی ہے اور یہی تربیت نافع ہے۔والحمد للهِ رب العٰلمين !

3

النوع الثالث

تیسری قسم

عبادات اور معاملات کے احکام کا علم

3

تیسری قسم

عبادات اور معاملات کے احکام کا علم

علوم قرآن کی اس قسم میں عبادات، معاملات، وراثت، نکاح اور بندوں کے تمام باہمی تعلقات وحقوق کے جامع احکام کا بیان ہے۔

بے شک اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہر چیز کی وضاحت کے لیے قرآن کریم کو نازل فرمایا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے قرآن کریم مفید تعلیم وتربیت کی ایک جامع کتاب ہے۔ قرآن کریم تعلیم وتربیت مفیدہ کے حسین امتزاج کا مرقّع ہے۔ مسلمانوں میں جو عبادات معروف ومروج ہیں یا نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے جن عبادات کو اخذ کیا گیا ہے جیسے نماز اور زکوٰۃ وغیرہ۔

کبھی کبھار تو قرآن میں ان کے اجمالی تذکرے پر ہی اکتفا کیا گیا ہے۔ چاہے ان کا حکم دیا گیا ہو یا ان کی مخالفت سے روکا گیا ہو یا ان کے کرنے والے کی تعریف کی گئی ہو اور اس کے دنیوی واخروی ثواب واجر کا تذکرہ کیا گیا ہو جب کہ ان سب مذکورہ احکام کی تفاصیل کے لیے مسلمانوں کے علم ومعرفت کو ہی ماخذ بنایا گیا ہے۔ اسی طرح معاملات ہیں۔

دوسری جانب کچھ احکام قرآنی کو قرآن مجید میں نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جیسے علم وراثت وغیرہ۔

تاہم ہم یہاں قرآن میں وارد عبادات سے ابتدا کرتے ہیں۔

نماز کے احکام

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں نماز کا متعدد بار تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں تو اس کا حکم دیا ہے اور کہیں اس کو ترک کرنے کی مذمت کی ہے اور بعض مقامات پر نماز کو قائم کرنے والوں کی ثنا بیان کی گئی ہے بلکہ ساتھ ساتھ ان کے ثواب کی تفاصیل بھی درج ہیں۔ کچھ دیگر مقامات پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نماز کے معاملے میں سستی وغفلت کرنے والوں کی مذمت کرتے ہیں بلکہ ساتھ ساتھ تارکین نماز کی سزا کی وضاحت ہوتی ہے۔ نیز جب بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نماز کا تذکرہ فرماتا ہے، ساتھ ساتھ مسلمانوں کو اس کی ایسی معرفت بھی عطا کر دیتا ہے کہ ان کے لیے کسی شک وشبہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ مزید برآں ان کو بیشتر معرفت تو نبی ﷺ کی سیرت طیبہ سے مل چکی ہوتی ہے جسے امت کے اکابرین ومتقدمین نے متاخرین کی طرف پوری امانت وضمانت کے ساتھ منتقل کر دیا۔ حتیٰ کہ ہر چھوٹے بڑے، عالم، جاہل کو بھی احکام نماز کے بارے میں علم ہوتا ہے۔ لہٰذا جب بھی نماز کا تذکرہ قرآن کریم میں آتا ہے عام مسلمان بھی سمجھ جاتا ہے کہ اس سے مراد نہ صرف پانچ فرض نمازیں اور جمعہ مبارکہ ہے بلکہ فرض نماز کے بعد سنن مؤکدہ ومفصلہ اور مقیدہ ومطلقہ بھی ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نماز کے بعض احکام کا تذکرہ کیا۔

مثلاً نماز کے مقررہ اوقات کا تذکرہ یوں کیا گیا۔

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا﴾

''بے شک نماز کے اوقات مؤمنوں پر مقرر ہیں۔'' (النساء: ۱۰۳)

② اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَ حِيْنَ تُصْبِحُوْنَ○ وَ لَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ﴾

''پس تم صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو۔(کیونکہ وہی سب دنیا کا اصل مالک ہے) اور زمین وآسمان میں سب تعریفیں اسی کے لائق ہیں اور دن کے تیسرے پہر اور ظہر کے وقت اس کی تسبیح کرو۔'' (الروم: ۱۷-۱۸)

③ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَ زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ﴾

''اور دن کے دونوں اطراف میں (فجر، ظہر، عصر) اور رات کے کچھ حصے میں (مغرب، عشاء، تہجد) نماز قائم کرو۔'' (ھود: ۱۱۴)

④ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا﴾

''زوال شمس سے لے کر رات چھانے تک نماز قائم کرو۔ اور صبح کو قرآن پڑھو کیونکہ صبح قرآن پڑھنے میں دلجمعی ہوتی ہے۔'' (الاسراء: ۷۸)

صاحب کتاب کی تشریح:

یعنی رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ ان اوقات کی ابتدا میں نماز قائم کریں۔

① زوال شمس میں ظہر اور عصر داخل ہیں۔

② رات کے اندھیرے سے مراد جس میں روشنی بھی ملی جلی ہو، یعنی اس میں مغرب اور عشاء کی نمازیں مراد ہیں۔

③ قرآن الفجر سے مراد صبح کی نماز ہے قرآن کریم میں صبح کی نماز کو قرآن سے اس لیے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ اس میں قراءت جہری ہوتی ہے اور قدرے طویل ہوتی ہے۔

(سنت مطہرہ میں مسلمانوں کے لیے ان اوقات کی تفصیل تحریر ومقرر ہے)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾

''اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھ۔'' (المدثر: ٤)

آیت کریمہ میں کپڑے صاف کرنے کا حکم نماز کے لیے بالاولیٰ ہے۔

جب نماز کے لیے کپڑوں کو نجاسات سے پاک کرنا ضروری ٹھہرا تو پھر نماز کے لیے بدن کی طہارت بالاولیٰ اوجب ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَى أَوْ عَلَى سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ......﴾

''اے مومنو! تم جب نماز قائم کرنے کا ارادہ کرو تو اپنے چہرے اور کہنیوں تک ہاتھ دھولو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھولو) اور اپنے سروں کا مسح کر لو۔ اور اگر تم جنبی ہو تو مکمل طہارت (غسل) حاصل کرو۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر پر ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت کر کے آئے یا تم عورتوں سے جماع کر لو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو تو تم اس سے اپنے ہاتھوں اور چہروں کو چھو لو۔'' (المائدة: ٦)

یہ آیت کریمہ متعدد مسائل کا مجموعہ ہے۔

① آیت میں نماز کے لیے نیت کی شرط کا وجوب۔

② نماز کے لیے طہارت کا وجوب

③ حدث اصغر کی وجہ سے وضو کرنے والے انسان کے لیے ضروری ہے کہ آیت میں چاروں مذکورہ اعضاء کو پاک کرے۔

④ چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں تو دھوئے جائیں گے۔

⑤ اور دھوتے وقت ان اعضا پر پانی بہانا ضروری ہے۔

⑥ سر کا صرف مسح کیا جائے گا، نیز سارے سر کا مسح ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں عموم ہے۔

⑦ وضو کے اعضاء کو ترتیب سے دھونا ضروری ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے وضو کے اعضاء کو ترتیب سے بیان کیا ہے۔

⑧ تمام اعضاء کو پے در پے دھونا واجب ہے۔

⑨ حدث اکبر سے طہارت کے لیے غسل واجب ہے۔

جیسے جنابت اور اس سے مراد جماع ہے یا منی کا خروج یا یہ دونوں مراد ہیں۔ تاہم ان دونوں کاموں کی وجہ سے سارے بدن کی طہارت ضروری ہے۔ اور پورے بدن سے ذرہ بھر بھی معاف نہیں ہے حتیٰ کہ گھنے بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچنا ضروری ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ میں حائضہ اور نفاس والی عورتوں کی طہارت کا تذکرہ کیا۔

⑥ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حَتّٰى يَطْهُرْنَ ''یعنی جب ان کا خون بند ہو جائے۔''

فَاِذَا تَطَهَّرْنَ ''یعنی جب وہ غسل کر لیں۔''

﴿فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ﴾

''تو ان کے پاس وہاں سے آؤ جہاں سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔''

پھر وضو اور غسل کے بعد مٹی سے تیمم کا تذکرہ ہے۔ یہ وضاحت بھی ہے کہ تیمم کے دو اسباب ہیں۔

① پانی کی عدم موجودگی۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا﴾

''تمہیں پانی نہ ملے تو تیمم کرو۔'' (المائدۃ: ٦)

② بیماری وغیرہ کی وجہ سے اندیشہ ضرر ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى﴾ ''اور اگر تم بیمار ہو۔''

تیمم کا طریقہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾

''تو تم اس (مٹی) سے اپنے چہروں اور اپنے ہاتھوں کو چھولو۔'' (المائدة: ٦)

اس آیت میں اس بات کی صراحت ہے کہ تیمّم حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں سے ہوتا ہے کیونکہ تیمّم کا تذکرہ ان دونوں کے بعد آیا ہے۔ نیز یہ وضاحت بھی ہے کہ قدرت ہوتے ہوئے ازالۂ نجاست ضروری ہے اور قدرت ہوتے ہوئے تیمّم نہیں کیا جائے گا۔ البتہ تمام واجبات کی طرح جب انسان ازالۂ نجاست سے عاجز ہو تو تب تیمّم ہوسکتا ہے اس آیت میں یہ وضاحت بھی ہے کہ حدث اصغر و اکبر دونوں میں تیمّم کرنے کی جگہ دونوں ہاتھ اور چہرہ ہے اور ہاتھوں سے مراد دونوں ہتھیلیاں ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پانی کے ساتھ طہارت کے حصول کے وقت تو فرمایا ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾

''اور تم اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دھولو۔'' (المائدة: ٦)

حدث اصغر و اکبر دونوں سے ایک بار ہی تیمّم کا تذکرہ کیا۔

تیمّم کے تذکرہ کے ساتھ صرف یوں فرمایا:

﴿فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ﴾

یعنی تیمّم میں ہاتھوں کو کہنیوں سے مقید نہیں کیا۔

اللہ تعالیٰ نے دین میں عام طور پر مشقت کی نفی کی لیکن طہارت میں خاص طور پر مشقت کی نفی کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾

''اللہ تمہیں مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔'' (المائدۃ: ٦)

طہارت تیمّم طہارت آب کی قائم مقام ہے:

اللہ تعالیٰ نے شرط موجود ہونے کی صورت میں آبی طہارت کے قائم مقام خاکی طہارت کو بنایا ہے۔ اور شرط پانی کی عدم موجودگی یا پانی کے استعمال سے ضرر کا حصول ہے یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ہر پہلو سے خاکی طہارت اور آبی طہارت کا حکم ایک ہی ہے۔ لہٰذا تیمّم سے طہارت حاصل کرنے والے کو جب تک تیمّم کا صحیح مخالف (پانی اور عدم ضرر) نہ ملے گا وہ اپنی طہارت پر قائم رہے گا۔

ایک نماز کے وقت کا ختم ہونا یا دوسری نماز کا وقت شروع ہونے سے طہارتِ تیمم کی صحت ودوام پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔

چنانچہ تیمّم کرتے وقت نیت خواہ کسی بھی عبادت کی ہو وہ مستحب ہو یا اس کی مانند ہو اس سے کم درجے کی ہو اس سے اعلیٰ درجے کی عبادت ہو (تمام عبادتیں ایک تیمم سے جائز ہیں)

آیت کریمہ میں یہ دلیل بھی ہے کہ مذکورہ احداث (اصغر واکبر) نواقض وضو ہیں، یعنی (پیشاب و پاخانہ) یا دونوں راستوں سے نکلنے والی کوئی چیز ہو یا شہوت کی تکمیل کے لیے عورتوں کو چھوا جائے چونکہ چھونے کی وضاحت اور نسبت جب عورتوں کی طرف کی گئی تو اس سے مراد بہ نیت شہوت ہے۔

اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِي الْمَسٰجِدِ﴾

''اور تم عورتوں کے ساتھ مباشرت نہ کرو جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو۔'' (البقرۃ: ۱۸۷)

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کہ:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾

''جب تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرلو۔'' (المائدۃ: ٦)

امام احمد رحمہ اللہ نے درج ذیل فرمان الٰہی سے

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ﴾

''تم پر مردار اور خون حرام کر دیے گئے ہیں۔'' (المائدۃ: ۳)

یہ استدلال کیا ہے کہ پانی میں جب نجاست ملے اور اس کی وجہ سے پانی کا کوئی ایک وصف (تین طبعی اوصاف میں سے رنگ، بو اور ذائقہ) تبدیل ہو جائے تو ان نجاستوں کے اثر کی وجہ سے پانی اپنی طہوریت والی صفت کھو دیتا ہے اور وہ نجس ہو جاتا ہے۔ تب وہ مردار اور خون والی حرمت میں شامل ہو جاتا ہے تب وہ نجس اور خبیث کہلائے گا۔ نجاست پڑنے کے باوجود جب پانی کے تینوں اوصاف میں کوئی ایک وصف بھی تبدیل نہ ہو تو پانی طہوریت والی اپنی صفت پر باقی رہے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان کے عموم میں وہ داخل ہوگا۔

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾

''اور ہم آسمان سے پاک پانی اتارتے ہیں۔'' (الفرقان: ٤٨)

اس بات کی دلیل ہے کہ پانی اصل میں مطہر (پاک) ہے۔ لہٰذا ہم دلیل کے بغیر

پانی کو اس کے اصل سے نہیں نکال سکتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ (البقرۃ: ۱۴۴)

یعنی مسجد حرام کی طرف لیکن جب قبلہ نظر نہ آسکے تو اس عذر کی بنا پر اس کی طرف منہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾

''یعنی تم نماز کے لیے اپنے ستر ڈھانپ لو اور اپنے کپڑے پہن لو۔''

(الاعراف: ۳۱)

کیونکہ زینت اس حالت کو کہتے ہیں جس میں ستر کی قباحت وشناعت سے حفاظت ہو، اور زینت کی تکمیل کا مقصد اعلیٰ جمال کا حصول ہے گویا اس حکم میں دو باتوں کا حکم شامل ہے۔

① ستر ڈھانپنا ② مکمل لباس پہننا جیسا کہ سنت مطہرہ میں یہ وضاحت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾

''اور جب قرآن پڑھا جائے تو غور سے سنو اور تم سکوت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔'' (الاعراف: ۲۰۴)

اس آیت میں انصات (سکوت) کا جو حکم دیا گیا ہے اس میں جہری نمازوں میں امام کی قراءت کے دوران مقتدی کے انصات (سکوت) کو داخل کرنا نہایت بلیغ ولطیف استنباط ہے، چونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قیام، رکوع، سجود اور قنوت کا حکم دیا اور

قنوت میں سکوت بھی شامل ہے۔ (1)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾

''اور تم اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی سے کھڑے ہوا کرو۔'' (البقرة: ٢٣٨)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا﴾

''اے ایمان والو رکوع اور سجدے کرو۔'' (الحج: ٧٧)

اور فرمایا:

﴿فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾

''پس تم قرآن سے جس قدر آسان ہو وہ پڑھو۔'' (المزمل: ٢٠)

ان آیات میں رکوع، سجود اور قنوت و سکوت کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ یہ سب نماز کے ارکان ہیں۔

نماز کو ایمان کیوں کہا گیا؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نماز کو ایک جگہ ایمان کہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ﴾

''اور اللہ تمہارے ایمان (اعمال صالحہ) ضائع نہیں کرے گا۔'' (البقرة:١٤٣)

یعنی بیت المقدس سے بیت اللہ کو قبلہ قرار دینے سے پہلے جن لوگوں نے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں اور وہ تحویل قبلہ سے پہلے فوت ہو گئے تو ان کی نمازیں ضائع نہیں ہوں گی بلکہ ان کو ان کا اجر ملے گا۔ چونکہ نماز کو ایمان اس لیے کہا گیا ہے

کیونکہ وہ ایمان کی کسوٹی ہے۔

سب نمازوں کی محافظت عمومی حکم ہے اور نماز عصر کی حفاظت خصوصی طور پر مذکور ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عمومی طور پر تمام نمازوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے، لیکن نماز عصر کی محافظت کا خصوصی طور پر حکم دیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَ الصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى﴾

''تم سب نمازوں اور نماز وسط کی محافظت کرو۔'' (البقرۃ: ۲۳۸)

نمازوں کی محافظت کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے ثنا بیان کی ہے جو اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ نماز کی شروط، اس کے ارکان، اس کے سارے لوازمات اور اس کو مکمل کرنے والی تمام اشیا پر محافظت کی جائے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے نماز کی اقامت کا حکم دیا ہے اور اس کو قائم کرنے والوں کی ثناء بیان کی ہے۔ درج بالا آیت میں ان سب کی دلیل موجود ہے اور اعمال صالحہ میں سبقت اور مقابلے کا حکم دیا گیا ہے جو نماز اور دیگر عبادات کی تکمیل کو بھی شامل ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ﴾

''پس ان نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز کی شان اور اہمیت سے غافل ہیں۔'' (الماعون:۴،۵)

بقول مصنف اس وعید میں نماز کو کلی طور پر ترک کرنا اور اسے اس کے مقررہ اوقات سے مؤخر کرنا اور اس کے واجبات میں کمی کرنا شامل ہیں۔

تاہم نماز میں سہو کی اللہ تعالیٰ نے مذمت نہیں کی اسی لیے نبیٔ رحمت سے یہ واقع ہوا اور نماز کے آخر میں آپ نے اس کے لیے دو سجدے کیے اور آپ نے اپنی امت

کو بھی نماز میں سہو کے وقت یہی حکم دیا۔

منافقوں کی مذمت:

اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَ اِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُ وْنَ النَّاسَ وَ لَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

''وہ جب نماز کا ارادہ کرتے ہیں تو غفلت سے قیام کرتے ہیں وہ لوگوں کے لیے دکھلاوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر بہت کم کرتے ہیں۔''

(النساء:۱۴۲)

اس فرمان میں نماز کو اطمینان کے ساتھ پڑھنے اور اس کے رکوع، سجود، قیام اور جلسے کی تکمیل کا حکم ہے، کیونکہ بندہ اس مذمت سے صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے جب اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہو کر وہ اپنی نماز کو ہر طرح سے مکمل کرے گا۔

خشوع کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے ہر حال میں خشوع اور خصوصاً نماز میں خشوع کی مدح کی ہے۔ اور خشوع: نماز میں مکمل حضور قلب اور اس کے تمام اقوال وافعال میں تدبر سے حاصل ہوتا ہے، جب کہ خشوع کی تکمیل تب ہو گی جب عبادت اس طرح کی جائے گویا عابد اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اگر یہ کیفیت محسوس نہ کر سکے تو یہ یقین ضرور کر لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور خشوع کے لوازمات میں سے یہ بھی ہے کہ نماز مکمل سکون کے ساتھ ادا کی جائے۔ فضول حرکات سے پرہیز کیا جائے عدم توجہی سے کنارہ کیا

جائے اور نماز کے شروع سے لے کر آخر تک سجدے کی جگہ پر نظر رکھی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝نِّصْفَهٗۤ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۝اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾

''اے کملی پوش اپنی نصف رات یا اس سے کچھ کم وبیش قیام کیا کریں اور قرآن کریم ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کریں۔'' (المزمل:۱تا٤)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ﴾

''اور رات کے ایک حصے میں نماز تہجد پڑھا کریں۔ (دوسروں کی نسبت) اے نبیؐ آپ کے لیے یہ ایک اضافی حکم ہے۔'' (الاسراء: ۷۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ۝وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾

''یہ (متقین) راتوں کو کچھ حصہ بیدار رہتے اور صبح کے وقت (اپنے رب سے) بخشش مانگا کرتے ہیں۔'' (الذاریات: ۱۷۔۱۸)

قیام اللیل کی فضیلت واہمیت:

درج بالا آیات مبارکات میں قیام اللیل کی اہمیت وفضیلت بیان ہوئی ہے اور یہ بتلایا گیا کہ راتوں کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قیام کرنے والے بہترین لوگ ہوتے ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سورۃ المزمل کے آخر میں بتایا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے بعض اصحاب کے ہمراہ راتوں کا قیام کرتے ہیں۔ نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے لوگوں کے لیے

رات کے قیام میں آسانی پیدا کر دی خصوصاً مریض اور محنت و مشقت کرنے والوں کے لیے قیام لیل میں اس قدر چھوٹ دے دی کہ وہ اتنا قرآن پڑھا کریں جس قدر انہیں آسانی ہو اور وہ قرآن کی وجہ سے مشقت میں نہ پڑیں۔

نماز باجماعت کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان سے نماز باجماعت کے وجوب پر استدلال کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ ارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ﴾

''اور تم رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔'' (البقرۃ:٤٣)

نیز اس فرمان باری تعالیٰ سے رکوع کی فضیلت بھی نمایاں ہے اور اس میں یہ مسئلہ بھی پنہاں ہے کہ امام کے پیچھے رکوع ملنے سے رکعت مل جاتی ہے[1] اور خوف کے وقت باجماعت نماز کے وجوب سے استدلال کیا گیا ہے کہ پھر حالت امن میں نماز باجماعت بالاولیٰ واجب ہے۔

عبادات (پانچ فرض نمازیں اور جمعہ) کے لیے اذان واجب ہے:

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ان فرامین سے پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان کے واجب ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا﴾

''اور جب تم نماز کے لیے پکارتے ہو وہ (کافر و مشرک) اسے ہنسی اور کھیل

بناتے ہیں۔" (المائدۃ: ۵۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ﴾

"جب جمعہ کی اذان ہو تو تم اللہ کی یاد کے لیے دوڑ پڑو۔" (الجمعۃ:۹)

درج بالا آیات مبارکہ میں نماز اور جمعہ کے لیے اذان کے واجب ہونے کی دلیل ہے، اور مسلمانوں کے ہاں اذان کا طریقہ اور کیفیت معروف ہے، نیز آیات میں پانچ نمازوں اور جمعہ کی جماعت کے وجوب کی بھی دلیل ہے۔ اسی طرح پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے مسجد کی طرف آنے کے وجوب کی دلیل بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ﴾

"اور آپ جس وقت نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کریں۔" (الطور:٤٨)

﴿وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ﴾

"اور آپ رات کے کچھ حصہ میں اور سجدوں کے بعد تسبیح کریں۔" (ق:٤٠)

درج بالا آیات میں قیام اللیل خصوصاً رات کے آخری حصے میں قیام کی خصوصی فضیلت بیان ہوئی ہے اسی طرح پانچوں نمازوں کے بعد ذکر کی اہمیت وفضیلت بیان ہوئی ہے۔

سجدہ تلاوت کی فضیلت واہمیت:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر سجدوں کا ذکر کیا ہے اور بعض

مقامات پر سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔

تلاوت قرآن کے وقت جو سجدہ نہ کرے اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کی ہے اور اللہ تعالیٰ کا اپنے کلام میں بار بار زمین وآسمان کی ساری مخلوقات کا اپنی تسبیح وتحمید اور سجدے کرنے سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ اللہ کے ہاں ان افعال کی کتنی فضیلت واہمیت ہے۔ نیز جمہور علماء کے نزدیک سجدہ تلاوت مستحب ہیں، تاہم بعض علماء کے نزدیک یہ واجب ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے سورۂ ''ص'' کا سجدہ کیا اور فرمایا داؤد علیہ السلام نے اپنی توبہ کے اظہار کے لیے یہاں سجدہ کیا اور ہم اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کرتے ہیں۔

نماز خوف اور نماز قصر:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

''جب تم زمین میں چلو تو تم پر نماز قصر پڑھنے میں کوئی گناہ نہیں جب تمہیں کافروں کی طرف سے فتنہ کا ڈر ہو۔'' (النساء: ۱۰۱)

اس آیت میں چار رکعتوں والی نماز کو دو رکعتوں میں بطور قصر پڑھنے کی مشروعیت کا تذکرہ ہے یہ آیت چونکہ مطلق ہے اس لیے سفر چاہے طویل ہو یا مختصر ہو۔

نماز قصر میں تو صرف رکعتوں کی تعداد کم ہوتی ہے لیکن نماز خوف میں رکعتوں کی تعداد کم ہونے کے ساتھ ساتھ نماز کی ہیئت وطریقہ بھی تبدیل ہو جاتا ہے، جیسا کہ نبی

اکرم ﷺ کی سیرت مطہرہ سے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان عالی شان میں بھی نماز خوف کی وضاحت موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

”اور (اے نبیؐ!) جب آپ مومنوں کے درمیان ہوں، پھر انھیں نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوں تو ان میں سے ایک گروہ اپنے ہتھیار لگائے ہوئے آپ کے ساتھ جماعت میں کھڑا ہو، پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی وہ آپ کے ساتھ نماز ادا کرے اور اپنا بچاؤ ساتھ لے اور اپنے ہتھیار (لگائے رکھے) کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے ہتھیاروں اور اپنے سامان کی طرف سے ذرا غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر یکبارگی دھاوا بول دیں۔ اور اگر تمھیں بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ اپنے ہتھیار (ایک طرف) رکھ دو، اور اپنا بچاؤ ساتھ لو۔ بے شک اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔“
(النساء:۱۰۲)

اگر سفر بلا خوف ہو تو چار رکعتوں والی نماز کی دو رکعتیں پڑھنی ہوتی ہیں لیکن نماز

خوف میں ہیئت نماز بھی تبدیل ہو جاتی ہے۔ آیت کو خوف کے ساتھ مقید کرنے سے یہ فائدہ حاصل ہوا ہے کہ اگر خوف کے بغیر سفر ہو تو صرف رکعتوں کی تعداد میں قصر ہوتی ہے۔ ہیئت نماز میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾

''پس جب تم نماز پڑھ لو تو تم کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر اور لیٹ کر اللہ کا ذکر کرو اور جب تمہیں (خوف سے) اطمینان حاصل ہو جائے تو نماز (مکمل) قائم کرو۔ بیشک نماز مومنوں پر فرض کر دی گئی ہے۔'' (النساء: ۱۰۳)

درج بالا آیت کریمہ میں دو فائدے واضح کیے گئے ہیں۔

① فرض نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر مشروع ہے۔ اس کی تائید نبی اکرم ﷺ کی بے شمار احادیث سے ہوتی ہے۔

② اس آیت کریمہ میں خصوصی طور پر نماز خوف کے بعد ذکر الٰہی کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ عذر کی حالت میں نماز میں کہیں نہ کہیں نقص واقع ہو سکتا ہے گویا ذکر اللہ سے بندے کی عبادت میں نقص کی تکمیل و تتمیم ہوتی ہے۔ اگرچہ نماز بھی دراصل ذکر اللہ کے قیام کی ایک صورت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾

''اور آپ میری یاد کے لیے نماز قائم کریں۔'' (طٰہٰ:۱۴)

بلکہ تمام عبادات اللہ کے ذکر کے لیے ہی مشروع کی گئی ہیں۔ لہٰذا جب بندہ ایسی عبادت کرے جس میں کسی وجہ سے نقص کا اندیشہ ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اس نقص کو اپنے رب کے ذکر کے ذریعے پورا کرے اور جو کچھ اس کی طرف سے عبادت میں کمی واقع ہو چکی ہو اس کی تلافی کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّ اجْعَلُوْا بُیُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ﴾

''اور تم قبلہ رخ اپنے گھر بناؤ اور نماز قائم کرو۔'' (یونس:۸۷)

یہ حکم موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا کہ فرعون کے خوف کی وجہ سے وہ اپنے گھروں میں نماز پڑھ لیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عذر شرعی یا فرض وغیرہ کی حالت میں مسجد کے علاوہ بھی نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

یہ حکم موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے لیے تھا اور اس رخصت کی دلیل بھی ان کے لیے تھی جب کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لیے فرمایا:

((جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطُھُوْرًا))

''میرے لیے ساری زمین مسجد اور ذریعۂ طہارت (تیمّم) بنائی گئی ہے۔''

ہم سے پہلے انبیاء کی شریعتیں ہمارے لیے بھی واجب العمل ہیں جب تک ہماری شریعت میں ان کا نسخ نہ آجائے۔ (یا وہ تحریف سے سالم ہوں) (مترجم)

بلکہ ہماری شریعت میں وہ آسانیاں بھی وافر ہیں جن سے سابقہ اہل شرائع محروم تھے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾
''اور مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں پس تم جدھر کو رخ کرو اسی طرف اللہ کا چہرہ ہوگا۔'' (البقرۃ:۱۱۵)

اس آیت سے مسافر کی سواری پر نماز کے جواز پر استدلال کیا گیا ہے، خواہ سواری کا رخ کسی طرف بھی ہو۔ نیز جب نمازی کو اجتہاد کے بعد بھی قبلہ کی سمت کا صحیح پتہ نہ چلے تب بھی اس کی نماز درست ہوگی۔ اسی طرح جب نمازی کو قبلے کا پتہ ہی نہ چلے تب بھی اس کی نماز صحیح ہوگی۔ اصولِ ضرورت کی بنیاد پر یہ تخفیف کی گئی۔

پیدل انسان جو نماز نفل پڑھ رہا ہو وہ سوار مسافر کی طرح ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ﴾
''اللہ تعالیٰ نے ان گھروں کو بلند کرنے اور ان میں اس (اللہ) کے نام کا ذکر کرنے کا حکم دیا ہے۔'' (النور:۳۶)

یہ حکم تمام مساجد کو شامل ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دو چیزوں کا حکم دیا ہے۔

① مسجدوں کو بلند کرنے کا:

اس میں ان کی تعظیم اور حسی و معنوی ہر قسم کی نجاست، غلاظت، کوڑا کرکٹ اور ان کو قابل نفرت و ناپسندیدہ چیزوں سے پاک وصاف کرنا شامل ہے۔

② اللہ کے نام کا ذکر کرنا:

اس میں اللہ کے نام پر ہر عبادت کرنے کی مشروعیت بتلائی گئی۔ نماز ہو تلاوت ہو

علم نافع کی تعلیم و تعلم ذکر الٰہی وغیرہ اور یوں وہ بات اس میں شامل ہے جو اہل علم وسلف صالح نے احکام المساجد میں تفصیل سے بیان کیا۔ احکام المساجد میں یہ دونوں باتیں آتی ہیں۔

وہ ذات کتنی بابرکت ہے جس نے اپنی کلام کو باعث ہدایت، شفاء اور نور بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾

''(اے پیغمبرؐ) آپ فرمائیں بے شک میری نماز، میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔'' (الانعام: ۱۶۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

''پس (اے پیغمبرؐ) آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' (کوثر:۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ○ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى﴾

''بے شک فلاح پا گیا وہ جس نے اپنا تزکیہ کیا اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی۔'' (الاعلیٰ:۱۴۔۱۵)

درج بالا آیات کے عموم سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ ان آیات سے نماز عیدین (عید الاضحیٰ، عید الفطر) اور صدقۃ الفطر کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ سب عبادات جو اللہ کے لیے ہوں وہ ان اور ان جیسی بیشتر آیات کے عموم میں داخل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ﴾

''ان (منافقین ومشرکین) میں سے جو مر جائے آپ (اے پیغمبرؐ) ان میں سے کسی کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ ہی ان میں سے کسی کی قبر پر قیام کریں۔''

(التوبة:٨٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ﴾

''پھر اس کو موت دی پس اسے قبر میں دفن کروایا۔'' (عبس:٢١)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ﴾

''پس میں چھپاؤں اپنے بھائی (کو قتل کرنے) کا عیب۔'' (المائدة:٣١)

درج بالا آیات کے عموم سے اہل ایمان کا جنازہ پڑھنے، ان کی قبروں پر دعا (کے لیے) قیام کرنے اور میت کو مکمل کفن پہنانے، اس کا جنازہ اٹھانے اور اس کو دفن کرنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے جبکہ احادیث میں کثرت سے ان اعمال واحکام کی تائید ملتی ہے۔

زکوٰۃ کے احکام

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا حکم دیا ہے۔ اور یہ حکم بجالانے والوں کی تعریف اور اس حکم کی تعمیل نہ کرنے والوں کی مذمت کی ہے اور انہیں شدید وعید کے ساتھ دھمکایا ہے اور بتایا ہے کہ قیامت کے دن انہیں ان چیزوں کا طوق پہنایا جائے گا جن کے ساتھ انہوں نے بخل کیا اور بے شک انہیں ان کے خزانوں کے ذریعے جہنم کا عذاب دیا جائے گا اور ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں پر داغ لگائے جائیں گے اور یہ کہ زکوٰۃ دین کے اہم فرائض میں سے ایک ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

"(اے نبی) آپ ان کے اموال سے زکوٰۃ لیں۔ آپ اس کے ذریعے ان کو پاک کریں اور ان کا تزکیہ کریں اور آپ ان کے لیے دعائے رحمت کریں بے شک آپ کی دعا ان کے لیے تسکین کا باعث ہے۔" (التوبة: ۱۰۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَ مِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَ لَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ﴾

''اے ایمان والو! تم اپنی کمائی میں سے پاک اموال خرچ کرو اور اس میں سے جو ہم تمہارے لیے زمین سے نکالتے ہیں اور ناپاک چیزیں خرچ کرنے کا تم ارادہ نہ کرو اور تم خود وہ چیزیں نہ لوگے سوائے چشم پوشی کرنے کے۔ اور تم جان لو بے شک اللہ تعالیٰ غنی اور تعریف کیا گیا ہے۔'' (البقرة:٢٦٧)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾

''اور تم کٹائی والے دن اس کا حق ادا کرو۔'' (الانعام: ١٤١)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

''زکوٰۃ، فقراء، مساکین، یہ اکٹھی کرنے والوں، مؤلفۃ قلوب، گردنیں چھڑانے والوں، مقروضوں، مسافروں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے لیے ہے۔ یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' (التوبة:٦٠)

درج بالا آیات سے متعدد مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔

① احکام زکوٰۃ:

② زکوٰۃ تمام اموال میں فرض ہے یعنی جن اموال میں بڑھوتری اور نشوونما ہو اور وہ

منافع، بڑھوتری اور کمائی کے لیے ہوں جیسے کرنسی، سامان تجارت (منافع کے حصول کے لیے تمام سامان خرید وفروخت) اجناس اور پھل (جو ذخیرہ ہو سکیں) اور وہ مویشی جو اچھی نسل کے حصول اور تجارت کے لیے ہوں۔

③ غذائی اجناس اور پھلوں کی زکوٰۃ ان کو کاٹنے اور توڑنے کے وقت واجب ہوتی ہے۔کیونکہ یہی وقت باغات اور کھیتوں میں کام کرنے والوں کے پاس زکوٰۃ نکالنے کے لیے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔ نیز اس کے مستحقین بھی انہی اوقات میں اس کے حصول کی تمنا کرتے ہیں۔ ان دو کے علاوہ زکوٰۃ نکالنے والے اموال میں سال پورا ہونے کی شرط ہے یعنی نقد رقم اور مویشیوں کی زکوٰۃ کے لیے نصابی سال کا گزرنا ضروری ہے۔زکوٰۃ اکٹھا کرنے کے لیے عُمّال (مقررہ افراد) کو بھیجا جاتا ہے۔

زکوٰۃ اکٹھی کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ زکوٰۃ لے کر زکوٰۃ دینے والوں کے لیے دعا نافع ضرور کریں کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی نیابت کر رہے ہوتے ہیں، لہٰذا ان کی دعا اہل اسلام کی تسکین قلب کا باعث ہوتی ہے اور ان کی حوصلہ افزائی کا سبب بنتی ہے۔ نیز دعا کے ذریعے ان کے عمل صالحہ کا شکریہ بھی ادا ہو جاتا ہے۔

④ زکوٰۃ میں متوسط مال لیا جاتا ہے۔ زکوٰۃ دینے والے کے لیے یہ ضروری نہیں کہ وہ زکوٰۃ میں عمدہ اور نفیس مال ہی دے لیکن نہ ہی اس کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ گھٹیا مال زکوٰۃ میں دے۔

⑤ ان آیات میں زکوٰۃ کی مصلحتیں بھی بیان ہوئی ہیں۔

یہ وضاحت بھی ہے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعے زکوٰۃ دینے والے عادات مذمومہ (بخل وغیرہ) سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔

اور وہ اخلاق محمودہ (غنا، جودوشجاعت، باہمی رحمدلی وغیرہ) سے لبریز ہو جاتے ہیں، اس طریقہ سے ان کا تزکیہ نفس ہوتا رہتا ہے۔

⑥ زکوٰۃ کے مستحقین کی آٹھ اقسام ہیں۔ ان میں سے کچھ تو اپنی ذاتی ضرورت کے لیے زکوٰۃ لیتے ہیں جیسے فقیر اور مسکین، فقیر مسکین سے زیادہ محتاج و مجبور کو کہتے ہیں۔

⑦ مقروض جو اپنی ضروریات کے لیے قرض لیتے ہیں اور کچھ لوگوں پر حکومت کی طرف سے تاوان وغیرہ ہو جاتا ہے یا قصاص میں انہیں اتنی رقم دینی پڑ جاتی ہے جو وہ خود نہیں دے سکتے تو اسلامی حکومت مال زکوٰۃ کے ذریعے ان کی مدد کرتی ہے۔ گردن آزاد کرانے سے مراد مطلق غلاموں کو آزادی دلوانا، آزادی کے حصول کے لیے جو غلام مالک سے مکاتبت (قسطوں کے ذریعے آزادی) کا معاہدہ کر لیں، ان کی زکوٰۃ سے امداد کی جاتی ہے۔ اسی طرح مسلمان قیدیوں کے لیے فدیہ دینا بھی اسی مد میں شامل ہے۔

⑧ مسافر سے مراد وہ اجنبی جو اپنے گھر سے دور ہو اور اس کے وسائل آمدنی ختم ہو جائیں کچھ مسافر اپنی ضروریات اور اپنی عمومی مصلحت کے لیے بھی زکوٰۃ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جیسے زکوٰۃ جمع کرنے والے کارکنان یا مال زکوٰۃ کے محافظ اور لکھنے والے اور تقسیم کنندگان وغیرہ۔

مؤلفۃ قلوب:

وہ کافر و مشرک جن کے اسلام قبول کرنے کی امید ہو یا جن کے شر کا ڈر نہ ہو یا وہ نومسلم جن کے اسلام کو مضبوط کرنا ہو یا اس کے ذریعے اسلام پھیلانا ہو۔

مقروض:

جو مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کی خاطر قرض لیں اور ادا نہ کر سکیں جو مختلف گروہوں، شہروں اور قبیلوں کے درمیان صلح کروائیں۔

جہاد کی مختلف اقسام:

اللہ کی راہ میں کافروں اور اللہ کے دین کے دشمنوں سے لڑنا بھی جہاد ہے۔ علوم شرعیہ کی تعلیم وتدریس اور تعلیم وحصول بھی جہاد ہے۔
زکوٰۃ کے آٹھ مصارف میں سے جس شخص میں دو یا زیادہ استحقاقات پائے جائیں گے اسے اسی قدر زکوٰۃ کی مد میں زیادہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَ اِنْ تُخْفُوْهَا وَ تُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ....﴾

''تم اگر زکوٰۃ ظاہر کر کے دو تو کیا ہی اچھی بات ہے اور اگر تم اسے پوشیدہ (طور پر) فقراء کو دو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔'' (البقرۃ:۲۷۱)

اس آیت میں زکوٰۃ وخیرات فقراء کو چھپا کر دینے کی ترغیب دی گئی ہے اگر آپ رفاہ عامہ کے لیے خرچ کریں تو اس کا اظہار بہتر ہے تاکہ دوسروں کو بھی ترغیب ملے۔
اور اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ وخیرات دے کر اللہ تعالیٰ کے اوپر احسان جتلانے یا زکوٰۃ لینے والے کو احسان جتلا کر تکلیف دینے سے روکا ہے۔ اور گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ (الاعلیٰ) سے مراد صدقۃ

الفطر ہے، جہاں تک اموال زکوۃ کے نصاب اور شروط کا تعلق ہے، وہ سنت مطہرہ میں تفصیل سے درج ہیں۔

تمام اعمال میں اخلاص ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں تمام واجب ومستحب صدقات وخیرات کرتے وقت اخلاص نیت کا حکم دیا ہے اور ایسے صدقہ وعمل کو اضعافاً مضاعفاً (کئی گنا) بڑھانے کی خبر دی ہے، جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ریاکار اور نافرمان کے تمام اعمال وصدقات ضائع کر دیے جائیں گے اور ان مفاہیم کی توضیح وتفہیم کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بے شمار امثال وواقعات بیان کیے ہیں۔

روزوں اور اعتکاف وغیرہ کے احکام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَ لْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَ عَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا

تُبَاشِرُوْهُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا
تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ﴾

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلوں پر فرض تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔ گنتی کے چند دن ہیں، پس جو کوئی تم سے بیمار ہو یا مسافر ہو تو دوسرے دنوں سے گنتی پوری کر لے اور طاقت والوں پر ایک مسکین کا کھانا بطور فدیہ ہے تو جو کوئی بھلائی کی نیت سے نیکی کر لے تو وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ اور تم روزے رکھو تو یہ تمہارے لیے بہت بہتر ہے اگر تم جانو۔ رمضان کے مہینے میں قرآن نازل ہوا جس میں لوگوں کے واسطے ہدایت ، دلائل اور فیصلے (حق و باطل میں) کی باتیں ہیں۔ پس جو کوئی یہ مہینہ پائے تو وہ روزے رکھے اور جو کوئی مریض یا مسافر ہو وہ دوسرے دنوں سے گنتی پوری کرے اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور وہ تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا تمہیں گنتی پوری کرنی چاہیے اور تمہیں اللہ کی بڑائی کرنی چاہیے بہ سبب اس ہدایت کے جو اس نے تمہیں دی اور تاکہ تم شکر کر سکو اور جب (اے پیغمبرؐ) میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو بے شک میں قریب ہوں جب پکارنے والا مجھے پکارے تو میں اس کی پکار کا جواب دیتا ہوں۔ پس انہیں چاہیے کہ میری دعوت قبول کریں اور میرے ساتھ ایمان لائیں تاکہ وہ نیکو کار بن جائیں تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے جماع کرنا حلال ہوا۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو اللہ تعالیٰ نے جان لیا کہ تم اپنے آپ سے خیانت کرتے تھے تو اس (اللہ) نے تم کو معاف کیا اور تمہاری

توبہ قبول کی پس اب تم ان سے مباشرت کرو اور اللہ نے تمہارے لیے جو (رزق) لکھ دیا وہ تلاش کرو اور فجر کا سفید دھاگا (رات کے) سیاہ دھاگے سے علیحدہ ہونے تک تم کھاؤ پیو۔ پھر رات (آنے) تک روزہ پورا کرو اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف بیٹھے ہو تو ان (بیویوں) سے مباشرت نہ کرو یہ اللہ کی حدیں ہیں تم ان کے قریب مت جاؤ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے تاکہ وہ متقی بنیں۔'' (البقرۃ: ۱۸۳تا۱۸۷)

درج بالا آیات مبارکہ سے روزوں وغیرہ کے متعدد احکام اخذ کیے جا سکتے ہیں۔

① ماہ رمضان اس امت پر فرض ہے۔

② روزے تمام امتوں پر ان کے انبیاء کی زبانی فرض کیے گئے کیونکہ ان کا نفع عمومی ہے اور ان کی مصلحتیں بے شمار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ان ساری مصلحتوں کا شاہکار ہے۔

«لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ» تاکہ تم پرہیز گار بنو۔''

یعنی ہم نے تمہارے لیے روزے مشروع کر دیے تاکہ تمہیں اللہ تعالیٰ کا ایسا تقویٰ حاصل ہو جس کے ذریعے تمہیں نجات، فلاح اور سعادت ابدیہ حاصل ہو۔ یقیناً روزہ تقویٰ کا عظیم رکن ہے وہ بذات خود ہر حال میں اللہ کے تقویٰ کے حصول میں معاون ہے۔ وہ انسانی نفس کی صبر پر مشق کرواتا ہے تاکہ وہ اپنی خواہشات اور اپنے طبعی میلانات سے باز آ جائے، لہٰذا جب بھی نفس کی تربیت و مشق روزوں سے کی جائے تو اس پر حرام کاموں کا چھوڑنا آسان ہو جاتا ہے کہ جن امور کو چھوڑے بغیر تقویٰ مکمل نہیں ہوتا۔

اور روزے کے احترام میں حلال چیزوں کو بھی ترک کر دیا جاتا ہے اس لیے حرام چیزوں کے ترک کے لیے روزہ بذات خود نفس کا مربی ہے۔

③ روزہ فقیر سے رحمدلی کا درس دیتا ہے۔ چونکہ اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان اور اللہ کے لیے اخلاص کا خلاصہ تقویٰ ہے اور یہ دونوں اوصاف روزوں میں موجود ہیں۔

④ ہر مقیم، صحتمند انسان پر ہلال رمضان دیکھ کر روزے فرض ہو جاتے ہیں (جو عاقل و بالغ بھی ہو)(مترجم)

اور شعبان کی تکمیل کے بعد روزے رکھنا ضروری ہے۔(اگر چاند نظر نہ آ سکے)

⑤ اور جس مریض کو شفاء کی امید ہو اور مسافر کو روزوں کی چھوٹ ہے تاہم وہ دونوں دوسرے دنوں میں روزے رکھیں بہر حال یہ حکم عام ہے سفر طویل ہو یا مختصر اور مرض خفیف ہو یا شدید، رخصت اور قضاء میں دونوں برابر ہیں) مترجم۔

⑥ طویل گرم دنوں کی قضا سردی کے چھوٹے دنوں میں صحیح ہے۔

⑦ جس سے ماہ رمضان کے مکمل روزے رہ جائیں وہ اتنے دنوں کی قضا دے۔

⑧ وہ مریض جس کو شفاء کی امید نہ ہو یا بوڑھا مرد و زن جو روزے نہ رکھ سکتے ہوں وہ روزے نہ رکھیں لیکن ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائیں۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی ہے۔

﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ﴾

یعنی جو طاقت نہ رکھنے کے باوجود تکلفانہ طور پر روزے رکھتے ہیں اور آیت کو منسوخ کہنے کی نسبت درج بالا تفسیر بہتر ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ سب کچھ اپنے اس فرمان میں واضح کر دیا ہے۔

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ:۱۸۵)

⑨ آیات مبارکہ سے عید الفطر کی رات تکبیرات کے استحباب کی وضاحت ہوتی ہے نیز روزے مکمل ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے ذکر و شکر کی فضیلت بھی ثابت ہوتی ہے۔

⑩ رمضان کی راتوں میں بیویوں سے جماع کی حلت معلوم ہوئی۔

⑪ طلوع فجر تک کھانے پینے کی حلت بھی ان آیات سے معلوم ہوتی ہے۔

⑫ حالت جنابت میں روزہ رکھنے کا جواز بھی معلوم ہوتا ہے کیونکہ طلوع فجر تک بیویوں سے مباشرت مباح ہونے کا لازمی نتیجہ ہے کہ جنبی اسی حالت میں کھانا کھائے گا اور اذان فجر کے بعد وہ غسل کرے گا۔ اسی طرح حائضہ عورت کا حیض جب طلوع فجر سے پہلے منقطع ہو جائے تو وہ کھانا کھا کر روزے کی نیت کرے گی اور اذانِ فجر کے بعد غسل کرے گی۔

⑬ تاخیر سحری کی دلیل بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾

''حتیٰ کہ فجر کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے نمایاں ہو جائے۔''

(البقرۃ:۱۸۷)

⑭ اگر طلوع فجر میں شک ہو تو بھی کھانا پینا جائز ہے۔ نیز آیات میں روزہ افطار کرنے کا استحباب اور جلدی افطار کرنے کی دلیل بھی ہے۔

⑮ شرعی روزے کے احترام میں تمام مفطرات سے رکنا ضروری ہے اور روزے کی ابتدا صبح صادق طلوع ہونے سے ہوتی ہے اور روزے کی انتہا غروب شمس سے ہوتی ہے۔

⑯ روزوں کو ملانے کی ممانعت کا پتہ چلتا ہے، کیونکہ رات کو اللہ تعالیٰ نے روزے کا

وقت نہیں بنایا۔

⑰ نواقض روزہ میں سب سے اہم چیزیں کھانا پینا اور جماع زوجات ومملوکات (لونڈیاں) ہیں۔

⑱ مومنوں کے لیے رمضان کے آخری عشرے میں اعتکاف مشروع ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اعتکاف کی اضافت مومنوں کی طرف کی ہے۔

⑲ اعتکاف مساجد میں ہونا ضروری ہے۔

⑳ بحالت اعتکاف بیویوں سے کسی قسم کے ازدواجی تعلقات قائم کرنا حرام ہیں۔

㉑ اس میں یہ اشارہ بھی ہے کہ اعتکاف رمضان کی آخری دہائی میں افضل ہے۔ چونکہ دیگر دہائیوں کی نسبت متواتر احادیث سے آخری دہائی میں اعتکاف کا ذکر ملتا ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے روزوں کے احکام کے بعد اعتکاف کا تذکرہ کیا ہے۔

㉒ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد مقامات پر روزہ داروں کی تعریف بیان کی ہے اور ان کی فضیلت وثواب کا تذکرہ کیا ہے اس میں فرضی اور نفلی سب روزہ دار شامل ہیں، خصوصاً جن دنوں کے روزے رکھنے کی ترغیب رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ جیسے ہر مہینہ سے تین دن اور شوال کے چھ روزے، یوم عرفہ کا روزہ، اور نو اور دس محرم کے روزے اور ہر ہفتہ سے سوموار اور جمعرات کے روزے۔روزہ کے فضائل پر مشتمل آیات میں ان مبیّنہ دنوں کے روزے بالاً ولیٰ شمار کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ﴾

''ہم نے اس (قرآن) کو ایک برکت والی رات میں اتارا۔'' (الدخان:۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِى لَيْلَةِ ٱلْقَدْرِ ۝ وَمَآ أَدْرَىٰكَ مَا لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ ٱلْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ ٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَٱلرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ ۝ سَلَٰمٌ هِىَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ ٱلْفَجْرِ﴾

''بیشک ہم نے یہ (قرآن) قدر والی رات میں اتارا اور آپ کو کیا معلوم وہ قدر والی رات کیا ہے؟ قدر والی رات ایک ہزار مہینہ سے بہتر ہے۔ فرشتے اور روح اس رات اپنے رب کی اجازت سے ہر جانب سے اترتے ہیں ۔ وہ رات صبح کے نکلنے تک امان وسلامتی والی ہے۔'' (القدر:۱تا۵)

اس سورت میں لیلۃ القدر اور اس میں اعمال صالحہ کی فضیلت بیان ہوئی ہے اور یہ وضاحت بھی ہے کہ یہ رمضان میں ہوتی ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ یہ رات رمضان کے آخری عشرہ میں ہونے کی امید کی جاسکتی ہے، اسے خاص کر طاق راتوں میں تلاش کرنا چاہیے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ اس نے قرآن رمضان المبارک میں نازل کیا اور یہ بھی بتایا کہ اسے لیلۃ القدر میں اتارا گیا تو اس میں یہ صراحت ہے کہ یہ رات رمضان میں ہی ہے۔

احکام حج وعمرہ وقربانی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾

''اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔'' (آل عمران:۹۷)

نیز فرمایا:

﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَ لَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَ سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِي الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ۝ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ

فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوْقَ وَ لَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ تَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوٰى وَ اتَّقُوْنِ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۝ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاِذَاۤ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَ اذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَ اِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۝ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْۤ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ وَ مَنْ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ لِمَنِ اتَّقٰى وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝﴾

''اور تم حج اور عمرہ اللہ کے لیے پورا کرو پھر اگر تمھیں (راستے میں) روک دیا جائے تو قربانی کے لیے جو میسر ہو (وہ قربان کر دو) اور اپنے سر نہ منڈاؤ حتی کہ قربانی اپنے حلال ہونے کی جگہ پہنچ جائے، پھر اگر کوئی شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں کوئی تکلیف ہو (اور وہ سر منڈوا لے) تو فدیے میں روزے رکھے یا صدقہ دے یا قربانی کرے، پھر جب تمھیں امن مل جائے (اور تم حج سے پہلے مکے پہنچ جاؤ) تو تم میں سے جس نے حج (کے احرام) تک عمرے کا فائدہ اٹھایا وہ (احرام کھول کر) جو میسر ہو قربانی کرے، پھر جو شخص (قربانی)

نہ پائے تو وہ تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات اس وقت جب تم گھر لوٹ آؤ، یہ پورے دس (روزے) ہیں۔ یہ حکم اس شخص کے لیے ہے، جس کے گھر والے مسجد حرام کے پاس نہ رہتے ہوں اور تم اللہ سے ڈرو اور جان لو بے شک اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔ حج کے مہینے معلوم و مقرر ہیں، چنانچہ جس شخص نے ان (مہینوں) میں حج کو لازم کر لیا تو حج کے دوران میں وہ جنسی باتیں نہ کرے، اللہ کی نافرمانی نہ کرے اور کسی سے جھگڑا نہ کرے اور جو نیک کام تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے اور (حج کے لیے) زادِ راہ لے لو، بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے اور اے عقل مندو! تم مجھ سے ڈرو۔ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم (حج کے دوران) اپنے رب کا فضل تلاش کرو، پھر جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام کے پاس اللہ کو یاد کرو اور تم اسے اس طرح یاد کرو جس طرح اس نے تمھیں ہدایت دی اور یقیناً اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے۔ پھر جہاں سے سب لوگ لوٹیں وہیں سے تم بھی لوٹو اور اللہ سے بخشش مانگو، بے شک اللہ بہت بخشنے والا، بہت رحم کرنے والا ہے۔ پھر جب تم اپنے حج کے ارکان پورے کر چکو تو اللہ کو اس طرح یاد کرو جس طرح تم اپنے باپ دادا کو یاد کیا کرتے تھے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر (اللہ کو یاد کرو)، چنانچہ کچھ لوگ وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں (سب کچھ) دے دے، ایسے شخص کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی بھلائی دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا اٹھی

لوگوں کے لیے ان کی کمائی کا حصہ ہے اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے اور گنتی کے چند دنوں میں تم اللہ کو یاد کرو، پھر جس نے دو دنوں (منیٰ سے مکے کی طرف واپسی) میں جلدی کی تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے (ایک دن کی) تاخیر کی تو اس پر بھی کوئی گناہ نہیں (بشرطیکہ) وہ تقویٰ اختیار کرے اور تم اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ بے شک تمھیں اسی کے حضور اکٹھا کیا جائے گا۔"

(البقرۃ:۱۹۶تا۲۰۳)

حج کے مہینے:

حج کے مقرر مہینے ہیں (شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ) (مترجم)

ان میں جس پر حج فرض ہو تو وہ بیوی سے جماع نہ کرے، نہ نافرمانی اور نہ جھگڑا حج کے دوران اور تم جو نیکی کا کام کرو اللہ اسے جانتا ہے اور تم زادِ راہ لے لو سب سے بہترین زاد راہ تقویٰ ہے اے عقلمندو مجھ سے ڈرو۔ تم پر اللہ کا فضل تلاش کرنے میں کوئی گناہ نہیں۔

پس جب تم عرفات سے واپس آؤ (9 ذوالحجہ کی شام کو) (مترجم) تو مشعر الحرام (مزدلفہ) میں اللہ کو یاد کرو۔ اور جس طرح اس نے تمہیں سکھلایا ہے اس طرح اسے یاد کرو۔ اگرچہ تم اس سے پہلے راہ بھٹکے ہوئے تھے۔

پھر تم طواف کے لیے جاؤ جہاں سب لوگ جائیں۔ (از ترجمہ شاہ عبدالقادر محدث دہلوی) اور اللہ سے مغفرت طلب کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

پس جب تم اپنے حج کے کام پورے کر چکو تو اپنے آباء کی طرح یا اس سے بھی

زیادہ اللہ کو یاد کرو کچھ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں دے اور آخرت میں اس کو کچھ حصہ نہیں ملے گا۔ اور کچھ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہمیں دنیا میں بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی اور تو ہمیں آگ کے عذاب سے بچا ایسے ہی لوگوں کو ان کی کمائی کا حصہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ اور تم گنتی کے دن اللہ کا ذکر کرو پس جو کوئی دو دنوں میں جلدی کرے اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو تاخیر کرے اس پر بھی کوئی گناہ نہیں جو کوئی اللہ سے ڈرے اور تم اللہ سے ڈرتے رہو اور جان لو بے شک تم اسی کے پاس جمع کیے جاؤ گے۔ (البقرۃ:۱۹۶تا۲۰۳)

درج بالا آیات میں بے شمار فوائد بیان ہوئے ہیں۔

① حج اسلام کا بنیادی رکن ہے۔

② اللہ تعالیٰ نے حج سب لوگوں پر فرض کیا ہے، پھر صاحب استطاعت کو اس کا مکلّف ٹھہرایا ہے۔

③ حج کے وجوب کے لیے یہی سب سے بڑی شرط ہے جو شخص جسمانی اور مالی طور پر حج پر جانے کی استطاعت رکھے اور اسے کسی قسم کا خوف بھی نہ ہو تو فوراً اس پر حج واجب ہوتا ہے۔ کیونکہ امر مطلق فوری طور پر پورا کرنے کا تقاضا کرتا ہے اور جو شخص بدنی یا مالی طور پر معذور ہو اور حج پر جانے کی استطاعت رکھتا ہو تو اسے اپنی معذوری دور ہونے کا انتظار کرنا چاہیے اگر اسے اپنا عذر زائل ہونے کی امید ہو۔ اور اگر اسے اپنا عذر زائل ہونے کی امید نہ ہو یا اتنا بوڑھا ہو جائے کہ سفر کے قابل نہ رہے تو اسے اپنا نائب مقرر کر دینا چاہیے جو اس کی طرف سے حج کرے اسی طرح اگر کسی پر حج واجب ہو چکا ہو اور وہ اسے ادا کرنے سے پہلے مر جائے تو اس کے ورثاء پر واجب

ہو جاتا ہے کہ میت کی طرف سے کسی کو حج کرنے کے لیے مقرر کریں۔

④ استطاعت سے کیا مراد ہے؟

سواری کی قیمت یا کرائے کی سواری کا آنے جانے کا کرایہ اور حج کے دیگر اخراجات مراد ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک جامع لفظ ''استطاعت سبیل'' استعمال کیا ہے جو قیامت تک کے لیے کار آمد ہے کہ حج کے جملہ اخراجات اس میں سما جاتے ہیں۔ اور یہ قرآن کریم کی بلاغت کا معجزہ ہے اور اس کے سچا اور من جانب اللہ ہونے کی دلیل ہے۔

⑤ اللہ جل جلالہ نے حج اور عمرہ مکمل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ حکم فرضی و نفلی حج و عمرہ کو شامل ہے۔

⑥ جس نے حج یا عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کر لیا، پھر بیت اللہ تک پہنچنے میں کوئی امر مانع ہو گیا مثلاً دشمن کا خوف (یا زمینی وسماوی آفت وغیرہ) (مترجم) تو وہ جہاں محصور کیا جائے وہیں قربانی کر لے اور اپنا سر منڈا دے اور احرام کھول دے بصورت دیگر وہ کعبۃ اللہ تک پہنچنے کی حالت میں ہو تو اس پر حج وعمرہ مکمل کرنا فرض ہو گا۔اور جس کے ساتھ قربانی کا جانور ہو تو جب تک قربانی قربان گاہ تک نہ پہنچے، یعنی دس ذوالحجہ سے پہلے وہ احرام نہ کھولے اور نہ سر منڈوائے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر کیا۔

⑦ سیرت رسول اللہ ﷺ سے ہمیں یہ دلیل بھی ملتی ہے کہ میقات سے حج وعمرہ کی نیت سے جاتے وقت قربانی کا جانور ساتھ لیا جا سکتا ہے، نیز قربانی کے جانور کے گلے

میں پٹہ اور جوتا وغیرہ ڈالنا بھی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے ثابت ہے۔

﴿ جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْيَ وَ الْقَلَآئِدَ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾

''اللہ تعالیٰ نے کعبہ کو حرمت والا گھر بنایا۔لوگوں کے ٹھہرنے کے واسطے اور حرمت والا مہینہ اور قربانی اور پٹے والے جانور (لے جانا) تاکہ تم جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمانوں میں جو کچھ ہے اس کو جانتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔'' (المائدۃ: ۹۷)

⑧ عمرہ حج کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے اور ان دونوں کے ارکان و اعمال ایک ساتھ بھی ادا ہو سکتے ہیں اور ان دونوں سے اکٹھے بھی احرام کھولا جا سکتا ہے اور حلال ہوا جا سکتا ہے۔

⑨ حج تمتع کرنے والے پر حسب استطاعت قربانی بھی واجب کی ہے اور قربانی کے جانوروں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

دونبدا بکرا یا بکری:

دنبہ یا بھیڑ (بامر مجبوری) دو دانتے سے کم بھی قربانی کیا جا سکتا ہے۔

اونٹ یا گائے میں سات سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔

جو قربانی نہ کر سکے وہ حج کے دوران تین روزے اور حج سے واپس آ کر سات روزے رکھ لے یہ کل دس روزے ہوں گے۔پہلے تین روزے ایام تشریق میں رکھے گا۔(یعنی ۱۱،۱۲،۱۳ ذوالحجہ) انہی ایام میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے روزوں کو مباح

قرار دیا ہے۔

⑩ اہل مکہ کے علاوہ پر قربانی یا اس کا بدل واجب ہونے میں یہ حکمت ہے کہ حج و عمرہ دونوں عبادتیں ایک ہی سفر میں میسر کرنا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے لہٰذا ان کا شکر ادا کرنا بھی واجب ہوگا لیکن جس کا گھر مکہ میں ہوگا اس پر قربانی و روزے وغیرہ نہیں ہوں گے۔اور آیت سے یہ مفہوم واضح ہوتا ہے کہ حجِ افراد والے پر قربانی واجب نہیں۔البتہ قارن متمتع میں داخل ہے۔

⑪ ضروری ہے کہ حج و عمرہ کا احرام حج کے مہینوں میں ہی پہنا جائے جو تین ہیں (شوال، ذی القعدہ، ذی الحجہ)

⑫ جس شخص پر حج فرض ہو اور وہ حج کے لیے احرام باندھ لے تو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے آداب حج مقرر کرتے ہوئے فرمایا۔

① بیوی اور لونڈی سے جماع اور جماع کے مقدمات جماع کرنے سے حج و عمرہ فاسد ہو جاتے ہیں جب کہ اس کے مقدمات (بوس وکنار وغیرہ) سے حج و عمرہ کے ثواب میں کمی آجاتی ہے۔یعنی جماع کی طرف لے جانے والے افعال وحرکات ممنوع ہیں۔

② فسق و فجور جو ہر قسم کی نافرمانی کو شامل ہے یہ بھی منع ہے۔[1]

---

① (جمہور علماء کے نزدیک حج کے مہینوں کے علاوہ بھی سال بھر عمرہ ہو سکتا ہے بلکہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہے۔(مترجم)

(مقام افسوس ہے کہ کچھ حجاج کرام حج کے دوران عرفات، منیٰ، مزدلفہ میں وضوء کے دوران، بیت اللہ کے اندر خاص کر حجر اسود کا بوسہ لیتے وقت اور اپنی رہائش گاہوں اور کھانا کھانے کے دوران سب سے زیادہ جھگڑتے اور فضول حرکات واقوال سرانجام دیتے ہیں) (انا للہ وانا الیہ راجعون)

③ جھگڑا: مخاصمت، منازعت، جھگڑا لو پن، ہاتھم پائی، گالی گلوچ اور مار کٹائی وغیرہ حج کے دوران سخت منع ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حج وعمرہ کے مفسدات ومبطلات سے منع کیا تو ساتھ ہی حج وعمرہ کے ثواب میں اضافے والے اعمال کرنے کی ترغیب دلا دی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ﴾

''اور تم جو نیک اعمال کرو گے اللہ تعالیٰ وہ جانتا ہے۔'' (البقرة:۱۹۷)

⑬ اللہ تعالیٰ نے اخراجات حج پاس رکھنے بلکہ زیادہ سے زیادہ زادِ راہ لینے کی ترغیب دلائی ہے کیونکہ زادِ راہ ہونے سے انسان مخلوق کا محتاج نہیں رہتا اور وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کر لیتا ہے بلکہ مزید اسے فضل واحسان کا موقع ملتا رہتا ہے۔

⑭ اللہ تعالیٰ نے حجاج ومعتمرین کے لیے دوران حج وعمرہ تجارت ومحنت مزدوری کرنے کو مباح کر دیا ہے بشرطیکہ یہ ان مصروفیات کی وجہ سے وہ اپنے حج وعمرہ کو نامکمل نہ رکھیں۔

⑮ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ﴾

''پس جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر الحرام (مزدلفہ) میں اللہ کا ذکر کرو۔''

(البقرة:۱۹۸)

اس آیت میں عرفات اور مزدلفہ کے وقوف کو حج کا رکن اعظم بتایا گیا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام حجاج کرام کو خطاب کیا ہے اور بتلا دیا ہے کہ سب حجاج کا عرفات تک جانا اور واپس آنا ضروری ہے۔

⑯ یہ حج کے چار ارکان میں سے ایک ہے۔بقیہ یہ ہیں۔

① احرام: ہر حاجی اور عمرہ کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ میقات پر جا کر احرام پہنے اور حج وعمرہ کی نیت کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ﴾

''پس جس پر ان مہینوں میں حج فرض ہو جائے۔'' (البقرة: ۱۹۷)

② _ ③ اور عرفات میں وقوف اور طواف افاضہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾

''اور وہ بیت قدیم (بیت اللہ) کا ضرور طواف کریں۔'' (الحج: ۲۹)

اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ اور اس کے طواف کا خصوصی ذکر کیا ہے تاکہ اس کے شرف وبزرگی کا لوگوں کو پتہ چل جائے نیز اس لیے بھی کہ حج کا یہ عظیم رکن ہے اور اس لیے بھی کہ حج کے دیگر ارکان کی بجائے اس (طواف) کے لیے طہارت شرط ہے اور نفلی طور پر ہر وقت ادا ہوسکتا ہے۔

④ صفا ومروہ کے درمیان سعی بھی حج کا رکن ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللَّهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ أَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ أَنْ يَطَّوَّفَ بِهِمَا﴾

''بے شک صفا ومروہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں، پس جو بیت اللہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کا طواف (سعی) کر لے۔'' (البقرة: ۱۵۸)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دینی شعائر کی تعظیم واحترام کی ترغیب دلائی ہے۔

درج بالا ارکان حج وعمرہ کے ہیں لیکن صرف عمرہ میں (بیت اللہ کا طواف اور صفا ومروہ کی سعی ہوتی ہے۔) حج کے دیگر ارکان مثلاً وقوف عرفات، مزدلفہ، منیٰ، مبیت منیٰ، رمی جمرات اور ہدی وغیرہ میں عمرہ کا دخل نہیں وہ حج کے ساتھ خاص ہیں۔

اس آیت میں مشعر الحرام، یعنی مزدلفہ میں ٹھہر کر اللہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے، بہتر یہ ہے کہ اس ساری رات وقوف کیا جائے اگرچہ دس ذوالحجہ کی رات کا نصف آخر یا کچھ حصہ پالینے سے بھی وقوف ہو جاتا ہے۔ اور نماز فجر کے بعد مشعر الحرام کے پاس ٹھہر کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور تہلیل واستغفار کرتے رہنا چاہیے حتیٰ کہ سورج نکلنے کے قریب ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾

''پھر تم وہاں سے لوٹو جہاں سے لوگ لوٹتے ہیں۔'' (البقرۃ: ۱۹۹)

اس آیت میں رمی جمرات، نحر، حلق، طواف افاضہ، سعی اور ایام تشریق کی راتوں میں مبیت منیٰ داخل ہیں۔ نیز نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے چونکہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((خُذُوا عَنِّي مَنَاسِكَكُمْ)) [راوہ مسلم: ۱۲۹۷]

''تم مجھ سے اپنے حج وعمرہ کے طریقے سیکھ لو۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ وَلْيُوْفُوْا نُذُوْرَهُمْ﴾

''پھر انہیں اپنی میل کچیل اتارنی چاہیے اور اپنی نذریں پوری کرنی چاہئیں۔''

(الحج:۲۹)

یہ آیت حج وعمرہ کے تمام ارکان، واجبات اور سنن کو شامل ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حج وعمرہ کی تکمیل کے بعد اپنا ذکر کثرت سے کرنے اور استغفار کرنے کا حکم دیا ہے تا کہ حج وعمرہ پر توبہ واستغفار کی مہر لگ جائے۔ اور یہ مکمل ہونے کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نعمتوں کا شکر بھی ادا ہو سکے۔

اللہ تعالیٰ کے حج کے مقررہ ایام:

ایام تشریق میں کثرت سے اپنے ذکر کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حجاج کے لیے ایام تشریق کے دوسرے دن (۱۲ ذوالحجہ) میں واپس آنے کی جلدی کو مباح قرار دیا ہے لیکن جو دوسرے دن غروب شمس کے بعد تک وہاں رہ جائے تو اس کے لیے وہاں رات گزارنا اور تیسرے دن (۱۳ ذوالحجہ) تینوں جمرات کو رمی کر کے آنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى﴾

''اور تم مقام ابراہیم کو جائے نماز بناؤ۔'' (البقرۃ: ۱۲۵)

اس فرمان الٰہی میں طواف کی دو رکعتوں کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے اور یہ کہ وہ دونوں مقام ابراہیم کے پاس پڑھنی چاہییں۔ وگرنہ بیت اللہ میں جہاں جگہ ملے طواف کی دو رکعتیں ادا ہو سکتی ہیں۔

قربانیوں کے لیے ذبح کے احکام

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ﴾

''پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی کریں۔'' (الکوثر)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

''(اے پیغمبرؐ) آپ فرمائیں بیشک میری نماز، میرا حج، میرا جینا اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔'' (الانعام: ۱۶۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ فِيْهَا خَيْرٌ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَ اَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَ الْمُعْتَرَّ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾

''اور قربانی کے اونٹ ہم نے ان کو تمہارے لیے اللہ کی نشانیاں بنایا ہے تمہارے لیے اس میں بھلائی ہے۔ سو تم ان کو قطار میں باندھ کر اللہ کا نام لو پھر جب وہ پہلو کے بل گر پڑیں تو تم خود بھی اس میں سے کھاؤ اور بے

صبر بے فقیر اور بیٹھے فقیر کو اس میں سے کھلاؤ۔'' (الحج: ٣٦)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ﴾

''اور ہم نے اسے فدیہ کے طور پر ایک بڑا جانور دیا۔'' (الصافات: ١٠٧)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا﴾

''پھر ہم نے آپ کی طرف (اے پیغمبرؐ) وحی کی کہ آپ یک طرفہ دین ابراہیم کی پیروی کریں۔'' (النحل: ١٢٣)

مندرجہ آیات میں بے شمار فوائد ہیں۔

① اللہ تعالیٰ نے ذبح کرتے وقت خالص اپنا نام لینے کا حکم دیا۔

② بیت اللہ الحرام کے لیے قربانیاں اور فدیہ کے جانور لے جانے اور وہاں ذبح کرنا ایک عبادت ہے جس میں واجب بھی ہوتی ہیں اور مستحب بھی۔

اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقع پر تمام ممالک میں دین ابراہیم کی یاد میں قربانیاں کی جاتی ہیں نیز اس میں محمد ﷺ کی بھی اتباع آ جاتی ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بتلایا ہے کہ بندوں کے لیے ان میں بھلائی ہے، اس میں ایک دینی خبر بھی ہے کہ قربانی اللہ کے تقرب کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

نیز ان کے ذریعے بلند درجات کا حصول، نیکیوں میں اضافہ، گناہوں کا کفارہ، مناسک کی تکمیل اور بے شمار دنیوی فوائد ملتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے خود کھانے اور فقیروں کو کھلانے کا حکم دیا ہے گویا ان سے اغنیاء اور فقراء یکساں فائدہ اٹھاتے

ہیں۔ تحقیق سنت نبویہ سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ قربانی صرف تین قسم کے جانوروں سے ہی جائز ہے۔ بھیڑ بکری، گائے اور اونٹ۔ تاہم ان کی عمریں پوری ہوں (دوندے ہوں) اور عیوب سے پاک ہوں جیسا کہ سنت میں سب کچھ واضح ہے۔

جہاد اور اس کے متعلقات کے احکام

کتاب اللہ میں کتنی آیات جہاد کے متعلق ہیں کہیں تو اس کا حکم دیا گیا ہے۔ کبھی اس کی ترغیب دی گئی ہے بعض مقامات پر اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے، پھر مجاہدین کے فضل وکمالات کا تذکرہ ہوا ہے اور انہیں ملنے والے ثواب کی کثرت اور درجات کی بلندی کا ذکر ہے اور کبھی جہاد کے ثمرات جلیلہ وجمیلہ کی وضاحت کی گئی ہے، پھر جہاد کی مخالفت سے روکا گیا ہے اور جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کی بدنصیبی اور بدبختی نمایاں کی گئی ہے اور ان کے لیے دنیوی واخروی سزاؤں کی وعید سنائی گئی ہے اور کتنی ہی بار جہاد اور مجاہدین پر خرچ کرنے والوں کو کئی گنا ثواب کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔

لیکن جہاد کی دو انواع ہیں۔

① دین اسلام کی دعوت دے کر جہاد کرنا، اور باطل ادیان سے ڈرانا، یہ جہاد ابتدائے رسالت تا قیامت فرض ہے، یہ ہر وقت اور ہر حال میں فرض ہے اس کے لیے کسی خلیفہ کی ضرورت ہے نہ شرط ہے۔

② دوسری قسم: ہاتھ اور اسلحہ کے ساتھ دشمنانِ دین سے لڑائی کرنا جہاد کہلاتا ہے، یہ جہاد کرنے کے لیے مصلحت عمومی کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے جیسا کہ نبی اکرم ﷺ کی سیرت سے ثابت ہے۔ بعض اوقات آپؐ نے کفار سے صلح کا معاہدہ کیا تو کبھی

مصلحت کا تقاضا جیسے تھا آپؐ نے کفار کی کڑی شروط بھی قبول کیں۔ اور جب کبھی مصلحت کا تقاضا تھا آپؐ نے جنگ وقتال سے بھی کام لیا۔ تو مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کی روشنی میں چلیں اور اپنے معاملات میں باہمی مشورہ کرلیا کریں اور ہر وقت مناسب احوال مصلحت پر وقت کے مطابق عمل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ......﴾

''آپ (اے پیغمبرؐ) اپنے رب کے دین کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ دعوت دیں اور ان (کفار) کے ساتھ خوبصورت انداز میں بحث کریں۔''

(النحل: ۱۲۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا﴾

''اور ان (کفار) کے ساتھ آپ بہت بڑا جہاد کریں۔'' (الفرقان: ۵۲)

تمام اہل باطل کے ساتھ قرآن کے ذریعے جہاد کریں اور یہ ہر مسلمان پر فرض عین ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق مقدور بھر اس جہاد میں اپنا حصہ ڈالے اور علماء پر اس سلسلہ میں جتنی بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے، وہ دوسروں پر نہیں ہوتی کیونکہ علماء کے پاس اس جہاد کے لیے مکمل اور حقیقی اسلحہ موجود ہے اور اس سے مراد وہ علم ہے جس کا جوہر اور روح دین اسلام کے محاسن وفضائل اور خوبیوں سے لبریز ہے اور وہ دین اسلام کی ایسی شرح ہے جو حقیقت واقع کے عین مطابق ہے، کیونکہ جب اسلام اور قرآن کی تشریح

اس پہلو سے کی جائے اور اس کے محاسن، اوصاف اور فضائل کو نمایاں کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ صاحب انصاف جو حق کی تلاش میں ہو اسے قبول نہ کرے۔

نیز اس طریقۂ دعوت سے اہل باطل والحاد کا قلع قمع ہو سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ يَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ﴾

''وہ (کافر ومشرک) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (دین) کو اپنے منہ (پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اس بات کا مخالف ہے وہ چاہتا ہے کہ اپنے نور (دین) کو (ہر حال میں) مکمل کرے اگرچہ کافروں کو ناپسند ہو۔'' (التوبة: ۳۲)

اس طرح جب اسلام کے عقائد واخلاق وفضائل اور مکارم اعمال کا دوسرے ادیان سے مقابلہ کیا جائے گا تو بہت بڑا فرق کھل کر سامنے آجائے گا، پھر محمد ﷺ کی رسالت کے کلی اور جزئی دلائل وبراہین سامنے لائے جائیں۔ اور محمد ﷺ اور قرآن کریم اور سنت مطہرہ کی سچائی کی مثالیں پیش کی جائیں تو ان اصولوں پر مبنی دعوت ہی جہاد اکبر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے دین کی دعوت دینے کا یہی طریقہ بتایا اور نبیٔ رحمت ﷺ کے طریقے پر چلنے والوں کو بھی یہی حکم دیا ہے کہ وہ اسی طریقہ کے مطابق دعوت دیں پھیلائیں۔

جہاد کی دوسری قسم:

ہاتھ اور اسلحے کے ساتھ جہاد کفار جنگجوؤں کے خلاف قتال کرنا فرض کفایہ ہے، لیکن

جب میدان جنگ سج جائے تو پھر یہ جہاد بھی فرض عین ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب کفار مسلمانوں کے کسی شہر کا محاصرہ کرلیں اور امام المسلمین سب کو مقابلے کے لیے نکلنے کا حکم دے دے یا امام کا مقرر کردہ نمائندہ مقابلے کے لیے نکلنے کا حکم دے دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ بات نصًا بیان کر دی ہے اس وقت یہ جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

جہاد میں ثابت قدمی کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے اگرچہ تمام امور میں ثابت قدمی اور پختہ عزم وہمت کا حکم دیا ہے، لیکن امور جہاد اور ولایت کبریٰ کے لیے کامل ترین اور بے مثال مردوں کی قیادت کا خصوصی حکم ہے، نیز لشکروں، فوجوں اور فوجی قافلوں کی قیادت کے لیے بھی یہی حکم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کرنے کا حکم دیا ہے اور جہاد وامارت عامہ سب سے بڑی امانت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝وَ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَ تَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَ اصْبِرُوْا اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ﴾

''اے ایمان والو! جب تم کسی (دشمن) جماعت سے ملاقات کرو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا بہت زیادہ ذکر کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔ اور تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور تم (باہمی) اختلاف نہ کرو (ورنہ) پھسل جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی (رعب ختم ہو جائے گا) اور تم صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔'' (الانفال: ٤٥۔٤٦)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دشمنوں کے ساتھ جہاد کرتے وقت اپنے بندوں کے لیے یہ اعلیٰ تعلیمات وروشن ارشادات ہیں وہ جب بھی ان احکام کی تعمیل کرتے ہیں ان کے معاملات بحسن وخوبی پایۂ تکمیل تک پہنچ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ﴾

''اور تم ان (کافروں) کے لیے حسب استطاعت قوت تیار کرو۔''

(الانفال:٦٠)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾

''اے ایمان والو! تم ہر وقت محتاط رہو۔'' (النساء: ٧١)

ان آیات کے ضمن میں حسب استطاعت تمام اسباب اور تمام قوت کو جمع کرنے کے لیے کہا گیا ہے اور دشمن کی طرف سے ہر وقت محتاط اور چوکنا رہنے کی ضرورت واہمیت پر زور دیا گیا ہے۔

تمام علم سیاست کا نچوڑ ان دو اصولوں کی طرف لوٹتا ہے۔

① ہر زمانے، ہر مقام اور ہر حال کی مناسبت سے دشمن کے خلاف حسب استطاعت قوت جمع رکھنا۔

② اللہ تعالیٰ پر بھرپور توکل کرتے ہوئے دشمن کے تمام مکروفریب، دھوکہ بازی، چالوں اور سازشوں سے ہر وقت چوکنا رہنا اور سب کے لیے تمام لازمی و احتیاطی تدابیر ووسائل کا استعمال کرنا۔

صلح کی اہمیت:

جب دشمن صلح کی طرف مائل ہو تو اللہ تعالیٰ نے صلح اور امن و آشتی کو ہر حال میں پسند کیا ہے۔ بشرطیکہ مسلمانوں کو اللہ پر توکل ہو اور وہ ظاہری و باطنی احتیاط کا دامن بھی نہ چھوڑیں۔

قتال اہل کتاب:

اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے خلاف قتال کرنے کا بھی حکم دیا ہے حتیٰ کہ وہ ذلیل ہو کر مسلمانوں کو جزیہ دینے پر آمادہ ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے دشمن کو قیدی بنانے کی بھی اجازت دی ہے بشرطیکہ ان کا کافی خون بہہ جائے اور ان پر مسلمانوں کا رعب چھا جائے اور وہ مسلمانوں کے غلبہ اور تمکّن کو تسلیم کر لیں، پھر حکمران اور امیر (قائد) کو احسان کرتے ہوئے یا تاوان لے کر یا مسلمان قیدی کے بدلے دشمن کے قیدی رہا کرنے کا اختیار ہے یا وہ چاہے تو ان کو قتل کر دے یا غلام بنا لے۔

شرعی محصولات کی تین اقسام

① اموال زکوٰۃ:

گزشتہ صفحات میں گزر چکا ہے۔

② مالِ غنیمت:

کفار سے لڑائی کے بعد مال غنیمت کے طور پر اکٹھے ہونے والے اموال کے پانچ برابر حصے کیے جائیں اور چار حصے مجاہدین کے درمیان برابر امیر کی اجازت سے تقسیم کر دیے جائیں گے عربی گھڑ سوار کو تین حصے ملیں گے۔ عجمی گھوڑے اور خچر پر سوار کو دو حصے ملیں گے اور پیدل مجاہد کو ایک حصہ ملے گا۔ پانچواں حصہ آیت ذیل میں بیان کردہ اقسام کے لیے مخصوص ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ﴾

’’اور جان لو کہ تمہیں جو غنیمت ملے اس میں سے پانچواں حصہ اللہ، رسول، اقرباء، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے۔‘‘ (الانفال: ٤١)

یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت بیت المال میں جائے گا، پھر وہاں سے مسلمانوں کی بہبود پر خرچ ہوگا۔

③ اموالِ فے:

جیسے جزیہ، خراج، خمس الخمس (پانچویں حصے کا پانچواں حصہ) اور وہ اموال جن کا کوئی مالک نہ رہے اور جو اموال مسلمانوں کو بغیر جنگ وجدال حاصل ہو جائیں۔ ان اموال میں سے جو سب سے زیادہ مستحق ہو یا جہاں سب سے زیادہ ضرورت ہو وہاں پہلے اور پھر دوسری جگہوں پر خرچ کیا جائے گا، کتاب وسنت میں جہاد اور اس کے متعلقات کے احکام کثرت سے موجود ہیں۔

خرید وفروخت اور معاملات کے احکام

اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ﴾

"اے ایمان والو! تم معاہدے پورے کرو۔" (المائدۃ:۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا﴾

"اور اللہ تعالیٰ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے۔"

(البقرۃ:۲۷۵)

نیز فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾

"اے ایمان والو! تم اپنے اموال آپس میں ناحق طور پر نہ کھاؤ مگر یہ کہ تمہارے درمیان باہمی رضا مندی سے تجارت ہو۔" (النساء:۲۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا﴾

"وہی (اللہ) ہے جس نے تمہارے لیے زمین میں سب کچھ پیدا کیا۔"

(البقرۃ:۲۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَوٰا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً﴾

''اے ایمان والو! تم بڑھا چڑھا کر سود مت کھاؤ۔'' (آل عمران:۱۳۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَوٰةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَوٰةُ فَانتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ﴾

''جمعہ کے دن جب نماز کے لیے پکارا جائے تو تم خرید وفروخت چھوڑ دو اور اللہ کے ذکر کی طرف دوڑ پڑو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جان لو۔ پس جب نماز ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو۔'' (الجمعۃ:۹۔۱۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ﴾

''کچھ مردوں کو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کے ذکر سے غافل نہیں کرتیں۔'' (النور: ۳۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَن ذِكْرِ اللَّهِ﴾

''اے ایمان والو! تمہیں تمہارے اموال اور تمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کریں۔'' (المنافقون: ۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَ الْاَنْصَابُ وَ الْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ﴾

"بے شک شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر پلید شیطانی عمل ہیں پس تم ان سے اجتناب کرو۔" (المائدۃ: ۹۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاۗءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ۭ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَاۗءُ اِذَا مَا دُعُوْا ۭ وَلَا تَسْــَٔـمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۭ وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَاۗرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ڛ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

"اے ایمان والو! جب تم مدت مقررہ تک قرض کا لین دین کرو تو لکھ لیا کرو اور لکھنے والے کو چاہیے کہ وہ تمہارے درمیان انصاف سے لکھے اور لکھنے والا اس

طرح لکھنے سے انکار نہ کرے جس طرح اللہ نے اسے سکھایا پس اسے لکھنا
چاہیے اور جس کے ذمہ قرض ہو وہ اس کی اجرت دے اور اسے اپنے رب اللہ
سے ڈرنا چاہیے اور اجرت میں سے کچھ کم نہ کرے اگر جس کے ذمہ قرض ہے
وہ احمق ہو یا کمزور ہو اور اجرت دینے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کے
سرپرست کو انصاف کے ساتھ اجرت دینی چاہیے اور تم اپنے اندر سے دو مردوں
کو گواہ بنالو اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنالو جن کی گواہی پر تم
باہمی طور پر رضا مند ہو۔ کہ اگر دو عورتوں میں سے ایک بھول جائے تو دوسری
پہلی کو یاد کرائے۔ اور جب گواہوں کو طلب کیا جائے تو وہ انکار نہ کریں اور
ادھار چھوٹا ہو یا بڑا اس کی مدت تک اسے لکھنے سے تم نہ اکتاؤ۔ اللہ کے ہاں یہ
تمہارے لیے زیادہ قرین انصاف ہے اور گواہی کے لیے زیادہ درست ہے اور
تمہیں شک سے بچانے کے زیادہ قریب ہے ہاں اگر تجارت نقد ہو اور تم اسے
آپس میں پھیرتے پھراتے ہو تو تم پر نہ لکھنے کی وجہ سے کوئی گناہ نہیں اور جب
تم سودا کرو تو گواہ بناؤ اور لکھنے والے اور گواہ کو ایذاء نہ پہنچائی جائے اور اگر تم
ایسا کرو تو یہ تمہاری نافرمانی ہوگی اور تم اللہ سے ڈرو اللہ تعالیٰ تمہیں تعلیم دیتا ہے
اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔" (البقرۃ: ۲۸۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَنفِقُوا مِن طَيِّبَٰتِ مَا كَسَبْتُمْ﴾

"اپنی پاک کمائی سے تم (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔" (البقرۃ: ۲۷۶)

درج بالا آیات کریمہ سے معاملات کے بے شمار احکامات مستنبط ہوتے ہیں۔

① تمام معاملات اور خرید و فروخت وغیرہ بنیادی طور پر صحیح ہیں سوائے ان معاملات کے جو شارع نے مستثنیٰ قرار دیے ہوں۔

② تجارت کی متعدد اقسام مباح ہیں مثلاً اداراتی تجارت، مہلت و انتظار کی تجارت جو موسمی سامان اور اجناس کے بدلے ہو، کرایہ داری کی تجارت، قرض کے لین دین کی تجارت نیز ہر وہ معاملہ جسے تجارت کہا جا سکے۔

③ تمام معاہدات قول و فعل کے ذریعے منعقد ہو جاتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مباح قرار دیا ہے اور کوئی الفاظ مخصوص نہیں کیے۔

لہٰذا ہر قسم کی خرید و فروخت ،تجارت اور معاملہ منعقد سمجھا جائے گا جسے لوگ عرف عام میں منعقد ہونا سمجھتے ہیں۔

④ تمام معاملات و معاہدات میں شروط کو پورا کرنا واجب ہے۔ سوائے ان شروط کے جن کو شارع نے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

مثلاً وہ شروط و معاہدات جو حرام کو حلال کرتے ہوں یا حلال کو حرام کرتے ہوں۔ یا کسی بے گناہ مسلمان کے خون یا عزت کو مباح کرنے والے ہوں۔ یا جس معاہدے اور شرط کے لیے شارع نے ایک مدت تک اختیار (خیار مجلس) یا عیب وغیرہ کی وجہ سے فسخ و نسخ کی رخصت دی ہو۔ یا فریقین جس معاہدے میں اتفاق کر لیں کہ شروط وغیرہ میں کمی بیشی کی جا سکتی ہے۔ یا وہ معاہدے و معاملات جو اصل میں غیر لازمی ہوں جیسے نیابت و وکالت وغیرہ۔

⑤ معاملات چونکہ مباح ہیں اس لیے ان میں مصروف افراد مذموم نہیں بشرطیکہ تجارت و معاملات انہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کریں۔ خصوصاً فرائض و واجبات جیسے نماز،

روزہ وغیرہ۔

اگر معاملات وتجارت کی وجہ سے وہ اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں تو یہ تجارت ومعاملات اور ان کی وجہ سے اللہ کی یاد سے محروم رہ جانے والے بدنصیب افراد بھی مذموم اور خسارے والے ہیں۔

⑥ تمام معاملات میں تمام فریقوں کی رضا مندی بنیادی شرط ہے کہ وہ اپنے اختیار سے اس معاملہ پر اپنی رضا مندی ظاہر کریں۔ اگر فریقین میں سے کسی ایک کو معاملہ پر مجبور کیا گیا تو وہ معاملہ صحیح نہیں ہوگا اور اگر ایک فریق اپنے اوپر واجب کی ادائیگی سے انکار کر دے تو اسے واجب کی ادائیگی پر مجبور کیا جا سکتا ہے تاکہ معاملہ صحیح ہو جائے۔

⑦ باہمی رضا مندی کی شرط سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اگر کسی نے لاعلمی میں کوئی عیب دار اور نقص والی چیز خرید لی یا مصنوعی بولی سے دھوکا کھا گیا یا دیہات سے آتے ہوئے منڈی سے پہلے کسی نے کم قیمت دے دی یا کسی ٹھگ بازی کا شکار ہو گیا وغیرہ وغیرہ تو اسے سودا لوٹانے کا اختیار ہوگا کیونکہ یہاں معتبر رضا مندی موجود نہیں۔

⑧ تمام اقسام کا سود حرام اعظم ہے۔ اور اس کی وجہ سے معاہدہ باطل ہو جاتا ہے چاہے فریقین کی رضا مندی شامل بھی ہو، کیونکہ کسی کے اختیار میں ایسے معاملے پر رضا مندی جائز نہیں جس معاملہ پر اللہ اور اس کے رسولؐ کی رضا مندی نہ ہو۔

سود کی اقسام

سود کی تین اقسام ہیں:

① ربا الفضل: اس کی صورت یہ ہے کہ کسی جنس کو گن کر اس کے بدلے وہی جنس گن کر زیادہ لی جائے یا کسی جنس کو تول کر اس کے بدلے وہی چیز تول کر زیادہ لی جائے۔

کیونکہ شارع نے ماپ اور تول اور گن کر لی جانے والی چیزوں کے بارے میں شرط رکھی ہے کہ اگر ان کے بدلے انہی کی جنس سے جو چیز ماپ، تول یا گن کر لی جائے وہ برابر برابر ہوں۔اگر ایک طرف زیادتی ہوئی تو وہ سود ہو گا۔نیز اس خرید وفروخت میں دوسری شرط مجلس عقد ختم ہونے سے پہلے خریدی جانے والی چیز کا قبضہ لینا ضروری ہے وگرنہ سودا شرعی اعتبار سے فاسد اور سودی تصور ہوگا۔

② اجناس پر سود: یہ کہ ماپ یا گن اور تول کر کوئی چیز برابر برابر لی جائے لیکن مجلس ختم ہونے کے باوجود خریدار خرید شدہ اشیاء کو اپنے قبضے میں نہ لے۔

نیز اس قسم میں سب سے شدید مخالف وہ قسم ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا تَأْكُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾

"تم بڑھا چڑھا کر کئی گنا سود نہ کھاؤ۔" (آل عمران: ۱۳۰)

اس کی صورت یہ ہے۔ مقروض پر قرض کی ادائیگی کی مدت پوری ہو جائے لیکن وہ قرض ادا نہ کر سکے اب قرض خواہ مقروض سے اس کا قرض خرید لے اور اس پر نئے سرے سے سود لگا کر اسے ہی فروخت کر دے۔ جس کی ایک مدت مقرر ہو۔ اس صورت میں مقروض کے ذمہ پہلے قرض کا سود بھی رہے گا اور دوسرے قرض کا سود مزید ادا کرنا ہو گا۔ یہ درحقیقت قرض دینے والے کی طرف سے مقروض پر ظلم ہے۔ ورنہ اس طرح معاملہ کرنے میں کوئی مصلحت نہیں۔

اور چاہے وہ یہ معاملہ صریحاً کریں یا کوئی حیلہ سازی کریں مثلاً کسی فرضی سودے کی صورت بنائیں جو ان کا مقصد نہ ہو نہ خریدار کو دلچسپی ہو نہ فروخت کنندہ کا مقصد اس فرضی چیز کی فروخت ہو۔

قاعدہ یہ ہے کہ وہ حیلہ جس سے کوئی واجب ساقط ہو یا کوئی حرام حلال ہو تو وہ حیلہ باطل اور وہ سودا غیر منعقدہ ہو گا۔ کیونکہ شریعت میں اعتبار معانی ومقاصد اور نیّات کا ہے الفاظ کا کوئی اعتبار ووقار نہیں اور نہ ان کی کوئی اہمیت ہے۔

③ قرض پر سود:

مثلاً کوئی آدمی کسی آدمی سے کوئی چیز بطور قرض لے قرض دینے والا لینے والے پر یہ شرط لگائے کہ جب واپس کرو گے تو اتنی رقم زیادہ یا نفع کے طور پر دو گے یہ ایسی شرط ہے جس نے قرض کو قرض واحسان سے نکال باہر کیا اور اسے سودی معاملہ کی صورت دیدی۔ جو دراصل ایک مدت تک ادھار لی گئی رقم ہی ہے اور یہ مشروط نفع دراصل سود ہے۔

جوئے کی اقسام

جوئے کی دو اقسام ہیں: ① مغالبات ② معاملات۔ جب بھی معاملہ میں قسمت، دھوکے اور جہالت کا امکان پیدا ہوگا وہ جوا کہلائے گا۔

اس کی متعدد انواع وصور وحالات ہیں: مثلاً

① بھاگے ہوئے غلام یا گم شدہ چیز کی خرید وفروخت۔

② نامعلوم بالذات یا بالصفات یا بمقادیر اشیاء کی خرید وفروخت۔

③ پتھر پھینکنا یا آنکھیں بند کر کے ہاتھ لگانا یا معلوم ومقرر اشیاء میں سے نامعلوم وغیر مقرر کو مستثنیٰ کر دینا۔

④ مزارعت یا کھیتوں کی سیرابی یا بیج بونے اور پودے لگانے یا بٹائی پر کاشتکاری یا کسی قسم کی مشارکت وغیرہ اس شرط کے ساتھ کہ کسی ایک فریق کا حصہ معلوم ومعین ہو لیکن دوسروں کا حصہ غیر معلوم وغیر معین ہو۔ان حالات میں دونوں فریقوں کی مثال جوا کھیلنے والی ہوگی جسے عرف عام میں قسمت آزمائی کہتے ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام میں مشارکت ،قرض اور منافع ،عدل وانصاف اور معاملہ کرنے والوں کی برابری پر مبنی ہے۔اس کے خلاف شرط خواہ کوئی بھی ہو اور کیسی ہی کیوں نہ ہو وہ معاملہ جوا اور قسمت آزمائی والا ہوگا۔اس میں دنیوی واخروی بے شمار

مفاسد اور فتنے مخفی ہیں۔

بہرحال جو کوئی بھی حرام صورت والا معاملہ کرے تو اسے چاہیے کہ فوراً اللہ سے توبہ کرے اور معاملہ کو عدل وانصاف کی طرف لوٹائے جس کو اللہ تعالیٰ نے مباح قرار دیا ہے۔ ہر انسان کو چاہیے کہ ہر اس معاملہ کو رد کر دے جس میں کسی قسم کا سود، جوا، دھوکہ، جہالت وغیرہ ہو کہ جن اشیاء سے شرع نے احتیاط برتنے کا تقاضا کیا ہے۔

قرض :

آیتِ دَین (قرض) معاملات کے احکام اور دیگر بے شمار فوائد سے بھرپور ایک جامع آیت ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے اموال اور ان کے معاملات کی حفاظت کے لیے ان کی بہترین رہنمائی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے باہمی معاملات کو منظم کرنے کے لیے ان کو لکھنے اور ان کو گواہوں کا نظام مہیا کیا ہے بلکہ ان کو مزید پختگی اور وثوق عطا کرنے کے لیے گواہوں کی موجودگی میں احاطۂ تحریر میں لانے کا ایک مربوط، سلسلہ عطا کیا ہے اور ان کو نہ صرف معاملہ فہمی دی ہے بلکہ اس کو نہایت آسان بھی کر دیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فریقین سے ہر قسم کا ظلم اور ضرر ممنوع قرار دیا ہے اور انتہائی عدل وانصاف کا حکم دیا ہے یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ دین اسلام تمام نوع انسانیت کی صلاح وفلاح کا معتبر ضامن ہے۔ چونکہ اسلام میں ہر نفع بخش معاملہ حلال ہے۔ اور ہر مضرت رساں معاملہ حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسے طریقے اور ایسے ضابطے عطا کر دیے کہ جن پر عمل سے انسانوں کے باہمی معاملات اور سب کے حقوق محفوظ ومامون بن جائیں۔

اس آیت کے چند فوائد درج ذیل ہیں۔

① ہر قسم کے قرض جائز ہیں چاہے کسی چیز کے عوض قرض لیا جائے اور وہ چیز مدت مقررہ تک مؤخر کر دی جائے۔

② یا صرف قرض مثلاً کوئی موجود چیز خریدی جائے اور خریدنے والا اس کی قیمت ایک مدت مقررہ کے بعد ادا کرے۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرض کی نسبت اہل ایمان کی طرف کی ہے اور اس کو ان کے لیے جائز قرار دیا ہے اس میں ہر مباح چیز شامل ہے۔

③ فروخت کنندہ سامان، قیمت اور مدت ادائیگی کا معلوم ہونا شرط ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ﴾ (البقرة:۱۸۲) قرض کی ادائیگی کے لیے مدت مقررہ ہونا ضروری ہے اور قیمت اور چیز کا علم ہونا تنبیہ کے طور پر ہے، کیونکہ جب مدت کا علم ہونا شرط ٹھہرے جو کہ قرض کی فرع ہے تو اصل کا معلوم ہونا بالاولیٰ اور زیادہ ضروری ہے۔

④ ایک مدت مقررہ تک مؤخر قروض کو لکھنا فرض ہے جب کہ حاضر وموجود اور نقد معاملات کو نہ لکھنے کی رخصت ہے اور اس میں حکمت بالکل ظاہر ہے کہ ایک مدت مقررہ تک ادھار کو لکھا جانا ضروری ہے اور لکھے جانے کا محتاج ہے جب کہ نقد معاملے کو لکھنا نری مشقت وکلفت ہے۔

⑤ معاملات چاہے نقد ہوں یا ادھار سب میں گواہ بنانا دینی فریضہ ہے۔ یہ سب سے عظیم وثیقہ، زیادہ وسعت کا باعث اور منفعت کثیرہ کا ثبوت ہے۔

⑥ گواہوں میں اعلیٰ معیار بیان کیا کہ دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائے جائیں۔ جن کی گواہی پر فریقین رضامند ہوں۔ اور دو عورتیں گواہ بنانے کی حکمت بھی بتا

دی کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری اس کو یاد کرائے کیونکہ مردوں کی یادداشت عورتوں کی یادداشت سے زیادہ قوی ہوتی ہے۔ اس لیے اس نقص کو عددی اضافے کے ساتھ دور کیا گیا ہے۔ اور اس کی حکمت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں یوں بیان فرمائی۔

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى﴾

"اگر ان دو (عورتوں) میں سے ایک بھول جائے تو دوسری پہلی کو یاد کرائے۔" (البقرة)

⑦ گواہوں کو حکم دیا کہ گواہی سے انکار نہ کریں بلکہ جب بھی انہیں بلایا جائے وہ ضرور حاضر ہوں تاکہ وہ گواہی کماحقہ دے دیں اور اسے نہ چھپائیں اور نہ گواہی دینے سے انکار کریں چونکہ اس میں مسلمان بھائی کے حقوق کی حفاظت کا معاملہ ہے۔ نیز اختلاف کے خاتمے کا ذریعہ ہے۔ مزید برآں یہ بھلائی کا کام ہے اور اس کے لیے اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے اسی لیے گواہ کو چاہیے کہ گواہی کی حفاظت اور عندالطلب گواہی دینے سے اپنا مقصد صرف اور صرف اللہ کی رضا بنائے۔ اور اپنے واجب کی ادائیگی سمجھے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ﴾

"اور تم اللہ کے لیے گواہی قائم کرو۔" (الطلاق:۲)

اللہ تعالیٰ نے گواہی چھپانے اور ناحق اور باطل گواہی دینے کے متعلق سخت ترین ڈانٹ پلائی ہے۔ چونکہ دونوں کام کبیرہ گناہوں میں سے ہیں۔ اور یہ دونوں عمل اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور مظلوم فریق کے حق میں ظلم ہیں۔

چنانچہ جھوٹی گواہی ظالم کی مددشمار ہوگی اور سچی گواہی کا کتمان مظلوم کی مخالفت اور

ظالم کے ساتھ اس کے ظلم میں تعاون اور اعانت شمار ہوگی۔

⑧ فرمان الٰہی میں یہ دلیل بھی ہے کہ اکثر معاملات میں دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی مقبول ہے لیکن اس قبولیت میں اس کے علاوہ دوسری صورتوں کی نفی نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اعلیٰ ترین صورت بیان کی ہے کہ جس کے ذریعے حقوق کی حفاظت کی جا سکتی ہے، البتہ حاکم یا قاضی جب فیصلہ کرتا ہے تو وہ کئی صورتوں اور کئی قسم کے حالات کو دیکھ کر فیصلہ کرتا ہے۔

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی ﷺ نے ایک گواہ اور مدعی کی قسم کے ساتھ فیصلہ کیا۔(اسے ترمذی نے (۱۳۴۵) میں روایت کیا اور ابن ماجہ نے (۲۳۶۸) میں روایت کیا اور علامہ البانی نے صحیح ترمذی میں اسے صحیح کہا ہے۔)

⑨ اس آیت میں یہ مسئلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر ٹھہرایا، اسی طرح نبی ﷺ نے فرمایا:

''کیا عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر نہیں۔''(اسے بخاری نے (۳۰۴)اور مسلم نے (۷۹) میں روایت کیا۔)

آپ نے یہ بات مطلقاً فرمائی اس کا تقاضا ہے کہ یہ اصول ہر حال میں پیش نظر رہنا چاہیے۔ اس مقام پر بے شمار فقہی تفصیلات ہیں، تاہم جس بات پر نص دلالت کرے اس کو مقدم کرنا واجب ہوتا ہے۔

⑩ اگر کوئی گواہی کے دوران بھول جائے۔ اور اسے کچھ دیر بعد یاد آ جائے تو اس کی گواہی صحیح شمار ہوگی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى﴾

''کہ اگر ایک بھول جائے تو دوسری (عورت) اسے یاد کرائے۔''

(البقرة: ۲۸۲)

⑪ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ﴾

''اور تمہارے درمیان لکھنے والے کو انصاف کے ساتھ لکھنا چاہیے۔''

(البقرة: ۲۸۲)

اس فرمان الٰہی میں اس بات کی دلیل ہے کہ کاتب جامع صفات کا حامل ہو۔ وہ عدل وانصاف کی اہمیت اور اصول سے واقف ہو۔ مزاجاً وطبعاً عادل ہو لوگوں کے نزدیک معتبر ہو۔ اور اسے فریقین میں کسی ایک طرف اس لیے مائل نہ ہونا چاہیے کہ وہ اس کا رشتہ دار یا دوست یا حصہ دار وغیرہ ہے، کیونکہ یہ میلان عدل کے خلاف ہے۔

⑫ آیت مذکورہ میں یہ مسئلہ بھی بیان ہوا ہے کہ علم کتابت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر بہت بڑی نعمت ہے اور چونکہ وہ لوگوں کے نزدیک قابل اعتبار واعتماد ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی ضروریات کا مرکز اور ہدف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے لوگوں کی حاجات پوری کر کے دراصل اس پر احسان وفضل کرتا ہے۔ اس طریقے سے اس پر اللہ کی نعمت مکمل ہوتی ہے لہٰذا اس پر واجب ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی اس عظیم نعمت کا شکر ادا کرے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ﴾

''اور لکھنے والے کو جس طرح اللہ تعالیٰ نے سکھلایا ہے اس طرح لکھنے سے وہ انکار نہ کرے۔'' (البقرة: ۲۸۲)

⑬ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلْيُمْلِلِ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ﴾

”اور جس کے ذمہ ادائیگی قرض ہو اسے چاہیے کہ لکھوائے۔“(البقرۃ: ۲۸۲)

یہاں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ جس حق کا وہ اقرار کرے گا وہی لکھوائے گا لہٰذا اقرار ہی وہ چیز ہے جس کے ذریعے حقوق ثابت ہوتے ہیں اور جو اقرار کر لے اس کے پاس انکار کا کوئی عذر نہیں رہتا۔

⑭ اور اگر کوئی اقرار کرنے کے بعد کسی وقت انکار کرے تو اس کے انکار کا اعتبار نہیں کیا جائے گا یا وہ دعویٰ کرے کہ بھول گیا ہے یا اس سے غلطی ہوگئی ہے، اس کے سب دعوے باطل تصور کیے جائیں گے کیونکہ وہ پہلے اعتراف کر چکا ہے، چنانچہ بعد والے اس کے سارے دعوے پہلے دعوے کے رد کے لیے ہیں لہٰذا اس کے یہ دعوے قبول نہیں کیے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ﴾

”جس کے ذمے قرض ہو اگر وہ احمق ہو یا کمزور ہو یا لکھوانے کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اس کا سرپرست انصاف کے ساتھ لکھوائے۔“(البقرۃ: ۲۸۲)

آیت کریمہ کی تفسیر:

اگر قرض لینے والا مصلحت سے واقف نہ ہو اور معاملہ بحسن وخوبی مکمل نہ کر سکے یا صغیر سن ہو یا پاگل ہو یا گونگا ہو یا عورتوں کی طرح شرمیلا ہو تو اس کا سرپرست لکھوائے۔ تو یہاں مسئلہ ولایت ونیابت بیان ہو رہا ہے۔

⑮ کہ جو ناسمجھ ہوں خواہ کسی وجہ سے ہوں تو معاملات ومعاہدات طے کرنے کے لیے ان کے سرپرست ان کے قائم مقام ونائب ہوں گے۔

اس قاعدہ سے یہ نتیجہ بھی نکلتا ہے کہ اگر کبھی ناسمجھ لوگوں کا عجز وعذر زائل ہو جائے۔اور وہ اپنے سر پرستوں کے طے شدہ معاملات بغیر ثبوت کے منسوخ کرنا چاہیں تو یہ منسوخ نہیں ہوں گے، کیونکہ ان کے سرپرست ان کے قائم مقام بن چکے ہیں۔

⑯ یہاں سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہے کہ کم عمر، احمق، پاگل جیسے لوگوں کے بیانات اور گواہیاں معتبر نہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے کیے گئے معاہدے ومعاملے قابل عمل ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ایسے لوگوں کے اقرار، معاملہ، اور املا کا لعدم قرار دیے ہیں اور ان کے اولیاء کے سپرد کر دیے ہیں۔ یہاں سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوا ہے کہ کم عمر، احمق اور پاگل کو معاملہ سے دور رکھنا اور ان کو کسی قسم کے تصرفات ومعاہدات ومعاملات سے روک دینا شرعی طور پر صحیح ہے۔اور اسی میں ان کی مصلحت ہے۔ اور یہی محاسن شریعت ہیں کہ اپنے اموال کی حفاظت نہ کر سکنے والوں کو کسی قسم کے نقصان کا اندیشہ نہ رہے۔اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا﴾

''اورتم اپنے اموال بے وقوفوں (عورتوں اور بچوں) کو نہ دو کہ جن (اموال) کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری روزی (کا ذریعہ) بنایا۔'' (النساء: ٥)

⑰ کم عقل عورت کے لیے نائب اور وکیل بنانے کا ثبوت، نیز یہ مسئلہ بھی بیان ہوا کہ وکیل اپنے دائرہ اختیار میں رہتے ہوئے جو اعتراف کرے وہ مقبول ہوگا۔

⑱ اس بات کی ترغیب بھی ملتی ہے کہ حسن املاء کی تعلیم وتربیت ضروری ہے۔خاص کر

معاہدات ومیثاقات کی کتابت اور لوگوں کی صلح جوئی کی تعلیم ضرور حاصل کرنی چاہیے، شریعت نے اس کی ترغیب دی ہے، کیونکہ شریعت کے مقاصد کا یہ بہترین معاون ومددگار ہے۔

⑲ اللہ تعالیٰ نے ادھار چھوٹا ہو یا بڑا لکھنے کی ترغیب دی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَسْأَمُوا أَنْ تَكْتُبُوهُ صَغِيرًا أَوْ كَبِيرًا إِلَى أَجَلِهِ﴾

''اور مدت مقررہ تک (معاملہ) چھوٹا ہو یا بڑا تم تحریر کرنے سے بوریت واکتاہٹ محسوس نہ کرو'' (البقرة: ۲۸۲)

یہاں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ معاملات وحسابات کی باریک بینی اور چھان پھٹک، معاملات وحسابات میں سستی وکاہلی سے بدرجہا بہتر ہے معاملات وحسابات میں احسان اور بھلائی ونرمی کا بھی ایک مقام ہے تاہم معاملات کو احاطۂ تحریر میں لانا اور ان میں باریک بینی کی اپنی اہمیت اور برتری ہے۔ اور دونوں باتوں میں تمیز کرنا ہی افضل ہے۔

بلکہ اغلباً احسان وبھلائی تب ہی ہوسکتی ہے جب معاملات وحسابات میں دونوں پہلو برابر ہوں۔

تحریر کے فضائل وفوائد:

اللہ تعالیٰ نے ادھار کو تحریر کرنے کے فوائد یوں بیان کیے۔

﴿ذَٰلِكُمْ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ وَأَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ﴾

''کہ معاہدات ومعاملات کو تحریر کرنے سے عدل وانصاف کا قرب، گواہوں کی

تثبیت اور شکوک وشبہات سے اجتناب یقینی ہو جاتا ہے۔'' (البقرۃ: ۲۸۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَأَدْنَىٰٓ أَلَّا تَرْتَابُوٓا﴾ (البقرۃ: ۲۸۲)

یعنی گواہوں کی گواہی دائرہ تحریر میں لانے کا یہ فائدہ ہوگا کہ گواہ اپنی گواہی سے انکار نہیں کر سکیں گے اور اگر انکار کر بھی دیں تو اعتراف واقرار کے بعد ان کا انکار معتبر نہیں ہوگا اور اس طرح معاملات میں شکوک وشبہات سے محفوظ ومامون ہونا یقینی امر ہے۔ اور ایک فریق دوسرے فریق پر بدظنی نہیں کر سکے گا، ان درج بالا تمام مقاصد جلیلہ کی ضرورت واہمیت عدل وانصاف کے متلاشیوں کو ہوتی ہے۔

⑳ اس فرمان الٰہی میں یہ دلیل بھی ہے کہ وثیقے اور تحریر نامے ایک دوسرے کے مؤید ومعاون ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فریقین میں سے ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اپنے معاملات غیر مشکوک اور صاف وصریح بناتے ہیں۔ ان میں جھگڑنے کا امکان معدوم ہو جاتا ہے اس طرح معاملات حق وانصاف سے مزیّن اور شک وشبہ سے پاک ہو جانے میں مدد ملتی ہے۔

معاملات کو تحریر کرنے سے استثناء کی چند صورتیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُم بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ أَمَانَتَهُ﴾

''اگر فریقین سے ہر ایک کو فریق مخالف پر اعتماد ہو تو نہ لکھنے میں کوئی حرج نہیں البتہ مقروض کو چاہیے کہ وہ اپنے بھائی کی امانت (قرض) دیانت داری سے لوٹا دے۔'' (البقرۃ: ۲۸۳)

㉑ اس فرمان باری تعالیٰ میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے اگر فریقین معاملہ کو تحریری طور پر ضبط نہ بھی کریں تو کوئی گناہ نہیں اسی طرح اگر گواہ بھی مقرر نہ کریں پھر بھی جائز ہے، لیکن دونوں فریقوں کو چاہیے کہ جس کے ذمہ اپنے بھائی کا حق ہو وہ وقت مقررہ پر امانت داری سے ادا کر دے اور دوسرے بھائی کا شکریہ بھی ادا کرے۔

شکریہ ادا کرنا کئی پہلوؤں سے واجب ہے:

① ہر حال میں ہر بندے پر اللہ کا تقویٰ لازم ہے۔

② چونکہ اس کے بھائی نے اس پر اعتماد کیا ہے اور اس کے ساتھ معاہدہ کیا ہے اور اس کی ضرورت پوری کی ہے لہٰذا احسان کا بدلہ احسان سے دینا واجب ہے۔

اس طرح اس جیسے تمام معاملات پر تنبیہ بھی ہو گئی ہے کہ جب بھی کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے ساتھ کسی قسم کا احسان کرے تو جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہے وہ احسان کرنے والے کا ضرور شکریہ ادا کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللَّهُ﴾

"کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے کسی کو لکھنا سکھایا اسی طرح وہ لکھے۔"

(البقرة:۲۸۲)

اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو کوئی نعمت دی ہے اور لوگوں کو اس کے تعاون کی ضرورت پڑتی ہو تو جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس پر احسان کیا ہے اسی طرح وہ بھی لوگوں پر احسان کرے اس طرح عمل میں اس کی طرف سے منعم حقیقی (اللہ تعالیٰ) کا شکر بھی ادا ہو جائے گا اس طرح اس کے لیے یہ عمل نقصان کا باعث نہیں بلکہ احسان کا معاملہ ہو

گا۔ اس کو ثواب ملے گا اس سے تاوان نہیں لیا جائے گا بلکہ وہ اپنی رضا مندی اور خوشدلی سے دے گا۔

رہن کی مشروعیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَ اِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّ لَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ﴾

"اور اگر تم سفر میں ہو اور تمہیں کوئی لکھنے والا نہ ملے تو کوئی چیز گروی (رہن کے طور پر) قبضے میں دے دی جائے۔" (البقرۃ: ۱۸۳)

22 اس آیت میں رہن کی صورت میں معاہدہ کرنے کا ثبوت بھی ہے خصوصاً سفر کی حالت میں اس کی ضرورت شدید ہوتی ہے کہ سفر میں لکھنے والا اور گواہ میسر نہیں ہوتے اور رہن کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ معاہدہ، رہن رکھی گئی چیز کی بنیاد پر قرض والا ہوتا ہے کہ اگر مقروض قرض کی ادائیگی سے عاجز ہو جائے تو رہن رکھی جانے والی چیز قرض کے بدلے لے لی جائے گی۔

نیز رہن کا ایک اور مقصد بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر قرض خواہ سے قرض لینے والے اور لوگ بھی ہوں تو وہ رہن والے مقروض کو دوسروں کی نسبت پہلے قرض دے گا۔

23 رہن کی کامل ترین حالت یہ ہے کہ وہ قرض خواہ فوراً اپنے قبضے میں کرے لیکن آیت میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے پتہ چلے رہن صرف قبضہ کی صورت میں ہوگا۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب سے اعلیٰ وافضل حالت کا تذکرہ کیا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم « فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ » یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض اوقات

رہن چیزیں غیر مقبوض بھی ہو سکتی ہیں۔ لیکن وہ مقبوضہ کی نسبت کم معتمد علیہ ہوں گی۔ جس طرح کہ کسی کے ذمہ تھوڑی چیز پر، کسی کے ذمہ زیادہ چیز یا کسی معین ومقرر چیز سے اعتماد کم ہوتا ہے۔

گواہ اور کاتب کو بلا ضرورت تنگ نہ کرنے کی نصیحت:

معاملہ کرنے والے فریقین کو نصیحت کر دی گئی کہ معاہدہ لکھنے والے اور گواہی دینے والوں کو بلا وجہ تکلیف نہ دی جائے بلکہ فریقین پر واجب ہے کہ وہ معاملہ کو ہر ممکن نرمی اور سہولت کے ذریعے طے کریں۔

(25) اللہ تعالیٰ نے معاملے میں خیانت کرنے والوں کی طرف سے معاملہ اپنے ذمہ لیا ہے مثلاً جس کے ذمہ کسی کا حق ہو وہ ٹال مٹول کرے تو اس صورت میں اس کی ٹال مٹول کو مخفی رکھا جائے۔ اور قرض خواہ سے جس نے اپنی دیانت اور ذمہ داری کا معاہدہ کیا ہے اس کو تقویٰ کا حکم دیا گیا ہے اور اپنے بھائی کا حق ادا کرنے کی نصیحت کی ہے۔ کیونکہ اس کے ذمہ جو حق ہے اس پر قرض خواہ کے پاس گواہ نہیں۔

انعام کی مشروعیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِیْرٍ وَّ اَنَا بِهٖ زَعِیْمٌ﴾

”اور (حکومت کا اعلان ہے) جو اس (چوری شدہ برتن) کو لائے گا اس کو اونٹ کے بوجھ جتنا غلہ ملے گا اور میں اس کا ضامن ہوں۔“(یوسف: ٧٢)

(26) اس فرمان باری سے کفالت، ضمانت اور اجرت پر استدلال کیا گیا ہے۔ اور اس پر

بھی کہ ایسی چیز کو اجرت یا انعام مقرر کیا جا سکتا ہے جس کی مقدار کا اندازہ ہو جیسے اونٹ کا بوجھ وغیرہ۔

ادائیگی امانت کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمٰنٰتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا﴾

''اللہ تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ تم امانتیں ان کے مالکوں کو دے دو۔''

(النساء: ۵۸)

㉗ اس فرمان الٰہی سے امانت رکھنے، ان کی حفاظت کرنے اور ان کے مالکوں کو عندالطلب ادا کرنے پر استدلال کیا گیا ہے۔یعنی جس انسان نے وہ امانت رکھی ہوا سے یا اس کے وکیل کو امانت دیدی جائے جو عادتاً اصل مالک کے مال کی حفاظت کرتا ہو۔ جس کے پاس امانت رکھی گئی ہو اگر اس کی احتیاط کے باوجود امانت ضائع ہو جائے یا اس میں نقص واقع ہو جائے تو اس کا عذر قبول کیا جائے گا، کیونکہ ضمانت کا یہی تقاضا ہے۔

ملازمت کی مشروعیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ﴾

''آپ جس کو ملازمت دیں وہ طاقتور اور دیانت دار ہو تو بہتر ہے۔''

(القصص: ۲٦)

㉘ اس فرمان الٰہی سے ملازم رکھنے کی مشروعیت ثابت ہوتی ہے، نیز وہ ہر مباح منافع والے کام کے لیے جائز ہے۔ اور ملازم یا مزدور میں دو اوصاف کا ہونا سب سے قابل ترجیح ہے۔

① مطلوبہ عمل پر قدرت ومہارت تامہ ہونا

② امانت دار ہونا

ان دو اوصاف یا ان دو میں سے ایک نہ ہونا اہلیت وصلاحیت میں نقص ہے۔

باہمی صلح کی ترغیب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الصُّلۡحُ خَیۡرٌ﴾

''صلح بہتر ہے۔'' (النساء: ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ﴾

''پس تم اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرواؤ۔'' (الحجرات: ۱۰)

㉙ سورۂ نساء کی آیت تو خاوند اور بیوی کے درمیان صلح بہتر ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ لیکن سورۃ الحجرات کی آیت عام ہے وہ تمام احوال کو شامل ہے چاہے مالی حقوق ہوں یا دیگر معاشرتی واخلاقی معاملات وغیرہ ہوں۔

چاہے فریقین میں سے کچھ اقرار کریں اور کچھ انکار کریں، لہٰذا لوگوں کے درمیان ان کے باہمی معاملات میں صلح کروانا مامور من اللہ ہے، تاہم ایسی صلح جس سے حلال

کے حرام ہونے یا حرام کے حلال ہونے کا خدشہ ہو جائز نہیں۔ لیکن آیت کے عموم سے یہ فائدہ حاصل ہو رہا ہے کہ تمام انسانی حقوق حتیٰ کہ اختیاری معاملات اور شفعہ وغیرہ میں بھی صلح ہی افضل ہے۔

تاہم بعض حالات کے مطابق صلح کو مؤخر کرنا بھی جائز ہے اور پڑوسیوں کے درمیان بھی صلح کروانا جائز ہے۔

مخلوق کے ساتھ احسان مندی کی فضیلت:

مزید برآں اللہ تعالیٰ نے والدین، اقرباء، ہمسایوں اور مسکینوں، یتامیٰ وغیرہ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا ہے، لہٰذا یہ حکم قولی اور فعلی دونوں قسم کے احسان کو شامل ہے لیکن اشخاص، اوقات اور احوال کے اختلاف کی وجہ سے احسان کی صورتیں بھی مختلف ہونا ممکن ہے۔

(30) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾

''اور تم یتیم کے (بلوغت تک پہنچنے تک) مال کو بہتر انداز کے بغیر ہاتھ مت لگاؤ۔'' (الانعام: ۱۵۲)

اس آیت میں یتیم کی سرپرستی اور اس کے مال کی حفاظت کی تدابیر کی طرف اشارہ ہے۔

(31) اللہ تعالیٰ نے یتیم کے بلوغت تک پہنچنے کے بعد اس کے امتحان کا حکم بھی دیا ہے، تاکہ پتہ چل سکے وہ اپنے مال کی حفاظت کر سکتا ہے یا نہیں۔ اور کیا اس کا شعورا بھی

پختہ ہوا ہے یا نہیں اور جب اس میں شعور کی پختگی کا علم ہو جائے اور پتہ چل جائے کہ وہ مالی تصرف کے قابل ہے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔

وصیت بہتر عمل ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۨ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

''جب تم میں سے کسی کے پاس موت (کا حکم) آ جائے اس کے پاس مال ہو تو والدین اور اقربا کے لیے بھلائی کی وصیت کرو۔'' (البقرۃ: ۱۸۰)

انتباہ:

آیت میراث کی وجہ سے شرعی وارثوں کے لیے وصیت منسوخ ہو چکی ہے، البتہ دوسرے اقرباء کے لیے خیر و نیکی کے جذبہ کے تحت وصیت کی جا سکتی ہے۔

(32) اس آیت سے وقف، ہبہ اور وصیت عامہ پر استدلال کیا جاتا ہے اسی طرح معین اشیاء بطور قرض اور ادھار وغیرہ لیے جانے یا ان کے منافع ادھار لیے جانے کے لیے بھی اس آیت سے استدلال کیا جاتا ہے۔

جیسے کاشتکاری کے لیے زمین یا دودھ وغیرہ کے لیے کوئی جانور دینے کی وصیت کرنا بھی اس میں آ جاتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کے عمومی احکامات سے بھی استدلال کیا جاتا ہے کہ مستحقین پر احسان کرتے رہو۔ اور احسان کرنے والوں کی ثنا اللہ تعالیٰ نے خود بیان کی ہے بلکہ اس کے اس عمل کی فضیلت اور ثواب بھی خود اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا

ہے۔اور مذکورہ بالا تمام اعمال احسان کے ضمن میں ہی آتے ہیں۔

لیکن احسان کا ارادہ کرنے والے کو یہ علم بھی ضرور ہونا چاہیے کہ احسان حقیقی ہو تو احسان ہوتا ہے اور ظلم وزیادتی کی نیت سے جو احسان کیا جاتا ہے۔اس سے زیادہ بہتر احسان نہ کرنا ہے۔مثلاً مرنے والا اپنے ذمہ واجب قرض کی ادائیگی کے بجائے صدقہ وخیرات کرنا شروع کر دے یا کسی وارث کو نقصان پہنچانے کی نیت سے صدقہ خیرات یا ہبہ کرے۔یا جس کو نقصان پہنچانا جائز نہ ہو اس کو نقصان پہنچانے کی نیت سے غریبوں پر احسان کرنا چاہے۔

رضا کارانہ خدمات کی جوابدہی:

(33) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ﴾

”احسان کرنے والوں پر الزام نہ لگایا جائے۔“ (التوبة:٩١)

اس فرمان میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس کے پاس امانت رکھی جائے اگر وہ امانت بغیر معاوضے کے رکھے تو امانت لوٹاتے وقت اس کی بات قبول کی جائے گی مثلاً وہ کہے کہ امانت ضائع ہو گئی یا اس میں نقص پڑ گیا۔جیسا کہ یہی مسئلہ گزشتہ صفحات میں بھی بیان ہو چکا ہے۔

وصیت میں ردّ و بدل جائز ہے:

(35) اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ﴾

''پس جسے وصیت کنندہ کی طرف سے وصیت میں ظلم یا گناہ کا اندیشہ ہو اور وہ ورثاء کے درمیان صلح کرا دے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔'' (البقرۃ:۱۸۲)

اس فرمان الٰہی میں وصیت کرنے والے کے ظلم کے بارے میں تنبیہ کی گئی ہے اور بعد والوں کو اس کی ظالمانہ وصیت میں عادلانہ ردو بدل کی طرف اشارہ کیا گیا ہو، بشرطیکہ پہلی وصیت ظالمانہ ہو۔

وصیت کے لیے گواہ ہونا کیوں ضروری ہے؟

36 اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ﴾

''اے ایمان والو! جب تم میں سے کسی کو موت آئے تو وصیت پر اپنے میں دو عادل گواہ بنا لو۔ اور اگر تم سفر میں ہو تو غیر مسلموں سے دو گواہ بنا لو اور تمہیں موت کی مصیبت آ جائے۔ تم ان دونوں (گواہوں) کو نماز کے بعد روک لو اگر تم کو ان پر شبہ پڑے تو یہ دونوں اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم گواہی کے بدلے مالی فائدہ حاصل نہیں کریں گے اگرچہ کوئی ہمارا قریبی ہو اور ہم اللہ کی گواہی نہیں چھپائیں گے، اگر ہم ایسا کریں تو ہم یقیناً گناہگاروں میں سے ہوں گے۔'' (المائدۃ:۱۰۶)

اس فرمان الٰہی میں یہ مسئلہ بیان ہوا ہے کہ موت کے وقت وصیت کرنا مشروع ہے اور اس پر دو عادل مسلمان گواہ کافی ہیں۔ اگر مرنے والے شخص کے پاس کافروں کے علاوہ کوئی نہ ہو تو نظریہ ضرورت کے تحت دو کافروں کو بھی گواہ بنانا جائز ہے اگر ان کی طرف سے خیانت کا ڈر ہو تو کسی نماز کے بعد ان سے حلف لیا جائے کہ وہ خیانت کریں گے نہ کچھ چھپائیں گے۔

اگر دونوں گواہوں کی خیانت کا کوئی ثبوت مل جائے تو میت کے ورثاء میں سے دو شخص قسم اٹھائیں گے کہ گواہوں نے خیانت کی ہے اور وہ یہ بات تاکیداً کہیں گے کہ ہماری گواہی ان کی گواہی کی نسبت زیادہ پختہ ہے۔ اور ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی، پھر دونوں خائن گواہوں کو مالی جرمانہ کیا جائے گا۔

میراث کے احکام

میراث کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾

”اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں حکم دیتا ہے کہ لڑکے کو دولڑکیوں کے برابر حصہ دیا جائے اگر لڑکیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر (میت کی) صرف ایک بیٹی ہو تو اسے آدھا ترکہ ملے گا۔ اور (میت کے) ماں باپ میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ میت نے جو مال چھوڑا اگر اس کی اولاد ہو، اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہوں تو ماں کو (ترکہ کا) ایک تہائی ملے گا۔ اگر میت کے بہن بھائی ہوں

تو وصیت پوری کرنے اور قرض دینے کے بعد ماں کو چھٹا حصہ ملے گا تمہیں پتہ نہیں کہ تمہارے آباء اور تمہاری اولاد سے کون تمہارے لیے زیادہ نفع کا باعث ہے یہ اللہ کی طرف سے فرض ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔'' (النساء:۱۱)

اور وہ آیت جو سورۃ النساء کے آخر میں ہے، یعنی:

﴿يَسْتَفْتُوْنَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾

''(اے پیغمبرؐ) وہ (اہل ایمان) آپ سے فتویٰ پوچھتے ہیں آپ فرمائیں تمہیں اللہ تعالیٰ'' کلالۃ'' کے متعلق فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مرے اور اس کی اولاد نہ ہو صرف ایک بہن ہو تو اسے نصف ترکہ ملے گا۔ اگر عورت مر جائے (اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو اور ایک بھائی ہو) تو وہ اس کا وارث بنے گا۔ پھر اگر دو بہنیں ہوں تو انہیں ترکہ سے دو تہائی ملے گا۔ اور اگر مرد و عورت، بھائی بہن (کلالہ کی وارث) ہوں تو مرد کو دو عورتوں کے برابر ملے گا تمہارے لیے اللہ اپنی راہ واضح کرتا ہے تا کہ تم نہ بھٹکو اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔'' (النساء:۱۷۶)

درج بالا آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے وراثت کے مکمل تفصیلی احکامات بیان کر

دیے ہیں جو یوں ہیں:

① سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میت کی حقیقی اولاد کا تذکرہ کیا ہے۔ جن کے ضمن میں مندرجہ ذیل افراد آتے ہیں۔

ا۔ حقیقی اولاد۔ مرد و زن۔

بیٹوں کی اولاد مرد و زن:

میت کی بیٹیوں کی اولاد اس کی وراثت میں شامل نہیں، اللہ تعالیٰ نے وضاحت کر دی کہ جب میت کی اولاد مرد و زن ایک درجہ میں جمع ہوں تو ہر مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا اور وہ اس حالت میں عصبہ ہوں گے، میت کے والدین کے علاوہ کوئی قریبی رشتہ دار (حقیقی اولاد کے علاوہ) وارث نہ ہو گا۔ والدین میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہو گا۔

② میت کے وارث جب صرف ایک یا زیادہ بیٹے ہوں تو اس کے وارث صرف وہی ہوں گے۔

③ میت کے وارث جب اس کی صرف ایک بیٹی یا ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تب ایک بیٹی کو نصف ترکہ ملے گا، اور ایک سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ان کو دو تہائی ترکہ ملے گا۔

④ اگر پہلے درجے میں، یعنی میت کی ایک حقیقی بیٹی ہو اور دوسرے درجے، یعنی میت کی ایک یا زیادہ پوتیاں ہوں تو پہلے درجے والی بیٹی کو نصف ترکہ ملے گا اور دوسرے درجے والی ایک پوتی یا زیادہ پوتیوں کو چھٹا حصہ ملے گا تاکہ دو تہائی ترکہ پورا ہو جائے۔

⑤ اللہ تعالیٰ نے میت کی اولاد کے ساتھ اس کے ماں باپ کی وراثت کا یوں تذکرہ کیا جب میت کی اولاد ہو تو میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہوگا۔ ماں کو تو اس سے زیادہ نہیں ملے گا اسی طرح میت کے باپ کو بھی میت کے بیٹوں یا بیٹوں اور بیٹیوں کے ساتھ زیادہ نہیں ملے گا کیونکہ ورثا میں سب ترکہ پوری طرح تقسیم ہو جائے گا۔

⑥ لیکن اگر میت کی اولاد میں صرف اس کی بیٹیاں ہوں تو وہ اپنا حصہ لینے کے بعد جو ترکہ باقی ہوگا میت کا باپ وہ بطور عصبہ لے لے گا۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث ہے جو صحیح مسلم میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تم وراثت کے مقررہ حصے ان کے مالکوں کو دے دو اگر کچھ بچ جائے تو وہ میت کے قریب ترین مرد رشتہ دار کے لیے ہوگا۔ (صحیح مسلم حدیث نمبر ۱٦۱۵)

⑧ اگر میت کے ماں باپ کے ساتھ خاوند یا بیوی ہو تو خاوند یا بیوی کو اپنا مقرر حصہ ملے گا باقی میں سے ایک تہائی ماں کو اور بقیہ سارا ترکہ باپ لے گا۔

⑨ اور اگر میت کے بھائی بہن ہوں تو ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔

⑩ فرائض و میراث کے تمام احکام میں دادا باپ کی طرح ہے۔ اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے سوائے دو صورتوں میں جنہیں اصطلاح میں ''عُمَرِیتین'' کہتے ہیں۔

⑪ باپ کے ساتھ ماں کو باقی ایک تہائی ترکہ ملتا ہے لیکن میت کے دادا کی موجودگی میں ماں کو مکمل تہائی ترکہ ملے گا۔

⑫ یا جب میت کی ماں کے ساتھ میت کے وارث باپ جائے بھائی بہن ہوں اس صورت میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

① کچھ علماء کے نزدیک ایسی صورت میں وہ دادا کے ساتھ وارث بنیں گے۔ یہ رائے زید بن ثابت اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور بعض ائمہ کی ہے۔

ب۔ کچھ دوسرے علماء جیسے ابوبکر اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم اور کچھ ائمہ بھی ان کے موافق ہیں، ان کی رائے میں دادا کی موجودگی میں باپ جائے بھائی بہن محروم ہوں گے۔اور متعدد ادلۂ صحیحہ کی روشنی میں دوسری رائے ہی راجح ہے۔

⑫ اللہ تعالیٰ نے نسبی رشتوں کی میراث کے تذکرے کے بعد خاوند اور بیوی کی میراث کا بیان شروع کیا۔

⑬ اگر بیوی مر جائے اور اس کی کوئی اولاد نہ ہو تو اس کے خاوند کو نصف ترکہ ملے گا۔اولاد سے مراد بیٹا یا بیٹی ایک ہو یا زیادہ ہوں میت کی حقیقی اولاد ہو یا اس خاوند کے پوتے پوتیاں ہوں یا میت کے کسی اور خاوند سے پوتے پوتیاں ہوں۔

اگر اولاد موجود ہو تو مرنے والی کے ترکہ سے اس کے موجودہ خاوند کو چوتھا حصہ ملے گا۔

⑭ اگر خاوند مر جائے اور اس کی حقیقی اولاد نہ ہو یا پوتے پوتیاں نہ ہوں تو اس کی موجودہ بیوی (ایک ہو یا زیادہ) کو میت کی جائیداد سے چوتھا حصہ ملے گا۔

اگر مرنے والے خاوند کی حقیقی اولاد ہو یا اس کے پوتے پوتیاں ہوں تو اس کی زندہ بیوی (ایک یا زیادہ) کو مرنے والے خاوند کی جائیداد سے آٹھواں حصہ ملے گا۔

⑮ پھر اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کے بھائیوں کی وراثت کا ذکر کیا۔

⑯ میت کے ماں جائے (بھائی، بہن) میت کے کسی صورت میں وارث نہیں بنیں گے سوائے ''کلالۃ'' کی صورت کے۔یعنی جب میت کی حقیقی اولاد نہ ہو نہ اس کے پوتا پوتی ہو اور نہ میت کا باپ ہو اور نہ دادا ہو تو ایسی صورت میں میت کے ماں جائے

بھائی یا بہن اگر ایک ہے تو اس کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر ایک سے زیادہ ہیں تو بھائی بہنوں میں ایک تہائی وراثت برابر تقسیم ہوگی۔

⑰ میت کے سگے (حقیقی) بھائی بہن یا باپ جائے بھائی بطور عصبہ اس کے ترکہ کے وارث ہوں گے۔

⑱ اگر میت کے باپ جائے بھائی بہن وارث بنیں تو ایک بھائی کو دو بہنوں کے برابر حصہ ملے گا۔

⑲ اور اگر میت کے وارث صرف ایک باپ جا یا بھائی بہن ہو اس کو نصف ترکہ ملے گا۔ اور اگر ایک سے زیادہ ہوں تو انہیں دو تہائی ترکہ ملے گا۔

⑳ اگر میت کی ایک حقیقی بہن ہو اور اس کے ساتھ میت کی باپ جائی ایک یا زیادہ بہنیں ہوں تو حقیقی بہن کو نصف ترکہ اور باپ جائی بہنوں کو چھٹا حصہ ملے گا تاکہ دو تہائی ترکہ مکمل ہو جائے۔

㉑ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ﴾

"اور رشتے دار اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔"

(الانفال: ۷۵)

اس آیت کے عموم سے میت کے سب قریبی رشتہ داروں کے بطور عصبہ وارث ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

㉒ اور اللہ تعالیٰ نے میت کی بیٹیوں اور بہنوں کے علاوہ کسی صورت میں بھی بھائیوں کے ساتھ بہنوں کو وارث نہیں بنایا۔

㉓ میت کے بھائی، بہنوں کی اولاد اور چچے اور ان کی اولاد میں درجات کا خواہ کتنا ہی

اختلاف کیوں نہ ہو صرف بھائیوں کو ترکہ میں سے حصہ ملے گا اور بہنیں ہر صورت میں ترکہ سے محروم رہیں گی۔

㉔ میت کے ماں، باپ کی عدم موجودگی میں دادی یا نانی کو رسول اللہ ﷺ نے چھٹا حصہ دیا ہے اس سے زیادہ نہیں ملے گا۔

عوْل کے مسائل:

عول کی صورتیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ تعالیٰ کے عدل کے حکم عام سے اخذ کی ہیں۔ چونکہ عول کا مفہوم بھی حسب استطاعت عدل ہے، تاہم اس کی تفصیل علم میراث کی کتابوں میں موجود ہے۔

«مِمَّا تَرَكَ» کی تفسیر:

آیت میراث کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے متعدد مرتبہ «مِمَّاتَرَكَ» کے الفاظ فرمائے اس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ وہ سب کچھ جو میت نے چھوڑا ہے اس کے شرعی وارث اس سب ترکہ میں اپنے حصوں کے مطابق شریک ہوں گے۔

اگر میت نے جائیداد کسی بھی صورت میں چھوڑی ہے تو ورثا میں وہ کتاب اللہ کے مطابق تقسیم ہوگی اور اگر میت کے ذمہ قرض ہے تو وہ بھی ورثاء اپنے حصوں کی نسبت سے ادا کریں گے۔ اگر میت کے ذمہ کسی کے حقوق رہتے ہیں مثلاً نذر یا وعدہ وغیرہ تو وہ بھی ورثا پورا کریں گے۔

㉕ ''میراث الرد''

جہاں سے عول کی صورتوں پر استدلال کیا جاتا ہے وہیں سے رد کی صورتوں پر بھی

استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ شرعی قاعدہ یہ ہے کہ جو مشترکہ اموال ہوں ان کے منافع اور ان کے نقصان میں تمام شرکاء اپنے اپنے حصوں کے مطابق شریک ہوں گے۔اور عول اور رد کی صورتیں بھی اسی قاعدے کے ضمن میں آتی ہیں۔

میراث ذَوِی الْاَرْحَامِ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ﴾

''اور اللہ کی کتاب میں رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں۔''

(الانفال:۷۵)

لہٰذا جب مقررہ حصوں والے اور عصبات نہ ہوں تو میت کے رشتہ دار، غیر رشتہ داروں کی نسبت زیادہ حق دار ہوں گے اور ان کو میت کا ترکہ کیسے ملے گا؟ تو میت کے جو رشتہ دار ہوں گے اگر اصحاب الفروض (مقررہ حصوں والے) میت کے عصبہ ہوتے تو رشتہ داروں کی جو نسبت ان سے بنتی ہو گی اسی نسبت سے ان کو وراثت میں سے حصہ ملے گا کیونکہ اولوالارحام دراصل اصحاب الفروض اور عصبات کے قائم مقام ہیں۔

خواتین کے احکام

خواتین کے احکام بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے احکام وحقوق کے پہلو بہ پہلو کتاب اللہ میں خواتین کے حقوق واحکام بھی ذکر کیے ہیں، کیونکہ دونوں ایک دوسرے کے لازم وملزوم ہیں۔

نکاح ومہر، معاشرت اور ازدواجی حقوق وغیرہ کے احکامات کی تفصیل:

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں نکاح کا حکم دیا ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا٥ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓئًا مَّرِيْٓئًا﴾

''پس تم اپنی دل پسند دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے نکاح کرو اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہ کرسکو گے تو ایک عورت سے (نکاح پر اکتفا کرو) یا جو تمہاری لونڈیاں ہوں یہ زیادہ بہتر ہے کہ تم ظلم نہ کرو۔ اور بیویوں کو ان کے حق مہر خوش دلی سے دو۔ پس اگر وہ بذات خود اپنی خوش دلی سے اس میں سے تمہیں کچھ دے دیں تو تم اسے رچتا پچتا کھاؤ۔'' (النساء: ۳۔٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا٥ وَ كَيْفَ

تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾

''اور اگر تم اپنی ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی لانا چاہو اور تم نے ان میں سے کسی کو خزانہ دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی نہ لو کیا تم وہ بہتان اور صریح گناہ کے طور پر لیتے ہو۔ اور تم جب ایک دوسرے سے ہم بستر ہو چکے تو تم پھر وہ کیسے لے سکتے ہو اور ان (بیویوں) نے تم سے پختہ عہد لے لیا۔''

(النساء: ۲۰۔۲۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ﴾

''بشرطیکہ تم اپنے مالوں سے گھر بسانا چاہو۔'' (النساء: ۲٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ يَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا﴾

''اور تم ان (بیویوں) کے ساتھ حسن معاشرت سے رہو پس اگر تم ان کو ناپسند کرو تو ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت بڑی بھلائی رکھی ہو۔'' (النساء: ۱۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

''اور ان کے ویسے حقوق ہیں جیسے بھلائی سے ان کے واجبات ہیں۔''

(البقرة: ۲۲۸)

آیات کا مدلول:

یہ آیات حسب حالات نکاح کے وجوب یا استحباب پر دلالت کرتی ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر پہلو سے کامل عورتوں کے انتخاب کی رغبت دلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾

''پس جو (عورتیں) نیک ہوں وہ (خاوندوں کی) فرمانبردار ہوں وہ غیب میں اس کی حفاظت کریں جس کو اللہ نے محفوظ بنایا۔'' (النساء: ۳٤)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت سے چار اوصاف کی وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے ① وہ مالدار ہو ② وہ حسن و جمال کا پیکر ہو ③ وہ حسب ونسب والی ہو ④ وہ دین دار ہو اور تو دین دار سے کامیابی حاصل کر تیرا ہاتھ خاک آلود ہو۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا (۵۰۹۰) اور مسلم نے (۱۴۶۶) میں روایت کیا۔

دین دار عورت کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لیے ترجیح دی کہ وہ اپنے خاوند کے لیے اس کے دین ودنیا میں باعث نفع ہوگی۔ اور اپنی ذات اور خاوند کے مال کی حفاظت کرے گی اور اپنے کنبے کے لیے فائدہ مند اور اولاد کو دینی تربیت دینے کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے مرد کے لیے چار آزاد عورتوں سے شادی کرنا مباح قرار دیا اور لونڈیاں جتنی چاہے بنالے۔ بزور بازو (کفار سے جنگ کر کے)

اللہ تعالیٰ نے ایک بیوی پر اکتفا کرنے کی ترغیب دی ہے جب ظلم وناانصافی کا ڈر ہو۔

مہر کے مسائل

اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیویوں کو مہر ضرور دیں۔

سوال: مہر کیا اور کتنا ہونا چاہیے؟

جواب: مہر کی کوئی مقدار متعین نہیں کم ہو یا زیادہ نقد ہو یا متوقع منافع۔

یتیم بچی کے مہر کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے اس مرد کو حکم دیا جس کی زیر کفالت یتیم بچی ہو کہ وہ اس پر ظلم نہ کرے۔ اور اگر وہ اس سے نکاح کی رغبت رکھتا ہو تو انصاف سے اس کو پورا مہر دے اور جتنے کی وہ مستحق ہے اس سے کچھ کم نہ کرے اور جو اس سے نکاح کو ناپسند کرتا ہو وہ اسے بلا ضرورت علیحدہ نہ کرے تا کہ جب تک وہ یتیم بچی اپنے سرپرست کو کچھ مال نہ دے وہ اسے کہیں اور نکاح کی اجازت نہ دے۔ یا جب تک یتیم بچی اپنے سرپرست کو اپنا مہر معاف نہ کر دے وہ اس سے نکاح نہ کرے۔ یقیناً یہ ظلم ہے بلکہ سرپرست پر لازم آتا ہے کہ وہ اپنی زیر کفالت یتیم بچی کی مصلحت کے لیے اتنا ہی سوچے جتنا وہ اپنی حقیقی بیٹی کے لیے سوچتا ہے۔

حتیٰ کہ کتاب اللہ کی کچھ آیات وسورۃ کی تعلیم کو بھی مہر بنایا جا سکتا ہے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے۔ (مترجم)

اگر دلہن نیک ہو اور وہ اپنی خوش دلی سے کچھ مہر خاوند کو دے دے تو وہ اسے بلاتکلف لے سکتا ہے بشرطیکہ عورت اپنا مہر اس ڈر سے نہ دے کہ خاوند اس کو علیحدہ نہ کر دے۔

اگر خاوند ظالمانہ انداز میں بیوی کو اس لیے علیحدہ کر دے تاکہ وہ اپنے مکمل یا کچھ مہر سے دستبردار ہو جائے تو اس نے یقیناً بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی واضح کر دیا کہ خاوند جب بیوی سے فائدہ اٹھا چکا اور وہ ایک دوسرے سے ہم بستر ہو چکے تو اب خاوند کس طرح بیوی سے کچھ مہر لینا چاہے گا۔ اور اس میں حکمت یہ ہے کہ تمہاری بیویوں نے تم سے پختہ معاہدہ کر لیا۔ (النساء:۲۱) اور پختہ عہد سے مراد نکاح کی قبولیت ہے کہ جب خاوند نے یہ تسلیم کیا کہ وہ بیوی کے تمام حقوق پورے کرے گا اور ان میں سے پہلا حق مہر کی ادائیگی ہے۔

سوال: مہر کب نصف ہوگا؟

جواب: خاوند اگر بیوی سے جماع کرنے سے پہلے طلاق دیدے تو وہ نصف مہر ادا کرنے کا پابند ہوگا بشرطیکہ بوقت نکاح اس نے مہر مقرر کر دیا ہو۔

سوال: مہر کس کی ملکیت ہے؟

جواب: مذکورہ آیات میں یہ وضاحت بھی ہے کہ مہر بیوی کی ملکیت ہے۔

اور اگر خاوند، بیوی سے جماع کرنے کے بعد طلاق دے تو خاوند کے ذمے بیوی کا پورا مہر ہوگا۔ اسی طرح اگر بیوی مر جائے تو خاوند اس کے ورثا کو اس کا مہر دینے کا پابند ہوگا۔

حسن معاشرت کی تلقین:

اللہ تعالیٰ نے خاوند بیوی دونوں کو باہمی طور پر حسن معاشرت سے رہنے کی تلقین کی ہے۔ وہ دونوں ہر حال میں باہمی شیر وشکر ہو کر رہیں اور کوئی ایک دوسرے کو ایذا نہ دے۔ اور کوئی ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کرے۔

کوئی ایک دوسرے کو خرچ پر مجبور نہ کرے اور حسن معاشرت کا تقاضا ہے کہ نان ونفقہ، لباس، رہائش اور زندگی بسر کرنے کے دیگر لوازمات عرف عام (رواج) پر مبنی ہوتے ہیں۔ جب ان کی مقدار وتحریر میں اختلاف واقع ہو جائے۔ البتہ ایسے تمام حقوق خاوند کی تنگ دستی اور خوش حالی سے جڑے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا﴾

"خوشحال کو چاہیے کہ اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے اور تنگدست کو چاہیے کہ اللہ نے جو کچھ اسے دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرے اللہ تعالیٰ ہر جان کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جتنا (مال) اسے دیا ہو۔" (الطلاق: ۷)

● تاہم اگر دونوں (خاوند، بیوی) سے ایک اپنے حصے کا نصف معاف کر دے تو تب پورا مہر فریق ثانی کے لیے ہوگا۔ (یعنی اگر خاوند جماع سے پہلے بیوی کو طلاق دیدے تو اس کے ذمے نصف مہر ہوگا لیکن اگر وہ خوشدلی سے بیوی کو پورا مقرر شدہ مہر دیدے تو یہ لینا بیوی کے لیے جائز ہوگا اسی طرح اگر بیوی اپنا نصف مہر خاوند کو معاف کر دے تو خاوند کے لیے وہ نہ دینا بھی جائز ہوگا۔ (مترجم)

بیویوں کے لیے نصیحتیں:

اللہ تعالیٰ نے خاوند کی طرف سے بیویوں کو ملنے والی نفرت پر صبر کی رغبت دلائی ہے ممکن ہے خاوند کے لیے اس بیوی میں بہت زیادہ بھلائی رکھی ہو جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خاوند کی نفرت کو محبت میں بدل دے اور بیوی کے مزاج کی وجہ سے خاوند میں مثبت تبدیلی آ جائے یا اس بیوی سے خاوند کو نیک اولاد مل جائے یا اس عورت کی مصاحبت وہمراہی کی وجہ سے خاوند کا عورت کے ذمے اپنے مال کی حفاظت ہو جائے ایسی بے شمار مصلحتیں ہیں۔

مہر کی مقدار:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا﴾

''اور تم نے ان (عورتوں) میں سے کسی کو خزانہ دیا ہو۔'' (النساء: ۲۰)

یہ فرمان الٰہی مہر کثیر ہونے کی دلیل ہے تاہم اولیٰ وافضل مہر میں سہولت ہے بلکہ تمام امور میں سہولت ہونا بہتر ہے۔حدیث کے مطابق بہترین عورت وہ ہے جن کی گزران سہل ہو۔

محرمات نکاح:

محرمات نکاح تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

① نسبی ② رضاعی ③ سسرالی

نسبی محرمات نکاح:

حقیقی نسبی عورتوں میں سے اللہ تعالیٰ نے سات عورتوں کے ساتھ نکاح حرام کر دیا ہے، جو یہ ہیں:

① مائیں:

وہ تمام عورتیں جن کے ساتھ تیری ولادت استوار ہے۔ ماں، نانی، پڑنانی آخر تک۔

② بیٹیاں:

وہ تمام عورتیں جن کی ولادت تجھ پر استوار ہے۔ بیٹی، نواسی، پڑنواسی آخر تک۔

③ تینوں اقسام کی بہنیں:

① حقیقی ② علاتی ③ اخیافی بہنیں

① ماں باپ جائی ② باپ جائی ③ ماں جائی بہنیں

④ بھتیجیاں:

اور ان کی بیٹیاں نیچے تک۔

⑤ بھانجیاں:

اور ان کی بیٹیاں نیچے تک۔

⑥ پھوپھیاں:

ہر وہ عورت جو تیرے باپ کی بہن ہو یا تیرے کسی دادا کی بیٹی ہو۔

⑦ خالائیں:

ہر وہ عورت جو تیری ماں کی بہن ہو یا تیرے کسی نانے کی بیٹی ہو۔

مذکورہ بالا سگے رشتہ کے علاوہ ہر مرد کا ہر عورت سے نکاح ہو سکتا ہے جیسے چچاؤں کی بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں، ماموؤں اور خالاؤں کی بیٹیاں۔ (یا غیر رشتہ دار عورتیں)

(ب) رضائی محرمات نکاح:

رضاعت (دودھ پلانے) کی نسبت تین افراد کی طرف ہوتی ہے۔

① رضائی ماں: جو عورت دودھ پلاتی ہے۔

② رضائی باپ: جس مرد کی بیوی، دودھ پلاتی ہے۔

③ راضع (دودھ پینے والا بچہ)

ان کی تفصیل درج ذیل ہے.

① رضائی ماں کی طرف سے وہ ساتوں رشتے دودھ پینے والے بچے پر حرام ہو جائیں گے جو نسب سے محرمات میں داخل ہیں۔

② رضائی باپ: رضائی ماں کے خاوند کے بھی ان سات حقیقی محرمات کا دودھ پینے والے بچے کے ساتھ نکاح حرام ہو جائے گا جن کے ساتھ رضائی باپ کا اپنا نکاح حرام ہے۔

③ راضع: دودھ پینے والا: بچہ رضاعت کی وجہ سے تحریم دودھ پینے والے بچے اور اس کی اولاد تک محدود رہے گی، دودھ پینے والے بچے کے دیگر بھائی بہنوں پر راضع کی رضاعت کی وجہ سے حرمت نکاح اثر نہیں کرے گی، مگر اس صورت میں کہ مذکورہ بچے کے بھائی بہنوں میں سے جس کسی نے اسی عورت کا دودھ پیا ہو تب حرمت نکاح سب دودھ پینے والوں پر لاگو ہوگی۔

محرمات کی تیسری قسم:

چار سسرالی رشتے جن کے ساتھ نکاح حرام ہے ان سسرالی عورتوں سے نکاح حرام ہے جب کوئی مرد کسی عورت سے صرف نکاح کرتا ہے تو اس عورت کی نسبت سے اس کی چار رشتہ دار عورتوں کے ساتھ اس کے خاوند کا نکاح حرام ہو جاتا ہے۔

① بیوی کی مائیں (اوپر تک)

② بیوی کے سابقہ بیٹوں کی بیویاں نیچے تک

③ سسر کی بیویاں (سسر کے باپ دادا وغیرہ کی بیویاں)

لیکن جس عورت سے کسی مرد کا نکاح ہو جائے اور وہ اس سے جماع بھی کرے تب اس عورت کی سابقہ بیٹیاں اس کے موجودہ خاوند پر حرام ہو جائیں گی، البتہ وہ بیوی کو جماع سے پہلے طلاق دیدے یا وہ فوت ہو جائے تو شرعی طور پر وہ اس عورت کی کسی سابقہ بیٹی سے نکاح کر سکتا ہے اگرچہ وہی اس کا سر پرست ہو۔

④ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں دو بہنوں کے ساتھ ایک مرد کو بیک وقت نکاح کرنے سے روک دیا ہے۔

ب: جب کہ سنت مطہرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دو مزید رشتوں کو بیک وقت مرد جمع نہیں کرسکتا۔ جو یہ ہیں

ا: خاوند کا منکوحہ عورت کی موجودگی میں اس کی پھوپھی یا بھتیجی سے نکاح حرام ہے۔

ب: خاوند کا منکوحہ عورت کی موجودگی میں اس کی خالہ یا بھانجی سے نکاح حرام ہے۔

لونڈی کے ساتھ نکاح کب حرام ہوتا ہے:

عام حالات میں کسی آزاد مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی لونڈی سے نکاح کرے، تاہم اگر مسلمان آزاد مرد تنگ دست ہو اور اسے زنا کے ارتکاب کا ڈر ہو اور وہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان لونڈی سے بھی نکاح کرسکتا ہے۔

مسلمان پر حرام ہے کہ وہ کسی کافر عورت سے نکاح کرے اور کافر عورت کو نکاح میں رکھنا بھی حرام ہے تاہم اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کی پاک دامن عورتوں سے نکاح بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور ان کو نکاح میں رکھنے کی بھی اجازت ہے۔

مسلمان عورت کو کسی کافر کے نکاح میں دینا حرام ہے۔

زانیہ اور مشرکہ جب تک توبہ نہ کریں ان کے ساتھ نکاح حرام ہے۔

جس کو مرد الگ الگ تین طلاقیں دے دے وہ اس پر اس وقت تک حرام رہے گی جب تک وہ کسی اور سے نکاح نہ کرے، پھر وہ اس سے جماع کرنے کے بعد اس کو طلاق دے دے تو وہ عدت گزارنے کے بعد پہلے مرد سے نکاح کرسکتی ہے۔ [1]

---

[1] مروجہ حنفی حلالہ کی ایک قباحت: مطلقہ ثلاثہ کے ساتھ حلالہ کروانے والوں کو سوچنا چاہیے کہ حلالے کے بعد جو بچہ پیدا ہوگا وہ تو حرامی ہوگا اور اسلام میں خاندانی نظام کا خلاصہ یہی ہے کہ اولاد حلالی ہو تاکہ معاشرہ پر امن رہے آج کل پوری دنیا میں جو بدامنی اور قتل و غارت گری پھیلی ہوئی وہ دنیا بھر کے حرامی بچوں کے غلبے اور کثرت کا ہی نتیجہ ہے۔ (مترجم) فاعتبروا یا اولی الالباب۔

رسول اکرم ﷺ کی ازدواجی خصوصیات:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اور اگر کوئی مومن عورت اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لیے ہبہ کر دے، اگر نبی ﷺ اس کے ساتھ نکاح کرنا چاہیں تو مومنوں کے بجائے وہ آپ ﷺ کے لیے خاص ہے۔'' (الاحزاب: ۵۰)

اس فرمان الٰہی میں اس بات کی صراحت موجود ہے کہ (نبیؐ کے علاوہ) تمام اہل ایمان کے لیے (مہر مؤجل یا معجّل) کے بغیر نکاح جائز نہیں۔ اور اگر نکاح کی شروط میں نفی مہر کی شرط ہو تو ایسی شرط لغو ہے۔

سوال: تو کیا ایسی صورت میں نکاح باطل ہو جائے گا یا مہر مثل واجب ہوگا اور نکاح صحیح ہوگا؟

جواب: اس میں علماء کے دو اقوال ہیں، نیز اس فرمان سے وٹہ سٹہ (نکاح شغار) کی حرمت کی بھی دلیل ہے جس کی صورت یہ ہے کہ نکاح میں یہ شرط رکھی جائے کہ دونوں سرپرست اپنی اپنی زیر کفالت عورت کا نکاح ایک دوسرے کے ساتھ کرانے کا معاہدہ اس شرط پر کرائیں کہ ہر عورت کی عصمت (شرمگاہ) دوسری کے لیے مہر متصور ہوگی۔

اللہ تعالیٰ نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ اگر مرد کسی عورت سے شادی کرتے وقت اسے مہر نہ دے اور جماع کرنے سے پہلے اسے طلاق دے دے تو خوشحال مرد پر

حسب حال عورت کو فائدہ پہچانا ضروری ہے۔ اور تنگ دست مرد مطلقہ کو حسب استطاعت کچھ نہ کچھ دیدے۔

البتہ اس صورت کے علاوہ مطلقہ بیوی کے ساتھ تعاون کرنا لازمی امر ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌ بِالْمَعْرُوْفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ﴾

''پرہیز گاروں پر ضروری ہے کہ وہ طلاق والی عورتوں کو کچھ نہ کچھ ضرور دیں۔''

(البقرة: ٢٤١)

عورتوں کے سرپرستوں کو انتباہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں متعدد مقامات پر عورتوں کے سرپرستوں کو عورتوں کی بہبود کے لیے نصیحت آموز انتباہ کیے ہیں جیسا کہ، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ﴾

''اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پس وہ اپنی عدت گزار لیں تو ان کو اپنے خاوندوں کے ساتھ نکاح کرنے سے نہ روکو۔'' (البقرة: ٢٣٢)

نکاح کی شروط:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا﴾

''اور یہ (عورتیں) تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں۔'' (النساء: ٢١)

اس آیت میں ایجاب وقبولیت کے وجوب کو بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ نکاح کے ایجاب وقبول کے ضمن میں مہر اور عورتوں کے تمام حقوق شامل ہیں جن کو وہ پختہ عہد کہا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ﴾

''جب وہ دونوں (طلاق دینے والا اور مطلقہ بیوی) رواج کے مطابق آپس میں رضا مند ہوں۔''(البقرۃ:۲۳۲)

اس آیت میں طلاق دینے والے خاوند اور اس کی مطلقہ بیوی میں باہمی رضا مندی کے امکان وجواز کو بیان کیا گیا ہے۔ ①

وہ دونوں رضا مند ہوں تو تب عورت کے ولی کو منع کرنا جائز نہیں ہے لیکن اگر مذکورہ بالا شرط پوری نہ ہو تو پھر عورت کو نکاح سے اس کا سرپرست ضرور روک سکتا ہے۔

بیوی کی نافرمانی بتدریج ختم کی جائے:

اللہ تعالیٰ نے بیوی کی نافرمانی کی صورت میں خاوند کو حکم دیا ہے کہ وہ اسے پہلے مرحلے میں وعظ ونصیحت کرے اگر وہ باز نہ آئے تو اس کا بستر علیحدہ کر دے۔ اگر دوسرے مرحلے کے بعد بھی وہ اپنی غلطی پر مصر رہے تو پھر خاوند اسے مشروط طور پر مار بھی سکتا ہے۔ ②

① تاہم بالمعروف (رواج کے مطابق) کی شرط سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلقہ کے ساتھ اس کا سابقہ خاوند برابری اور مساوات کے طور پر یعنی (ایک دوسرے کے حقوق وفرائض کے احترام کے طور پر۔ (مترجم)

② اور مارنے کے آداب یہ ہیں کہ اس کے چہرے پر نہ مارے اور اس کی ہڈی پسلی نہ توڑے (مترجم)

پھر بھی جب خاوند اور بیوی میں افتراق کا اندیشہ ہو جائے اور اس بات کا ڈر ہو کہ عورت زجر وتوبیخ کے باوجود اپنے رویے میں لچک پیدا نہیں کرنا چاہتی تو پھر عورت کی طرف سے ایک فیصل (معتبر آدمی) اور مرد کی طرف سے بھی ایک فیصل مقرر کر دیا جائے۔ وہ دونوں باہمی مشورے سے خاوند بیوی کے ممکنہ طریقے سے اکٹھا رہنے کا حل سوچیں۔ مثلاً کچھ مالی تعاون، یا حقوق میں کمی وغیرہ کے ساتھ تو ہر حال میں ان کو اکٹھے رکھنا چاہیے وگرنہ مذکورہ خاوند، بیوی کی حسب احوال خلع یا طلاق کے ذریعے ایک دوسرے سے علیحدگی کروا دی جائے۔

طلاق، عدت، نفقات، رضاعت، ایلاء، ظہار، لعان، رجوع وغیرہ کے احکامات:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾

''اے نبیؐ جب تم بیویوں کو طلاق دینا چاہو تو ان کی عدت کے لیے (حالت طہر میں) طلاق دو۔'' (الطلاق: ۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا فَمَتِّعُوْهُنَّ وَ سَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا﴾

''اے مومنو! جب تم مومن عورتوں کے ساتھ نکاح کرو، پھر ان سے جماع کرنے سے پہلے تم ان کو طلاق دے دو تو تمہارے لیے ان کے اوپر کوئی عدت فرض نہیں کہ تم اس کو شمار کرتے رہو پس تم ان کو فائدہ پہنچاؤ اور باعزت

طریقے سے ان کو جانے دو۔'' (الاحزاب: ۴۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَ لَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ○ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا وَ مَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ○فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

''اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک روک رکھیں۔ اور ان کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کی ہے اگر اللہ اور روز آخرت کے ساتھ ایمان رکھتی ہیں اور اس (مدت) میں ان کے خاوند ان کو لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں۔ (رجعی) طلاقیں دو ہیں پھر یا تو بدستور روک لو یا اچھے طریقے سے رخصت کر دو اور تمہارے لیے حلال نہیں کہ تم اپنے دیے ہوئے میں سے ان سے کچھ لو۔ صرف اس صورت میں کہ ان دونوں (خاوند، بیوی) کو ڈر ہو کہ وہ اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں

گے اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں اللہ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ (عورت) کچھ دے کر رخصت لے لے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں تم ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو وہی ظالم لوگ ہیں۔ اگر وہ (خاوند) اس (عورت) کو طلاق (تیسری) دے دے تو یہ عورت اس کے لیے (اس وقت تک) حلال نہیں ہوگی جب تک وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کر لے اگر وہ (نیا خاوند) اسے طلاق دیدے تو پہلے خاوند اور اس (عورت) پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دونوں رجوع کر لیں۔ اگر انہیں امید ہو کہ وہ اللہ کی حدود پر قائم رہیں گے۔ یہ اللہ کی حدود ہیں جنہیں وہ جاننے والے لوگوں کے لیے واضح کرتا ہے۔" (البقرۃ:۲۲۸تا۲۳۰)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

"اور تمہاری جو عورتیں حیض سے مایوس ہو چکیں اگر تمہیں شک ہو تو ایسی عورتوں کی عدت تین ماہ ہے اور جن عورتوں کو ابھی حیض نہیں آیا (نابالغ) (ان کی عدت بھی تین ماہ ہے) اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔"

(الطلاق: ٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ أَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾

''اور تم میں سے جو فوت ہو جائیں اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں وہ اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روک لیں۔'' (البقرة: ۲۳٤)

درج بالا آیات مبارکہ سے طلاق، عدت اور رجوع کے متعدد احکامات مستنبط ہوتے ہیں۔ گزشتہ صفحات میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیویوں کو اپنے پاس رکھنے اور ان کی ایذا پر صبر کرنے کی رغبت دلائی ہے اور ان میں بھلائی ہونے کا امکان بھی ظاہر کیا ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خاوند اور بیوی کا اکٹھا رہنا اللہ تعالیٰ کو بہت ہی پسند ہے۔ اور وہ خاوند اور بیوی کے اختلاف وافتراق کو بہت ناپسند کرتا ہے۔

بہر حال مذکورہ آیات سے طلاق کے مباح ہونے کا علم ہوتا ہے۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر یہ بہت بڑا احسان اور نعمت ہے کیونکہ بوقت ضرورت (بے شمار) مشقتوں اور ضرر سے بچنے کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آداب وقواعد طلاق کا پابند بنایا ہے کہ وہ طلاق دیتے وقت شرعی، اخلاقی اور معاشرتی حدود سے تجاوز ہرگز نہ کریں۔ کیونکہ حدود اللہ کی پابندی اور احترام میں ہی انسانوں کی دنیوی واخروی فلاح پنہاں ہے۔

اللہ تعالیٰ کا طلاق کے ضمن میں اپنے بندوں کو پہلا حکم یہ ہے۔

﴿فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ﴾ (الطلاق: ۱)

نبی اکرم ﷺ نے ان الفاظ کی تفسیر یوں فرمائی۔

''کہ خاوند اپنی بیوی کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں اس نے بیوی سے جماع نہ کیا ہو۔ اس طریقہ سے دی ہوئی طلاق کے ذریعے اس آیت پر عمل ہوگا۔''

''کہ بیویوں کو ان کی عدت کے لیے طلاق دو۔'' (الطلاق: ۱)

اور یہ اس بات کی علامت ہو گی کہ تو نے واقعی شریعت پر عمل کیا ہے۔ اسی طرح جب عورت کا حمل واضح ہو جائے تو پھر اس کو طلاق دی جائے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حیض یا ایسے طہر میں جس میں خاوند نے بیوی سے جماع کیا ہو اور ابھی تک عورت کا حمل واضح نہ ہوا ہو ان حالتوں میں طلاق دینا حرام ہے۔

اسی طرح ایک مجلس میں ایک سے زیادہ طلاقیں دینا بھی جائز نہیں ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّخِذُوٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا﴾

''اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے بیہودگی مت کرو۔'' (البقرۃ: ۲۳۱)

کیا طلاق کے الفاظ معین ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے طلاق کے کوئی معین الفاظ نہیں بتائے۔ اس سے یہ مفہوم نکلتا ہے کہ ہر اس لفظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے، عرف عام میں جسے طلاق سمجھا جاتا ہو اور خاوند کی نیت اور قرائن وحالات کا اعتبار بھی ضروری ہے لیکن جس لفظ کے ذریعے طلاق دی جائے وہ صراحتاً ہو یا کنایتاً، وہ طلاق بہرحال واقع ہو جائے گی۔

رجعی طلاق کا مفہوم:

پہلی اور دوسری طلاق کے بعد عدت کے اندر اندر رجوع ہو سکتا ہے اگر خاوند مطلقہ بیوی کو تیسری طلاق بھی دے دے تو اس کے لیے رجوع کی مدت و وسعت ختم ہو جاتی ہے اب مطلقہ ثلاثہ (تین طلاقیں حاصل کرنے والی) اگر اپنے خاوند طالق (طلاق دینے والے) کے پاس جانا چاہے تو اس کی ایک ہی صورت قرآن نے ہمیں بتائی ہے

کہ یہ عورت کسی اور مرد سے شادی کرے اور وہ مرد خلوت صحیحہ کے مطابق اس سے ہم بستری کرے پھر وہ اپنی مرضی سے اس عورت کو طلاق دیدے یا اتفاقاً خاوند فوت ہو جائے تو عورت اپنی عدت پوری کرنے کے بعد نئے نکاح کے ذریعے پہلے خاوند کے لیے حلال ہو جائے گی اس کے علاوہ کوئی صورت نہیں اور اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مروجہ حنفی حلالہ حرام ہے اور یہ اللہ کی شریعت اور اس کی حدود وآیات سے کھلم کھلا استہزاء ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ﴾ (البقرة: ٢٢٨)

''اور ان (مطلقہ) عورتوں کے خاوند ان سے رجوع کرنے کا زیادہ حق رکھتے ہیں۔''

اس فرمان میں اس بات کی دلیل ہے کہ طلاق رجعی کے دوران وہ عورت طلاق دینے والے خاوند کی بیوی شمار کی جائے گی اور اس کے تمام احکام (نان ونفقہ) بیوی والے احکام ہی ہوں گے، سوائے اس کے کہ خاوند اس کے لیے باری مقرر نہیں کرے گا اور بیوی رضا مند ہو یا ناپسند کرے اس کا خاوند اس سے رجوع کا زیادہ حق دار ہے۔

رجوع کی شروط:

اللہ تعالیٰ نے رجوع کی جو شروط مقرر کی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

① رجوع صرف طلاق رجعی میں ہوگا فسخ وغیرہ میں رجوع نہیں ہوتا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: «وَالْمُطَلَّقٰتُ» اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو روک رکھیں۔''
(البقرة:٢٢٨)

② ایک یا دو طلاقیں ہو، تو رجوع ہو سکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ (البقرۃ: ۲۲۹)

''یعنی جن طلاقوں میں رجوع ہو سکتا ہے وہ دو مرتبہ ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے صراحت فرمائی:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾

''یعنی اگر (خاوند) تیسری بار (طلاق دے دے) تو اب اس وقت تک اس خاوند کے لیے حلال نہیں ہو سکتی جب تک اس عورت کا نکاح دوسرے خاوند سے نہ ہو جائے۔'' (البقرۃ: ۲۳۰)

③ رجوع عدت کے دوران ہو سکتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ﴾

''خاوند (طلاق دینے والا) عدت کے دوران رجوع کا زیادہ حق دار ہے۔''

(البقرۃ:۲۲۸)

④ رجوع جائز ہے بشرطیکہ خاوند رجوع کے ذریعے عورت کو ضرر نہ پہنچانا چاہے بلکہ وہ رجوع کے ذریعے حقیقی خانہ آبادی چاہتا ہو۔

⑤ طلاق کا کوئی معاوضہ نہ لیا جائے اگر معاوضہ لے کر طلاق دی ہو تو وہ طلاق رجعی نہیں ہوگی بلکہ وہ خلع ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے خلع کا معاوضہ مقرر کیا ہے لیکن اس میں رجوع نہیں ہو سکتا۔

⑥ رجوع کے لیے ضروری ہے کہ بیوی کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے طلاق نہ دی جائے اگر جماع سے پہلے طلاق دے دی ہو تو اس میں نہ تو عورت پر عدت ہوگی اور

نہ خاوند اس کے ساتھ رجوع کر سکتا ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ إِذَا نَكَحۡتُمُ ٱلۡمُؤۡمِنَٰتِ ثُمَّ طَلَّقۡتُمُوهُنَّ مِن قَبۡلِ أَن تَمَسُّوهُنَّ فَمَا لَكُمۡ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ عِدَّةٖ تَعۡتَدُّونَهَا﴾ (الاحزاب: ۴۹)

''اے ایمان والو جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو، پھر تم ان کے ساتھ جماع سے پہلے انہیں طلاق دے دو۔ تو تمہارے لیے ان پر عدت نہیں ہے جس کو وہ پورا کریں۔'' (الاحزاب: ۴۹)

درج بالا آیت کریمہ سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ طلاق نکاح کے بعد ہی واقع ہوتی ہے اگر کسی عورت کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے ہی طلاق کو مشروط کر دے کہ اگر میرا فلاں عورت سے نکاح ہو گیا اسے طلاق ہے۔ ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر کسی غیر منکوحہ عورت کو طلاق دے دی تو وہ بھی واقع نہیں ہو گی۔

نیز آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اگر خاوند سے بیوی زندگی بھر روٹھ جائے تو اس پر کوئی عدت نہیں ہو گی۔ اگر مطلقہ عورت کو معمول کے مطابق حیض آتا ہو تو طلاق کے بعد اس کی عدت تین طہر ہو گی طلاق کے بعد اس کی عدت شروع ہو گی۔

اور آیت کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ جس طہر میں طلاق دی جائے چاہے وہ کم باقی ہو یا زیادہ اس کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور وہ طہر بھی عدت کے لیے ایک طہر شمار ہو گا اگر عورت صغیر السن (نابالغ) ہو یا اسے کسی بیماری کی وجہ سے حیض نہ آئے یا وہ کبر سنی کی وجہ سے حیض سے مایوس ہو چکی ہو تو طلاق ملنے کی صورت میں ان کی عدت تین ماہ

✿ جیسا کہ حدیث میں صراحت ہے کہ دوسرا خاوند اس کے ساتھ جماع کرنے کے بعد اسے طلاق دیدے تب وہ عدت کے بعد پہلے خاوند کے پاس نکاح جدید کے ذریعے جا سکتی ہے۔ (مترجم)

ہوگی۔ اور اگر طلاق ملتے وقت عورت حاملہ ہوئی تو اس کی عدت وضع حمل (ولادت) ہوگی حمل کی مدت کم ہو یا زیادہ اور اگر اس عورت کا معاملہ مشکوک ہو جائے، یعنی پتہ نہ چل سکے کہ وہ حاملہ ہے یا نہیں تو وہ احتیاطاً نو ماہ تک انتظار کرے گی جو حمل کی عادتاً مدت ہے۔ پھر وہ تین ماہ کی عدت پوری کرے گی اور جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے اور وہ حاملہ ہوئی تو اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی اور اگر حاملہ نہ ہوئی تو وہ چار ماہ دس دن تک عدت پوری کرے گی تاکہ حمل کا واضح طور پر پتہ چل سکے۔

سوگ منانے کی دلیل:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ﴾

''پس وہ (عدت وفات والی) عورتیں اپنے متعلق اپنی مرضی سے جو کریں اس کا تمہیں کوئی گناہ نہیں۔'' (البقرة: ٢٤٠)

اس فرمان الٰہی میں اس عورت کے سوگ کے لیے تنبیہ ہے جس کا خاوند فوت ہوجائے کہ وہ اپنی مکمل عدت گزرنے تک ہر وہ عمل چھوڑ دے گی جو مردوں کو اس کے ساتھ نکاح کی رغبت کا باعث بن سکے۔ مثلاً: آرائش وزیبائش خوبصورت لباس، زیورات، خوشبو، مہندی اور سرمہ وغیرہ۔

ان ممنوعات کی تفصیل سنت مطہرہ میں موجود ہے۔

معتدہ کو نکاح کے پیغام کا حکم:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُم بِهِ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَاءِ﴾ (البقرة: ۲۳۵)

اللہ تعالیٰ نے عدت وفات یا معتدہ بائنہ یا فسخ والی عورت کو جو کنایتاً پیغام نکاح دینے کو جائز قرار دیا ہے۔ایسی عورت کو عدت کے دوران صراحتاً نکاح کا پیغام دینا حرام ہے تاہم عدت رجعی گزارنے والی عورت کو غیر مرد کی طرف سے نکاح کا پیغام کنایتاً وصراحتاً دینا ویسے ہی حرام ہے۔کیونکہ وہ اپنے خاوند کی بیوی ہی شمار ہوتی ہے۔

سوال: کنایہ سے کیا مراد ہے؟

جواب: دوران عدت جس عورت کو بطور کنایہ نکاح کا پیغام دینا جائز ہے، اس سے مراد ایسے الفاظ ہیں جن میں نکاح کے علاوہ دوسرے معانی بھی پائے جائیں اور صرف عورت کی طرف میلان کا اظہار ہو۔مثلاً وہ عورت کے سلیقہ کی تعریف کرے یا اس کی شرافت وغیرہ کو موضوع بنائے۔تاہم تصریح کے ساتھ پیغام نکاح حرام ہے۔

درج بالا آیت میں عدت کے دوران عقد نکاح کی حرمت کا بیان ہے۔کیونکہ جب نکاح کے لیے منگنی کا پیغام حرام ہے تو پھر نکاح بالاولیٰ حرام ہے اور اگر خطبہ نکاح پڑھا جائے اور رسم نکاح ادا ہو جائے تب بھی وہ نکاح منعقد نہ ہوگا۔

معتدہ کے نفقہ کا بیان:

مطلقہ عورت جب تک عدت گزار رہی ہو مثلاً طلاق رجعی (پہلی اور دوسری طلاق) سے عدت گزارنے والی کا نان ونفقہ خاوند پر فرض ہے۔اور نفقہ میں لباس اور رہائش بھی شامل ہے۔

بائن عورت کے نفقہ کا بیان:

اگر عدت وفات گزارنے والی عورت ہو یا تیسری طلاق والی عورت ہو یا خلع وغیرہ کے ذریعے نکاح فسخ ہونے والی عورت عدت گزار رہی ہے۔اور وہ حاملہ ہوتو دوران حمل اس کا نان ونفقہ،لباس اور رہائش خاوند کے ذمہ ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَاِنْ كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنْفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾

''اگر وہ (عدت والی) عورتیں حاملہ ہوں تو وضع حمل تک تم (اے خاوندو) ان پر خرچ کرو۔'' (الطلاق:٦)

اور اگر عدت بائنہ گزارنے والی عورتیں حاملہ نہ ہوں تو وہ کسی قسم کے نفقے، لباس اور رہائش واجبہ کی حقدار نہیں۔

دودھ پلانے کے اخراجات باپ کے ذمہ ہوں گے:

اگر بچے کو دودھ پلانے والی عورت بچے کے باپ کے عقد میں ہوتو بطور بیوی جو نفقہ اس کو ملے گا اسی میں رضاعت کا نفقہ بھی شامل ہوگا رضاعت کا علیحدہ نفقہ اسے نہیں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَ كِسْوَتُهُنَّ﴾

''اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمے دودھ پلانے والی عورتوں کا خوردونوش اور لباس وغیرہ ہے۔'' (البقرة: ٢٣٣)

گویا اللہ تعالیٰ نے اس کے علاوہ ان کے ذمہ کچھ نہیں لگایا اور اگر دودھ پلانے والی

بچے کے باپ کے عقد میں نہیں تو پھر بچے کے باپ کے ذمہ دودھ پلانے کی اجرت ہوگی جو عورت کے ساتھ طے ہو چونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾

''اگر دودھ پلانے والی عورتیں تمہارے لیے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرتیں دو۔'' (الطلاق:٦)

بچے کے ذریعہ والدین کو تکلیف نہ دی جائے:

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

﴿لَا تُضَارَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ﴾

''والدہ کو اس کے بچے کے ذریعے تکلیف نہ دی جائے اور نہ باپ کو اس کے بچے کے باعث (تکلیف دی جائے)۔'' (البقرة: ٢٣٣)

سوال: وارث کی ذمہ داری کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَٰلِكَ﴾

''اور وارث کے ذمہ بھی ایسا ہی ہے۔'' (البقرة: ٢٣٣)

اس سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اگر کسی کا سرپرست غریب ومحتاج ہو اور اس کا وارث غنی ومالدار ہو تو ایسے قریبی محتاج کا نان ونفقہ اس کے مالدار وارث کے ذمہ ہوگا۔ یہ آخری شرط آدمی کے اصول (اوپر والے نسبی رشتہ دار) اور فروع (نیچے والے نسبی رشتہ دار) کے علاوہ کے لیے ہے۔ تو گویا رشتہ داروں میں سے جو غنی ومالدار ہو وہ وارث ہو یا نہ ہو غریب ومحتاج رشتہ داروں پر خرچ کرنا اس کی ذمہ داری ہوتی ہے۔

سوال: کیا خلع جائز ہے؟

جواب: ہاں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيمَا افْتَدَتْ بِهِ﴾

''ان دونوں (خاوند اور بیوی) پر کوئی گناہ نہیں وہ (عورت) جو فدیہ دے۔''

(البقرة: ٢٢٩)

اس آیت سے خلع کا جواز ثابت ہوتا ہے جب دونوں خاوند بیوی کو اندیشہ ہو کہ وہ اللہ کی حدود کو قائم رکھتے ہوئے عدل وانصاف سے باہم اکٹھے نہیں رہ سکتے تو فدیہ کے لین دین میں کوئی حرج نہیں، البتہ فدیہ قلیل ہو یا کثیر دونوں صورتوں میں خلع جائز ہے۔

لیکن فدیہ کے بعد خلع طلاق شمار نہیں ہوتی اور اس میں خاوند کے لیے رجوع کا کوئی حق نہیں بچتا۔

طلاق یافتہ عورتوں کو فائدہ دینا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرة: ٢٤١)

یہ فرمان الٰہی ہر قسم کی مطلقہ کو شامل ہے۔لہٰذا طلاق دیتے وقت خاوند کو چاہیے کہ اپنی مطلقہ کو حسب استطاعت اس کے فائدے کی کچھ چیزیں دے دے۔

یہ نہایت ہی فضل واحسان ہے اور مکارم اخلاق کا نمونہ ہے کیونکہ اس حالت میں عورت دل شکستہ ہوتی ہے، عموماً اس کے دونوں ہاتھ خالی ہوتے ہیں۔صرف ایک صورت بچتی ہے، یعنی خاوند نے جب بیوی کا مہر مقرر نہ کیا ہو اور اس سے جماع کرنے سے پہلے اسے طلاق دیدے۔

اچھے طریقے سے طلاق دو یا اچھے طریقے سے اپنے پاس رکھو:

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خاوند کو نہایت عمدہ نصیحت کی ہے کہ وہ اپنی بیوی کو نیک نیتی کے ساتھ اپنے پاس رکھے یا نیک نیتی ہی کے ساتھ اسے طلاق دے دے۔

یہ نصیحت آئندہ برے نتائج سے بچنے کے لیے ہے تاکہ جانبین راحت والفت کے ساتھ رہیں اور دونوں کے سسرالی خاندان آباد وشاد رہیں اور ہر قسم کی میل وغبار سے پاک زندگی بسر ہو سکے۔ تو کیا یقین وایمان رکھنے والے لوگوں کے لیے اس سے اچھی نصیحت کچھ اور ہو سکتی ہے؟

حمل کی کم از کم مدت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾

''مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔'' (البقرۃ: ۲۳۳)

اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ملانا چاہیے۔

﴿وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾

''اور بچے کی مدت حمل اور اس کے دودھ چھڑانے کی مدت تیس مہینے ہے۔'' (الاحقاف: ۱۵)

ان دونوں آیات کو ملا کر پڑھنے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ ہے کیونکہ جب دودھ پلانے کے دو سال تیس مہینوں سے نکالیں تو پھر چھ ماہ باقی بچتے ہیں اور یہ حمل کی کم از کم مدت ہے۔

سوال : ایلاء کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾

''جو لوگ اپنی بیویوں سے ایلاء کرتے ہیں وہ چار ماہ تک انتظار کریں۔ اگر وہ رجوع کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا عزم کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (البقرۃ: ۲۲۶۔۲۲۷)

اس آیت کریمہ میں ایلاء کا حکم ہے اس سے مراد خاوند کی یہ قسم ہے کہ وہ اپنی بیوی سے کبھی بھی جماع نہیں کرے گا یا چار ماہ سے زائد مدت تک جماع نہ کرنے کی قسم کھا لے۔ اس کے بعد عورت جب خاوند سے اپنے حقِ جماع کا مطالبہ کرے اور وہ اپنی قسم کی وجہ سے جماع نہ کرے تو خاوند کو چار ماہ کی مہلت دی جائے گی چار ماہ کے بعد خاوند اپنی بیوی سے جماع کر لے اور اپنی قسم کا کفارہ دے دے یا اس پر لازم ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے۔

سوال: عورت کے لیے فسخ کا مطالبہ کب جائز ہوگا؟

جواب: آیت سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ خاوند جب اپنی ذمہ داریوں سے پہلو تہی کرے مثلاً ہم بستری، نفقہ و سکنی اور لباس وغیرہ مہیا نہ کرے اور یہ ایسے فرائض ہیں کہ خاوند کے پاس ان کو ترک کرنے کا کوئی عذر نہیں۔ اور اس کی بیوی اپنا حق لینے کے لیے اس کی منتیں کرے تو ایسی صورت میں بیوی کو فسخ نکاح کی اجازت ہے۔

لعان کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ﴾

''اور جو مرد اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگاتے ہیں۔'' (النور: ٦)

جب اللہ تعالیٰ نے کسی بھی مسلمان پر زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا حدقذف (٨٠ کوڑے) بیان کر دی۔ بشرطیکہ وہ زنا کے ثبوت کے لیے چار گواہ نہ پیش کر سکے۔ اللہ نے قذف سے اس مرد کو مستثنیٰ کر دیا جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اور بیوی اس کے الزام سے انکار کر دے تب مرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیوی کے ساتھ ''لعان'' کرے جس کی صورت یہ ہے کہ پہلے مرد مجمع عام کے سامنے چار بار گواہی دے کہ وہ اپنی بیوی پر زنا کی تہمت میں سچا ہے اور پانچویں بار گواہی میں ان الفاظ کا اضافہ کرے کہ اگر وہ جھوٹا ثابت ہو جائے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

پھر عورت آگے آئے اور چار بار گواہی دے کہ اس کا خاوند اس پر زنا کی تہمت میں جھوٹا ہے اور پانچویں بار گواہی میں وہ ان الفاظ کا اضافہ کرے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اگر وہ سچا ثابت ہو جائے۔

جب ان دونوں (خاوند، بیوی) کے درمیان ''لعان'' کی کاروائی مکمل ہو جائے تو نتیجتاً مرد سے حدقذف (٨٠ کوڑے) ساقط ہو جائے گی۔ اور عورت سے عذاب

(حد زنا) ساقط ہو جائے گا۔ اور حد زنا شادی شدہ عورت کے لیے رجم ہے۔

اس لعان کے نتیجہ میں ہونے والے بچے کی والدین کی طرف سے نفی وانکار ہو جائے گا اور خاوند بیوی دونوں کے درمیان ہمیشہ ہمیشہ کے لیے علیحدگی کر دی جائے گی۔

سوال: ظہار کیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کا شکوہ سن لیا جو (اے نبیؐ) آپ سے اپنے خاوند کے متعلق بحث کر رہی تھی۔'' (المجادلة:١)

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ظہار کے متعلق کہا کہ یہ بری اور جھوٹی بات ہے یعنی جب کوئی مرد اپنی بیوی کو اپنی ماں، بہن یا بیٹی سے تشبیہ دے دے تو خاوند اپنے لیے اس کے ساتھ جماع کرنا حرام کرے گا اب اگر وہ اپنے قول سے رجوع کرنا چاہے تو اس کے ساتھ جماع کرنے سے پہلے بالترتیب تین طریقوں میں سے ایک طریقے کے مطابق کفارہ دے۔

① ایک مومن غلام آزاد کرے۔

② دو ماہ مسلسل روزے رکھے۔

اگر وہ مذکورہ دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق کفارہ ادا نہ کر سکے تو اس پر واجب ہے کہ وہ مذکورہ بیوی سے جماع کرنے سے پہلے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

قسم اور نذر کا کفارہ:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيٓ اَيْمَانِكُمْ وَ لٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ وَ احْفَظُوْٓا اَيْمَانَكُمْ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہاری لغو قسموں میں تمہارا مواخذہ نہیں کرتا لیکن تمہاری پختہ قسموں پر تمہارا مواخذہ کرتا ہے تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کا اوسط کھانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو یا ان کا لباس یا ایک گردن کی آزادی جسے یہ میسر نہ ہوں وہ تین روزے رکھے یہ تمہاری قسموں کا کفارہ ہے جب تم حلف اٹھاؤ اور تم اپنی قسموں کی حفاظت کرو۔'' (المائدۃ: ۸۹)

حلف کی اقسام:

حلف کی چار اقسام ہیں:

① اگر زمانہ ماضی میں کسی کام کی جھوٹی قسم اٹھائی جائے اور اٹھانے والا عمداً جھوٹی قسم اٹھائے تو یہ شخص جھوٹ کا مرتکب ہوگا۔

② یمین غموس: اگر جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ناحق غصب کیا جائے تو یہ یمین غموس کہلاتی ہے یعنی ایسی قسم اٹھانے والے کے لیے دوزخ میں ڈالنے کا موجب ہوسکتی ہے اگرچہ وہ اپنے آپ کو سچا سمجھتا رہے۔

③ اگر عادتاً آدمی قسمیں اٹھائے۔ جیسے بازاری لوگ قسمیں اٹھاتے ہیں بات بات

پر اللہ کی قسم وغیرہ تو یہ یمین لغو کہلاتی ہے، اس کا کوئی گناہ بھی نہیں اور نہ ہی کوئی کفارہ ہے۔

④ اگر مستقبل میں کوئی کام کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھائے پھر اپنی قسم توڑ دے کہ کرنے والے کام کو نہ کرے اور نہ کرنے والے کام کو کر لے۔ اور وہ طریقہ جان بوجھ کر اپنائے اور اسے اپنی قسم یاد بھی ہو۔ تو اس کے ذمے قسم کا کفارہ واجب ہو گا اور اسے اختیار دیا جائے گا کہ وہ تین قسم کے کفاروں میں سے کوئی ایک کفارہ دیدے۔

① غلام آزاد کرے۔

② دس مسکینوں کو (دو وقت) کا کھانا کھلائے یا ان کو لباس پہنائے۔

③ اگر وہ طاقت نہ رکھے تو تین دن کے روزے رکھے۔

کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینا بھی حلف کی طرح ہی ہے۔ اس کا حکم بھی قسم والا حکم ہے اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہے۔

مثلاً کوئی اپنے اوپر خورد ونوش کی کوئی چیز یا لباس یا کوئی رہائش وغیرہ حرام کر لے جب وہ اپنے اوپر حرام کردہ چیز کو اپنے اوپر حلال کرے گا تو اس قسم کا کفارہ واجب ہو جائے گا۔

درحقیقت یہ طریقۂ حرمت نری اعتداء وزیادتی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بارہا اپنی کتاب عزیز میں وعید سنائی ہے کہ تم زیادتی مت کرو اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

نذر کو حلف کے ساتھ مؤکد کرنا:

جو شخص اللہ کی اطاعت کی نذر مانتا ہے پھر اسے پورا کرنے کی قسم اٹھاتا ہے تو ایسی نذر کو علماء ''نذر لجَاج'' کہتے ہیں، یعنی حالت غصہ کی نذر، اگر ایسی نذر پوری نہ کی

جائے تو اس کا کفارہ بھی قسم کا کفارہ ہوگا۔

نذر حقیقی:

نذر حقیقی وہ ہوتی ہے جس کو پورا کرنے کی نیت بندہ کرتا ہے یا وہ اپنے کسی پسندیدہ مقصد کے ساتھ اسے معلق کرتا ہے اور اللہ کی اطاعت کے ساتھ اسے مشروط کرتا ہے مثلاً وہ کہے اگر اللہ میرے مریض کو شفا دے دے تو میں اللہ کے لیے حج کروں گا یا صدقہ کروں گا یا غلام آزاد کروں گا تو جب اس کا وہ کام یا مقصد پورا ہو جائے جس کے ساتھ اس نے اپنی نذر کو مشروط کیا تھا تو اس پر اپنی نذر کا پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے اور اپنی نذروں کو پورا کرنے والوں کی اللہ تعالیٰ نے مدح کی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝ وَمَا أَدْرٰكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝ فَكُّ رَقَبَةٍ﴾

''پس وہ گھاٹی میں داخل نہ ہوا اور تجھے کیا معلوم کہ وہ گھاٹی کیا ہے وہ (گھاٹی) گردن چھڑانا ہے۔'' (البلد: ۱۱تا۱۳)

نیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قتل، حلف اور ظہار کے کفارہ میں گردن آزاد کرنا بھی رکھا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا﴾

''اور تم (اپنے غلاموں) سے مکاتبت کر لیا کرو اگر تمہیں ان میں بھلائی معلوم ہو۔'' (النور: ۳۳)

یہ آزاد کرنے کی فضیلت کی دلیل ہے اور بے شک گردن چھڑانا اللہ تعالیٰ کی جلیل القدر اور محبوب ترین اطاعت ہے۔

نیز اس فرمان الٰہی میں غلاموں کے مالکوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ جب اپنے غلاموں میں بھلائی کا رجحان دیکھیں تو ان کے ساتھ مکاتبت (قسط وار آزادی کی قیمت دینے کا معاہدہ) کر لیا کریں اور بھلائی سے مراد دینی اصلاح اور دنیوی معاملات کا پختہ شعور ہے۔

لیکن جب ان غلاموں کے متعلق اندیشہ ہو کہ یہ آزاد ہو کر لوگوں پر بوجھ ہوں گے یا ان کے فساد پھیلانے کا ڈر ہو یا اپنی قسطیں ادا کرنے کے معاملے میں ان سے بخیلی کا ڈر ہو تو اس کو آزادی کے لیے مکاتبت یا اس کی آزادی کوئی زیادہ فائدہ نہیں دے گی۔

اس فرمان میں مکاتبت کرنے والے غلاموں کو عطیات دینے کی بھی ترغیب ہے تاکہ وہ اپنی قسطیں ادا کرسکیں اور مالک کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان سے کم مشقت لیں یا ان کی قسط کی مالیت ومقدار میں تخفیف کر دیں۔

حدود کے احکام

اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے جرائم سے روکنے کے لیے انسانوں پر حدود واجب کی ہیں تاکہ وہ ان سے عبرت حاصل کریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾

''اے ایمان والو مقتول کے لیے تم پر قصاص فرض کر دیا گیا ہے۔''

(البقرۃ: ۱۷۸)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾

''اور ہم نے ان (آیات) میں ان کے اوپر فرض کر دیا ہے کہ جان کے بدلے جان ہے۔'' (المائدۃ: ٤٥)

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا﴾

''اور مؤمن کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے مگر غلطی سے۔''

(النساء: ٩٢)

اور اسی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَئًا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا﴾

''اور جس کسی نے مومن کو غلطی سے قتل کیا تو (آزاد کرنا ایک مومن غلام کا (واجب ہے) اور (مقتول کے) ورثا کو پوری دیت دینا (بھی) مگر یہ کہ وہ معاف کردیں۔'' (النساء: ۹۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

''اور جو کوئی کسی مومن کو عمداً قتل کرے گا تو بدلے میں اس کو جہنم ملے گی وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ کا اس پر غضب ہوا اور اس کی لعنت ہو اور اس (اللہ) نے اس (قاتل) کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' (النساء:۹۳)

قتل کی اقسام:

① قتل عمد ② قتل خطاء

① قتل عمد:

اللہ تعالیٰ نے قصداً وعمداً (جان بوجھ کر) کسی بے گناہ کو قتل کرنے پر سخت وعید سنائی ہے اور اس میں قصاص مقرر کیا ہے۔لیکن مقتول کے ورثا کو تین باتوں کا اختیار دیا ہے۔

① اگر وہ چاہیں تو قصاص لے لیں، یعنی قاتل کو قتل کردیا جائے۔

② اگر وہ قصاص کو چھوڑ دیں اور قاتل سے مقتول کی دیت لے لیں۔

③ اور اگر وہ چاہیں تو قاتل کو بغیر کسی لالچ کے معاف کر دیں۔

آداب قصاص:

اگر وہ قاتل سے قصاص پر ہی مصر رہیں تو قاتل کو وہ اسی طریقے سے قتل کریں جو قاتل نے اختیار کیا تھا۔ وہ طریقۂ قتل میں زیادتی بھی نہیں کر سکتے۔اور مجرم کے علاوہ کسی اور کو قتل بھی نہیں کر سکتے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ﴾

''اور جسے مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیا جائے تو ہم نے اس کے وارث کے لیے ایک دلیل بنا دی تو اسے چاہیے کہ قصاص لیتے وقت اسراف سے کام نہ لے۔'' (الاسراء: ۳۳)

مثلاً اگر قاتل عورت پر قصاص واجب ہو جائے اور وہ اس وقت حاملہ ہو تو بچے کی پیدائش تک اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آزاد اور غلام میں برابری کی شرط رکھی ہے اور صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے کہ کافر مقتول کے بدلے قاتل مسلمان کو بطور قصاص قتل نہیں کیا جائے گا۔ (بخاری: ۱۱۱)

اگر مرد عورت کو قتل کر دے تو قصاص میں مرد کو قتل کیا جائے گا چونکہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ عموم کو مقدم کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾

”اور ہم نے اہل ایمان پر ان آیات میں فرض کر دیا ہے کہ جان کے بدلے جان ہے۔“ (المائدۃ: ٤٥)

نیز اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مفہوم بھی یہی بنتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ﴾

”آزاد کو آزاد کے بدلے اور غلام کو غلام کے بدلے میں (قتل کرو)“ (البقرۃ: ١٧٨)

رسول اللہ ﷺ کی اپنی سنت:

مدینہ منورہ کے ایک یہودی نے ایک مسلمان بچی کا سر دو پتھروں سے کچل کر اسے قتل کر دیا جب اس یہودی نے اعتراف کر لیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے اسی طرح دو پتھروں سے کچل کر قتل کرنے کا حکم دیا۔ (اسے بخاری نے حدیث:٢٤١٣ میں روایت کیا اور مسلم نے حدیث:١٦٧٢ میں روایت کیا۔)

نیز اسی حدیث سے عورت کے بدلے مرد کو بطور قصاص قتل کرنے کی مشروعیت کی دلیل ملتی ہے۔اور آیت کے ظاہر سے جیسے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو اسی طرح قتل کیا جائے جس طرح اس نے مقتول کے ساتھ کیا تھا۔

کیونکہ قصاص کہتے ہی اسی کو ہیں کہ مجرم سے وہی برتاؤ کیا جائے جو اس نے مظلوم کے ساتھ کیا۔اسی طرح اعضا اور زخموں کا قصاص بھی لیا جائے گا ان سے جان کے قصاص کی طرح ہی بدلہ لیا جائے گا۔

اور عضو مقطوع و معطل کی جگہ اسی عضو صحیح کو قطع کیا جائے گا جس کا نام اور مقام

مظلوم کے عضو والا ہے۔

اگر مقتول یا مجروح ومقطوع کے ورثاء دیت پر آمادہ ہو جائیں تو ان پر واجب ہے کہ معروف اور دستور سے تجاوز نہ کریں اور دیت ادا کرنے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ ٹال مٹول اور کمی بیشی کے بغیر نیک نیتی کے ساتھ ادا کر دے اور نہ ہی وہ بخل سے کام لے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ تنبیہ نما ارشاد جو اس نے اپنے بندوں کو کیا ہے لوگوں کے تمام باہمی معاملات پر لاگو ہے کیونکہ ہر معاملے میں مدعی اور مدعا علیہ ہوتے ہیں تو دونوں پر یہ لازم ہے کہ مانگنے والا مطالبہ میں دستور کی رعایت برتے اور سہولت وسخاوت نفس سے کام لے۔

اور دینے والے کے لیے ضروری ہے کہ وہ نیکی سمجھ کر پورا پورا حق دے دے، دینے میں ٹال مٹول یا کمی کوتاہی جائز نہیں۔ نیک نیتی سے دیت کی ادائیگی کا معاملہ تمام معاملات سے کامل ترین اور سب سے زیادہ شرافت والا معاملہ ہے۔ جس نے بھی اپنا معاملہ اس طریقہ سے نبھایا تو حقیقت میں اس نے دنیوی واخروی فضائل اپنے لیے جمع کر لیے۔

② قتل خطاء:

ایسے قتل کے بدلے اللہ تعالیٰ نے قصاص بھی مقرر نہیں کیا اور نہ ہی اس کی وجہ سے کوئی وعید سنائی ہے اور نہ ہی اس کے گناہ کی وضاحت ہے۔ بلکہ قاتل پر اس کے جرم کے بدلے صرف کفارہ واجب کیا ہے جو دو طرح کا ہو سکتا ہے۔

① ایک مومن غلام یا لونڈی کو آزاد کرنا۔ یا

② جو مومن غلام نہ حاصل کر سکے وہ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔

③ اور مقتول کے ورثا کو پوری دیت دے دینا۔

اور قاتل کا عصبہ مقتول کی دیت دے گا، یعنی اس کے قریب ترین مرد رشتہ دار۔ سنت مطہرہ میں دیات کی مقدار، اس کی اقسام اور تفاصیل بیان کر دی گئی ہیں کہ جان کی دیت کیا اور کتنی ہوگی۔ اعضاء اور زخموں کی دیت کیا ہوگی؟

باغی و ڈکیت کی حد:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُّقَتَّلُوْٓا أَوْ يُصَلَّبُوْٓا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيْهِمْ وَ أَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ﴾

"بے شک ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں یہ ہے کہ انہیں کثرت سے قتل کیا جائے یا پھانسی لگائے جائیں یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں یا انہیں زمین سے جلاوطن کر دیا جائے۔" (المائدۃ: ۳۳)

کچھ علماء کہتے ہیں امام وقت کو بیان کردہ حدود میں سے جو مرضی ہو نافذ کرنے کا اختیار ہے۔ جو اس کے نزدیک اصلاح کے لیے زیادہ مفید ہو۔ اور بعض علماء کہتے ہیں یہ مختلف سزائیں جرائم کی خفت و شدت کے مطابق ہیں۔

① مثلاً جو قتل کرے اور مقتول کا مال و اسباب لوٹ لے تو قاتل کو قتل کر کے سولی پر لٹکایا جائے گا۔

② اور جس نے کسی کو قتل تو کیا لیکن لوٹ مار نہیں کی تو اسے قصاص میں قتل کیا جائے گا لیکن عبرت کے لیے سولی پر نہیں لٹکایا جائے گا۔

③ اور جو مال لوٹ لے لیکن قتل نہ کرے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ دیا جائے۔

④ اور جو مسافروں کو ڈرائے دھمکائے اسے جلا وطن کر دیا جائے۔

یہ تفصیل ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے اور یہ زیادہ بہتر ہے۔
(تفسیر ابن عباس جلد۴ ص ۲۱۳)

زنا کی حد کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا﴾

''تمہاری عورتوں سے جو بے حیائی کا ارتکاب کر لیں تو تم اپنے اندر سے ان پر چار گواہ لاؤ۔ اگر وہ گواہی دیدیں تو ان (عورتوں) کی موت تک ان کو گھروں میں قید کر دو یا اللہ ان کے لیے کوئی اور راستہ بنا دے۔''

(النساء: ۱۵)

راستے سے کیا مراد ہے؟

راستے کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں یوں فرمائی:

﴿اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ﴾

''زانیہ اور زانی میں سے ہر ایک کو تم سو کوڑے مارو اور اللہ کے دین میں ان دونوں کے ساتھ نرمی تمہارے آڑے نہ آئے۔'' (النور: ۲)

حد زنا کے نفاذ کے لیے چار گواہوں کی شرط:

اللہ تعالیٰ نے اس گناہ کے ثبوت کے لیے چار عادل گواہوں کی شرط لگائی اور چار بار اعتراف واقرار چار گواہوں کا قائم مقام ہے۔

حد قذف کا بیان

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآء فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمَانِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَّاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾

"اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت (زنا) لگاتے ہیں پھر وہ چار گواہ نہ لائیں تو ان کو تم اسی کوڑے مارو اور کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرو۔ اور وہی لوگ فاسق ہیں مگر جو لوگ توبہ کر لیں۔" (النور: ٤۔٥)

یہاں بہتان سے مراد زنا کا بہتان ہے بہتان تراش (قاذف) کو ۸۰ کوڑے لگائے جائیں اور اس کی گواہی غیر مقبول ہو جائے گی۔ اگر وہ خود اپنے جھوٹ کا اعتراف کرے کہ اس نے جانتے بوجھتے جھوٹ بولا۔

چور کی حد:

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں جب چوروں کے خلاف گواہی ثابت ہو جائے یا وہ خود اقرار کریں۔

عضوی زخموں اور چوٹوں میں قصاص کی فرضیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ﴾

"اور ہم نے ان پر اس (تورات) میں لکھ دیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ ویسے ہی زخم ہیں۔" (المائدۃ:۴۵)

❁ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت کے لیے یہ قرآن کریم نازل فرمایا۔ اس میں پچھلی امتوں کے جن احکامات کا تذکرہ ہوتا ہے وہ ہمارے لیے بھی واجب العمل ہوتے ہیں۔

طعام وشراب، ذبح، شکار، ضیافت، اجازت طلبی اور سلام کے احکامات

خوردونوش:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ﴾

''وہ (اللہ) وہی ہے جس نے زمین میں سب کچھ تمہارے لیے پیدا کیا۔''

(البقرۃ:۲۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ﴾

''آپ (اے نبیؐ) فرما دیں اللہ تعالیٰ کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور پاک چیزوں کا رزق کس نے حرام کیا۔'' (الاعراف: ۳۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِ ۚ وَ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾

''تمہارے لیے سمندر کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا تمہارے لیے اور قافلے کے لیے اس میں فائدہ ہے اور حالت احرام میں تمہارے لیے خشکی کا

شکار حرام کر دیا گیا جب تک تم حالت احرام میں رہو۔" (المائدۃ: ۹٦)

اسلام کے محاسن:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَ يَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ يُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَ يُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾

"وہ (نبیؐ) ان (اہل ایمان) کو نیکی کا حکم دیتا ہے اور برائی سے روکتا ہے اور ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔" (الاعراف: ۱۵۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَ الدَّمُ وَ لَحْمُ الْخِنْزِيْرِ﴾

"تم پر مردار، خون اور خنزیر کا گوشت حرام کر دیے گئے۔" (المائدۃ: ۳)

اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَ مَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَ اذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾

"وہ (اہل ایمان) آپ سے (اے نبیؐ) پوچھتے ہیں ان کے لیے کیا کچھ حلال ہے آپ فرما دیں تمہارے لیے پاکیزہ اشیاء حلال کر دی گئی ہیں اور جو شکاری جانور تم نے شکار کے لیے سدھائے ہیں جن کو تم شکار کی تعلیم دیتے ہو جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں تعلیم دی ہے۔ جو وہ تمہارے لیے محفوظ رکھیں تم

وہ کھالیا کرو اور اس پر تم اللہ کا نام لیا کرو۔'' (المائدة: ٤)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَاسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ﴾

'' جن چیزوں پر اللہ کا نام لیا جائے ان کے نہ کھانے میں تمہارے پاس کیا عذر ہے حالانکہ اس (اللہ) نے تمہیں مفصل بتا دیا تم پر جو کچھ حرام ہے۔''

(الانعام: ١١٩)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا﴾

''اے لوگو! زمین سے حلال اور پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔''(البقرة: ١٦٨)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْمَعْزِاثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۝ وَ مِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَ مِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ ءٰٓ الذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ﴾

'' بھیڑ کی قسم سے دو اور بکری کی قسم سے دو (نر و مادہ) آپ پوچھیں کیا اللہ نے دونوں نر حرام کیے ہیں یا دونوں مادائیں۔ یا وہ بچے جو دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہیں۔ اگر تم سچے ہو تو تم مجھے کوئی علمی دلیل دو اور اونٹ کی قسم سے دو

اور گائے کی قسم سے دو (نر و مادہ) یا آپ پوچھیں کیا اللہ نے دونوں نر حرام کیے یا دونوں مادائیں یا وہ بچے جو دونوں ماداؤں کے پیٹ میں ہیں کیا تم حاضر تھے جب اللہ نے تمہیں ان کے (حرام ہونے) کا حکم دیا تھا......"۔
(الانعام: ۱۴۳تا۱۴۴)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَجِدُ فِیْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ یَّکُوْنَ مَیْتَةً اَوْدَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ﴾

"آپ (اے نبیؐ) فرما دیں مجھ پر جو کچھ وحی کیا گیا ہے اس میں کھانا کھانے والے پر جو چیزیں حرام کی گئی ہیں وہ صرف مردار یا بہتا ہوا خون یا خنزیر کا گوشت، یہ نجس وناپاک ہیں یا وہ معصیت کی چیز جو غیر اللہ کے نام سے پکاری گئی ہو۔" (الانعام: ۱۴۵)

آیات بالا سے جو مسائل اخذ کیے گئے:

ان آیات میں دلالت اس بات کی ہے کہ مطعومات ومشروبات میں بنیادی اصول وقاعدہ حلت واباحت ہے۔ سوائے ان اشیاء کے جن کی حرمت کی شارع نے صراحت کردی ہو۔

سمندری اور خشکی کے جو جانور حلال ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے صراحت کردی ہے خشکی کے چوپایوں میں آٹھ (۸) قسم کے پالتو جانور حلال ہیں۔

② تمام سمندری حیوانات کا شکار حلال ہے ان میں سے جو جو زندہ مل جائے۔ اور سمندری مردہ جانوروں کا کھانا حلال ہے۔ ان میں کوئی چیز مستثنیٰ نہیں۔

③ حالت احرام کے علاوہ خشکی کے جانوروں کا شکار حلال ہے۔

④ پھل اور دالیں حلال ہیں اور تمام پاکیزہ چیزیں حلال ہیں۔

⑤ خشکی کے جانوروں کو حسب استطاعت ذبح کر کے کھانا مشروع ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾

''ہاں مگر تم جو ذبح کر لو۔'' (المائدة: ۳)

⑥ جانور ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لیا جائے۔

⑦ جس کے ذبح سے انسان عاجز ہو جیسے تیر اندازی سے کیا ہوا شکار یا سکھلائے ہوئے جانوروں کا شکار تو تیر چلاتے وقت اور سکھلایا ہوا جانور یا پرندہ شکار پر چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا جائے۔

⑧ سدھائے ہوئے پرندوں اور جانوروں کا معیار یہ ہے۔

ا: وہ شکار کی طرف دوڑ پڑیں جب انہیں شکار کے تعاقب کے لیے بھیجا جائے۔

ب: اور جب انہیں شکار کے تعاقب سے روکا جائے تو وہ رک جائیں۔

ج: اور وہ جو شکار کریں اپنے مالک کے پاس لے آئیں خود مالک کی اجازت کے بغیر اس میں سے کچھ نہ کھائیں۔

⑨ مردار حرام کر دیا گیا اور اس سے مراد وہ جانور ہے جو خود بخود مر جائے اور اسے ذبح نہ کیا جا سکے۔ یا کسی حرام سبب کے ذریعے اسے موت آ جائے۔ جیسے گلا گھٹنے سے، بلندی سے گرنے سے، صدمے سے، جانوروں کے مارنے سے اور جس میں سے درندے کھا لیں، البتہ درندوں سے جو زندہ چھڑا لیا جائے اور شرعی طریقہ سے ذبح کیا

جائے اس کا کھانا حلال ہے۔

⑩ خنزیر کا گوشت حرام ہے۔

⑪ نبی اکرم ﷺ نے پنجوں کی مدد سے کھانے والے تمام پرندے حرام کیے ہیں۔

ب: کچلیوں والے جانور (جو پچھلی داڑھوں سے کھائیں)

ج: جن جانوروں یا پرندوں کے قتل سے آپ نے منع کیا ہے مثلاً مَصْبُورَۃٌ یعنی باندھ کر مارا گیا یا جن جانوروں کو حل وحرم میں قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے پانچ موذی پرندے اور موذی حشرات الارض وغیرہ۔ (چیل، کوا، چوہا، سانپ، بچھو)

⑫ ہر وہ جانور یا پرندہ جو گندگی میں لت پت رہے اور ہر موذی جانور یا پرندہ وحشرات الارض جو انسان کے لیے ضرر کا باعث ہو۔

⑬ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ نے تمام اشیاء جو حلال کی ہیں وہ انسان کے لیے نافع ومفید ہیں۔

⑭ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے وہی چیزیں حرام کی ہیں جو ان کے لیے مضر ہوں چاہے دینی لحاظ سے، جسمانی لحاظ سے، ان کی عزت وآبرو اور ان کی عقلوں کے لیے جیسے تمام نشہ آور اشیاء ان سب اصول وقواعد وضوابط کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان میں اس طرح استثناء پیدا کر دیا ہے۔

﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّإِثْمٍ﴾

"پس جو کوئی شدید بھوک میں بغیر رغبت کے مجبور ہو جائے (وہ اللہ کی حرام کردہ اشیاء میں سے کچھ کھالے) تو اس پر کوئی گناہ نہیں بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔" (المائدۃ: ۳)

آداب سلام و جواب

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَإِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوْهَا﴾

"جب تمہیں سلام کہا جائے تو تم اس سے بہتر جواب دو یا (کم از کم) اسے ہی لوٹا دو۔" (النساء: ٨٦)

اجازت طلب کرنے کے آداب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا﴾

"اے ایمان والو! تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جاؤ جب تک تم ان کو اپنا تعارف نہ کراؤ اور (جب گھر کے اندر جاؤ) تو گھر والوں کو سلام کرو۔" (النور: ٢٧)

ان آیات میں سلام مشروع ہونے کا تذکرہ ہے اور یہ کہ یہ اہل ایمان کا شیوہ اور شعار و امتیاز ہے اور کسی قسم کے کلام سے پہلے سلام کے ساتھ ابتدا کرنی چاہیے اور جسے سلام کیا جائے وہ اس سے بہتر انداز میں یا اسی طرح جواب دے اور کھلے ہوئے

[illegible]

بارونق چہرے اور نرمی کے ساتھ سلام کا جواب دینا چاہیے۔ کیونکہ سلام وآداب تبھی مستحسن شمار ہوں گے جب تیری جانب سے اپنے مسلم بھائی کے لیے نرمی، لطف ومہربانی، بشاشت وخندہ پیشانی، انس ومحبت اور سرور وراحت کا اظہار ہوگا۔

دوسروں کے گھروں میں داخلے کے آداب:

اس فرمان میں بندوں کو دوسرے بھائی بہنوں کے گھروں میں داخلے کے آداب بیان ہوئے ہیں۔

① کسی کے گھر اہل خانہ کی اجازت کے بغیر داخل مت ہو۔

② اگر اجازت مل جائے تو داخل ہو جاؤ ورنہ لوٹ آنا واجب ہے۔

③ لوگوں کی اجازت کے بغیر طفیلی بن کر ان کی محفلوں میں گھس جانا اور ان کی اجازت کے بغیر ان کے کھانے میں شریک ہو جانا جائز نہیں۔

④ عرف عام میں جن محفلوں میں شرکت کی دعوت عام ہو یا جن لوگوں کے ساتھ کھانے کی اجازت لینا ضروری نہ ہو وہاں شرکت ومواکلت جائز ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی استثناء کر دی ہے، سورہ نور: میں فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا﴾

''تم پر گناہ نہیں کہ تم اکٹھے کھاؤ یا علیحدہ علیحدہ۔'' (النور:٦١)

غلاموں اور بچوں کو اجازت لینے کی ضرورت نہیں:

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو دوسروں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل ہونے سے منع کیا ہے لیکن غلاموں اور نابالغ بچوں کو اجازت لینے سے مستثنیٰ کر دیا۔ وہ چونکہ

گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں لہٰذا ان کو تین اوقات کے علاوہ بلا روک ٹوک گھروں میں داخلے کی اجازت ہے وہ اوقات یہ ہیں:

① نیند سے بیداری کے وقت۔

② سونے سے پہلے

③ دوپہر کے وقت قیلولہ کرنے سے پہلے۔

شارع نے گھروں میں داخلے کے وقت سلام دینے کا حکم دیا ہے گھر کے اندر کوئی ہو یا نہ ہو چونکہ یہ سلامتی کی دعا ہے اس لیے ہر وقت سلام کہنا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی سلام کو عام کرنے کا حکم دیا ہے۔اور اسے جنت میں داخلے کا سبب بتایا ہے۔

مختلف اصول وفروع اور آداب کے احکام:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اِذَا رَاَیْتَ الَّذِیْنَ یَخُوْضُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى یَخُوْضُوْا فِیْ حَدِیْثٍ غَیْرِهٖ وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ﴾

''اور جب آپ (اے نبیؐ) ان (کافروں، منافقوں) کو ہماری آیات میں یاوہ گوئی کرتے ہوئے دیکھیں تو آپ ان سے دور ہو جائیں حتیٰ کہ وہ کسی دوسرے موضوع میں لگ جائیں اور اگر شیطان آپ کو بھلا دے تو جب آپ کو (ہماری نصیحت) یاد آئے تو اس کے بعد آپ ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھیں۔'' (الانعام: ٦٨)

یہ آیت کریمہ اہل معاصی وفسق وفجور کے ساتھ بیٹھنے سے اجتناب پر دلالت کرتی ہے۔ ان کے ساتھ بیٹھنا منع ہے جب تک وہ اپنی معصیت میں مشغول رہیں اور جو بھی ان کو لا دینی والحاد کی باتیں کرتے ہوئے سنے وہ ان کو حسب حال واستطاعت ضرور روکے اور اگر وہ اس پر قادر نہ ہو تو وہاں سے اٹھنا اور چلے جانا اس پر فرض ہے اسی طرح ہر حرام کام کرنے والے کے ساتھ نہ بیٹھنے اور حتیٰ المقدور اسے روکنے کا حکم ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ایک عمومی اور جامع لفظ، «الظّٰلِمِيْنَ» استعمال کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ﴾

”ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے آپ بھی انہیں کی ہدایت کو اپنا پیشوا بنائیں۔“ (الانعام: ۹۰)

پس آپ ان کی ہدایت پر چلیں۔ یہ فرمان الٰہی اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سے پہلے لوگوں کی شریعت ہمارے لیے بھی نمونہ ہے جب تک ہماری شریعت میں سابقہ شریعت کا منسوخ ہونا ثابت نہ ہو جائے۔ چونکہ ان کی ہدایت عقائد، اخلاق اور اعمال صالحہ میں ہی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾

”اور جنہیں یہ (کفار ومشرکین) اللہ کے سوا پکارتے ہیں تم انہیں گالی مت دو وگرنہ جانے بوجھے بغیر دشمنی میں وہ اللہ کو گالی دیں گے۔“ (الانعام: ۱۰۹)

اس آیت مبارکہ میں حرام کاموں تک لے جانے والے ذرائع کے استعمال سے

روکا گیا ہے اور قاعدہ یہ ہے کہ جب مباح، یا مستحب کام کے نتیجے میں فساد پھیلنے کا خطرہ ہو تو اس مباح یا مستحب کام پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

ہر مشکل کے بعد آسانی ہوتی ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾

''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور تمہارے ساتھ وہ تنگی نہیں چاہتا۔'' (البقرة: ۱۸۵)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا﴾

''اللہ تعالیٰ ہر جان کو اس کی وسعت کے مطابق ہی تکلیف دیتا ہے۔'' (البقرة: ۲۸۶)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَا اٰتٰهَا﴾

''اللہ تعالیٰ ہر کسی کو اتنی ہی تکلیف دیتا ہے جس قدر اسے (قوت) دی ہے۔'' (الطلاق: ۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾

''اور اس نے دین میں تم پر کوئی مشقت نہیں ڈالی۔'' (الحج: ۷۸)

دین خیر خواہی کا نام ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ﴾

''اور تم ناپ تول انصاف کے ساتھ پورا کرو۔'' (الانعام: ۱۵۲)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ ﴾

''اور لوگوں کو ان کی اشیا کم نہ دو۔'' (الاعراف: ۸۵)

درج بالا آیات میں ہر قسم کے معاملات میں خیرخواہی کے وجوب کا بیان ہے۔ نیز دھوکے اور بخل کی حرمت کا بیان ہے۔

سواری پر سوار ہوتے وقت دعا وذکر:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ﴾

''اس (نوح علیہ السلام) نے کہا اس (کشتی) میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے۔'' (ھود: ۴۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ۝ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴾

''پھر تم اپنے رب کی نعمت یاد کرو جب تم جم کر ان پر بیٹھ جاؤ اور کہو وہ ذات کتنی پاک ہے جس نے یہ (سواری) ہمارے لیے مسخر کر دی۔ حالانکہ ہم اسے قابو کرنے والے نہ تھے اور بے شک ہم اپنے رب کی طرف ضرور لوٹ کر جانے والے ہیں۔'' (الزخرف: ۱۳۔۱۴)

ہر سواری پر سوار ہوتے وقت یہ دعائیں اور اذکار پڑھنا سنت ہے چاہے سواری چوپائے، بحری جہاز یا خشکی پر چلنے والی مصنوعی سواری یا فضائی سفر کے لیے ہو یہ دعائیں پڑھنا مستحب ہے۔

قرائن اور شواہد کا شریعت میں اعتبار کیا جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا﴾

''اور اس (عورت) کے گھر والوں سے ایک گواہ نے گواہی دی۔''

(یوسف: ٢٦)

اہلیت اور قابلیت وصلاحیت شرعی طور پر معتبر امور ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ﴾

''اس (یوسف علیہ السلام) نے کہا مجھے زمینی خزانوں کا نگران بنا دیں میں ماہر محافظ ہوں۔'' (یوسف:٥٥)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ﴾

''بے شک سب سے اچھا مزدور وہ ہوگا جو طاقتور وامانت دار ہو۔''

(القصص: ٢٦)

درج بالا آیات سے اس مسئلہ پر استدلال کیا گیا ہے کہ ہر قسم کی امانتوں کی حفاظت، خدمات اور ذمہ داریوں کے حصول کے لیے ان میں مہارت، امانت اور

قوت معتبر ہے۔ اگر مطلوبہ شروط کے مطابق کامل ترین اوصاف والا شخص نہ ملے تو جو اس سے قریب تر ہو۔

والدین، فضلاء اور علماء و صالحین سے دعا کروانی چاہیے اور والدین اور اولاد کے لیے خلوص کے ساتھ دعا کرنا ثابت ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاأَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا﴾

"(یوسف علیہ السلام) کے بھائی کہنے لگے اے ہمارے ابا جان آپ ہمارے گناہوں کی مغفرت طلب کریں۔" (یوسف: ۹۷)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِي﴾

"اے میرے رب تو مجھے اور میری اولاد کو نماز قائم کرنے والے بنا۔" (ابراھیم: ٤٠)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِي اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي اِنِّي تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ﴾

"(اس نے کہا) اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں تیری نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر انعام کی ہے اور یہ کہ میں وہ نیک عمل کروں جسے تو پسند کرتا ہے اور میرے لیے میری اولاد میں نیکی پیدا فرما

دے بے شک میں نے تیری طرف توبہ کی اور بے شک میں حکم ماننے والوں سے ہوں۔" (الاحقاف: ۱۵)

تسبیح وتحمید اور کثرت سے اللہ کی یاد اور اس کی عبادت میں مشغولیت میں بے شمار بھلائی اور اجر پنہاں ہیں۔

ان اعمال سے انشراح صدر ہوتی ہے۔ مشقتیں آسان ہو جاتی ہیں اور مصائب کے بعد صبر کی توفیق اور حوصلہ ملتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ○فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَ كُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ○وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ﴾

"اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ ان (کفار) کی باتوں سے آپ کے سینے میں گھٹن ہوتی ہے۔ پس آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کریں اور آپ سجدے کرنے والے بن جائیں اور آپ اپنے رب کی عبادت کریں یہاں تک کہ آپ تک ایک یقینی چیز (موت) آ جائے۔" (الحجر: ۹۷تا۹۹)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ○ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ○ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ﴾

"پس آپ یتیم پر سختی نہ کریں اور مانگنے والے کو نہ جھڑکیں لیکن آپ اپنے رب کی نعمت کا شکر ادا کریں۔" (الضحیٰ: ۹ تا ۱۱)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ﴾

''پس جب آپ فارغ ہوں تو محنت کریں اور آپ اپنے رب ہی کی طرف رغبت کریں۔'' (الانشراح:۷تا۸)

درج بالا آیات میں یتیم کی عزت وتکریم کرنے اور اسے زجر وتوبیخ نہ کرنے اور سوالی کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنے (مال وعلم میں) اور اپنے اوپر اللہ کی نعمتوں کی تحدیث واظہار، اپنے دل میں بھی اور لوگوں کے سامنے بھی بطور اعتراف واقرار نعمت اور نعمت پر اللہ کا شکر دنیوی اشغال سے فراغت کے بعد اللہ کی عبادت میں مصروف ہونے اور تمام مقاصد دینی ودنیوی کے حصول کے لیے کثرت سے اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے اور اس کے ساتھ تعلق جوڑنے کا حکم دیا گیا ہے اور رغبت دلائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ﴾

''پس جب آپ قرآن پڑھنے کا ارادہ کریں تو شیطان مردود سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ضرور پکڑیں۔'' (النحل: ۹۸)

آیت بالا میں نماز میں یا نماز کے علاوہ جب قرآن کی تلاوت کا ارادہ کیا جائے تو «اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم» یعنی شیطان مردود کے شر سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار ضرور کریں نماز میں شیطان انسان کے قریب ہو جاتا ہے اور اس کو اللہ کی یاد سے غافل کرنے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اور اسے ایسے وسوسے ڈالتا ہے۔ کہ جس کے نتیجے میں بھلائی سے رک جانا اور برائی کی طرف میلان لازم آتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کی پناہ پکڑنے سے انسان شیطان کی تدبیر اور شر وفساد سے بچ جاتا ہے۔

معاملہ فہمی بہت بڑی نعمت ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا﴾

''پس تم اپنے میں سے کسی کو یہ نوٹ دے کر شہر کی طرف بھیجو اور وہ دیکھے کہ ان میں سے کس کا کھانا اچھا ہے پس اسے تمہارے لیے کچھ رزق لانا چاہیے اور نرمی سے مختصر بات کرے تاکہ تمہارے بارے میں کسی کو پتہ نہ چلے۔''

(الکھف: ١٩)

وکالت اور مناوبت کا جواز:

اس آیت میں کسی اور کو اپنا وکیل اور نائب بنانے اور کھانے میں شراکت وغیرہ اچھے کھانے کی تلاش، مضرت رساں امور سے اجتناب اور ایسا راز افشاء نہ کرنے کی دلیل بیان ہوئی ہے کہ جس کے افشاء ہونے سے عمومی خصوصی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

ان شاء اللہ کہنے کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًاۙ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا﴾

''آپ (اے نبیؐ) یہ مت کہا کرو کہ میں یہ کام کل ضرور کروں گا مگر جب اللہ چاہے اور جب آپ ''ان شاء اللہ'' کہنا بھول جائیں تو اپنے پروردگار کو یاد کریں اور آپ فرما دیں کہ ممکن ہے کہ میرا رب مجھے اس سے بھی زیادہ

ہدایت دے دے۔" (الکھف: ۲۳۔۲٤)

ہر بندے کو ان ارشادات ونصائح پر کامل غور کے بعد ان کو اپنا حرزِ جان بنا لینا چاہیے۔ بندوں کو چاہیے کہ وہ مستقبل میں کرنے والے اپنے کاموں میں ان شاء اللہ ضرور کہیں اور اللہ کی مشیت کے واسطے کے بغیر کسی کام کے متعلق حتمی طور پر فیصلہ نہ کریں کہ میں یہ ضرور کروں گا۔ اور جب وہ بھول کر کسی کام کے متعلق حتمی طور پر کہہ دے تو اس کو فوراً اپنے پروردگار کو یاد کرنا چاہیے اور ان شاء اللہ کہہ دے۔

اور ہر وقت اللہ تعالیٰ سے کامل ہدایت ملنے کی امید رکھے۔ خاص کر جن کاموں میں اسے دلچسپی ہو۔

ماشاء اللہ کہنے کے مواقع:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَوْ لَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾

"اور جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو یہ کیوں نہ کہا "ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ" جو اللہ نے چاہا کیا مجھ میں اللہ کی توفیق کے بغیر کوئی اچھا کام کرنے کی طاقت نہیں۔" (الکھف: ۳۹)

وضاحت:

جب کسی کو کوئی چیز پسند آجائے جو اللہ نے اسے عطا کی ہو تو اسے اللہ کی نعمت کا اعتراف کرتے ہوئے اور اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے "ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ" کہنا چاہیے۔ گویا اس طریقہ سے ہر نعمت کی حفاظت کے لیے اس نے دعا کی ہے۔

موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے قصے میں عبرت انگیز و سبق آموز اشارے:

① شاگرد اور استاد کے باہمی آداب و تعظیمات۔

② جب مقصد عظیم ہو تو اس کی راہ میں معمولی نقصان کی کوئی حیثیت نہیں۔

③ دوسروں کے مال کو ضائع کرنا اس صورت میں جائز ہے جب دوسرے پہلو سے ان کے مال کے ضیاع میں خیر اور نفع پوشیدہ ہو۔

④ نیک آدمی اور اس کی اولاد کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرتا ہے۔

⑤ بندوں کے اکثر ناپسندیدہ کاموں میں ان کے لیے خیر اور نفع پوشیدہ ہوتا ہے۔ اور بہت بڑا شر دور ہو جاتا ہے۔

ذوالقرنین کے قصہ کے فوائد:

① کمزوروں کی جس طرح بھی مدد ہو سکے کرنی چاہیے اور ہر وسیلہ کے ساتھ ظالموں کے ظلم کو روکنا چاہیے۔

② کمزوروں پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بہت بڑا احسان ہے اور جو ان سے تعاون کرتا ہو اس پر بھی اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے۔ جانبین پر اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر بھی واجب ہے۔

طالب علموں کے آداب:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ وَ قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾

"آپ (اے نبیؐ) وحی مکمل ہونے سے پہلے قرآن پڑھنے کی جلدی نہ کریں اور آپ یوں کہا کریں اے میرے رب میرے علم میں اضافہ کر دے۔" (طٰهٰ: ١١٤)

① طالب علم کو چاہیے کہ وہ معاملات کی تفہیم بتدریج حاصل کرے اور صبر سے کام لے جلد بازی نہ کرے۔

② طالب علم کو خود پسندی سے احتراز کرنا ضروری ہے۔

③ طالب علم کو چاہیے کہ ہر وقت علم نافع اور اس کے حصول کی آسانی کے لیے اپنے رب سے دعا کرتا رہے۔

دوسروں کے اموال کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے مت دیکھیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ﴾

"اور آپ اپنی آنکھیں اس چیز کی طرف مت لگائیں جو ہم نے لوگوں کو سامان وفوائد دیے ہیں۔" (طٰهٰ: ١٣١)

اس آیت میں یہ سبق پوشیدہ ہے۔

① اللہ کی توفیق کے طلبگار کو دنیاوی زیب وزینت کی طرف تعجب اور پسندیدگی سے نہیں دیکھنا چاہیے جس سے خطرہ ہو کہ وہ دنیاوی فتنوں میں مبتلا ہو جائے گا۔

② اسے اپنے رب کی طرف سے دیے ہوئے رزق پر قناعت کرنی چاہیے۔

③ اسے یہ یقین ہونا چاہیے کہ دنیاوی اسباب سے اسے جو کچھ نہیں ملا۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا اسے اچھا بدلہ دے گا۔

④ دنیا میں مال و اسباب کی بجائے اسے اپنے آپ کو تقویٰ سے مضبوط کرنا چاہیے کہ جس کے ذریعے اسے اللہ کی عبادت اور خشیت پر قوت حاصل ہو گی اور وہ حلاوت ایمانی کی لذتوں سے شاداں و فرحاں ہو گا۔

دعوت دین میں حکمت نہایت ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا﴾

''تم دونوں (موسیٰ وہارون علیہما السلام) اس (فرعون) سے نرمی کے ساتھ بات کرنا'' (طٰهٰ: ٤٤)

اس آیت میں ہمارے لیے یہ درس پوشیدہ ہے کہ سرداروں اور بڑے لوگوں سے نرم لہجے میں بات کرنی چاہیے اور اللہ کے دین کی دعوت دیتے وقت حکمت سے کام لینا چاہیے۔

مشکل کشا صرف اللہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ٥ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَ نَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَ كَذٰلِكَ نُنْجِي الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

''اس نے اندھیروں میں پکارا یہ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے بے شک میں ہی ظالم ہوں پس ہم نے اس کی دعا قبول کی اور اسے پریشانی سے نجات دلادی اور ہم اسی طرح مومنوں کو نجات دلاتے ہیں۔''

(الانبیاء: ۸۷۔۸۸)

ہر مومن کو چاہیے کہ جب کسی مصیبت ، پریشانی ،غم اور کرب میں پھنس جائے تو یہ دعا اپنے رب سے کرے تو ان شاء اللہ وہ اپنے کمال فضل سے اسے اس مصیبت سے ضرور نجات دے گا۔

افواہ سازی کی مذمت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ﴾

”جب تم نے یہ (بہتان تراشی) سنی تھی تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے متعلق اچھا گمان کیا اور واضح الفاظ میں (کیوں) نہ کہا کہ یہ تو صریح بہتان تراشی ہے۔“ (النور:۱۲)

سورۂ نور کی ابتدا میں قصۂ افک بیان ہوا ہے۔ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بریت بھی آسمان سے نازل ہوئی ہے۔ تو اس قصے میں اہل ایمان کے لیے بے شمار سبق آموز نصیحتیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو خبردار کیا ہے کہ جب وہ اپنے مومن بھائی اور مؤمن بہن کے متعلق کوئی معیوب بات سنیں تو اپنے علم کے مطابق ان کے ایمان کی گواہی دیں اور ان کے ظاہری احوال پر فیصلہ کریں اور بہتان تراشوں کی باتوں کی طرف توجہ نہ کریں۔ بلکہ انہیں حقیقت کے منکشف ہونے کا انتظار کرنا چاہیے اور وہ خود قیاس آرائی سے پرہیز کریں۔

سمع واطاعت کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

''مومنوں کو جب اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ صرف یہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی یہی لوگ فلاح یافتہ ہیں۔'' (النور:۵۱)

اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے سن کر ہر مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ فوراً «آمَنَّا وَاَطَعْنَا» کہہ دے اور اللہ ورسولؐ کے فیصلوں کے سامنے کسی اور کی بات قبول نہیں کرنی چاہیے بلکہ اللہ اور اس کے رسول کی باتوں کے مقابلہ میں دوسروں کی باتوں کو ٹھکرانا ایمان کی نشانی ہے۔

مہلت ختم ہونے کے بعد آہیں بھرنے کا کوئی فائدہ نہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ﴾

''اور جس دن (روزِ آخرت) ظالم اپنے ہاتھوں پر (حسرت وندامت سے) کاٹے گا۔'' (الفرقان: ۲۷)

اس کے ساتھ یہ فرمان الٰہی بھی پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَالْاَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ﴾

"اس دن سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے سوائے پرہیز گاروں کے۔" (الزخرف:٦٧)

قرآن کریم میں اس موضوع پر متعدد آیات موجود ہیں۔ ان جیسی آیات میں بری صحبت سے بچنے اور اچھی صحبت اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

فضول کاموں پر پیسے ضائع نہ کریں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ﴾

"اور کچھ لوگ واہیات وخرافات باتیں خریدتے ہیں۔" (لقمان: ٦)

اس فرمان الٰہی میں ان بدنصیب لوگوں کی مذمت کی گئی ہے جو پیسے ضائع کر کے اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل کر دینے والے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔

یہ آیت ان سب کاموں کو شامل ہے۔ جو اللہ کی یاد سے غافل کرنے کا سبب بن جاتے ہوں۔

غیر محرم مردوں سے گفتگو کے قواعد:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

"(اے نبیؐ کی بیویو! تم باتوں میں نرمی نہ کرو) وگرنہ وہ شخص لالچ میں پڑ سکتا ہے جس کے دل میں (شہوت کی) بیماری ہے اور تم ہمیشہ نیکی کی بات کہو!"

(الاحزاب: ٣٢)

اس خطابِ الٰہی میں عورت کے لیے غیر محرم مردوں سے گفتگو کرنے کے قواعد بیان کیے گئے ہیں کہ وہ دورانِ گفتگو نرم لہجہ نہ اپنائیں اور نہ درشتگی نمایاں کریں بلکہ اچھے انداز میں نیکی کی بات ضرور کریں۔

مومن مردوں اورعورتوں کواذیت دینا حرام ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

''اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو ناکردہ اعمال کی وجہ سے اذیت دیتے ہیں۔ حقیقت میں وہ واضح بہتان اور صریح گناہ اٹھاتے ہیں۔''

(الاحزاب: ۵۸)

اس آیتِ کریمہ میں اہل ایمان کو جسمانی و روحانی طور پر ان کی طرف سے نہ کئے گئے اعمال و افعال کو منسوب کر کے انہیں اذیت پہنچانے والوں کی مذمت کی گئی ہے۔

اللہ کی زمین میں حکم اللہ کا چلنا چاہیے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾

''اے داوٗد! ہم نے آپ کو زمین میں نائب بنایا ہے پس آپ لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کریں اور آپ خواہش کی پیروی نہ کریں وگرنہ وہ آپ کو اللہ کی راہ سے گمراہ کردے گی۔'' (ص: ۲۶)

اس فرمانِ الٰہی میں حکمرانوں اور قاضیوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ جب وہ لوگوں کے درمیان فیصلے کریں تو حق وانصاف کے ساتھ کریں اور اپنی پسند و ناپسند کے پیچھے نہ چلیں۔

کمزوروں کے لیے خاص رعایت ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ﴾

''آپ (اے ایوب علیہ السلام) اپنے ہاتھ سے مٹھی بھر (جھاڑو) پکڑیں اور اس کے ساتھ ماریں اور اپنی قسم نہ توڑیں۔'' (ص: ٤٤)

مسند احمد کے حوالے سے ایوب علیہ السلام کا قصہ تفسیروں میں موجود ہے کہ انہوں نے قسم کھائی کہ اپنی بیوی کو سو کوڑے ماریں گے کیونکہ اس نے شیطان کی پیروی کی تھی۔ لیکن وہ بیوی ان کی بڑی ہی خدمت گذار تھی تو اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ ترکیب بتلائی کہ اس طرح آپ اپنی قسم بھی پوری کرلیں اور کمزور و ناتواں عورت بھی آپ کی خدمت پر مامور رہے گی۔ گویا کہ اللہ تعالیٰ نے کمزوروں اور اپنے محبوب بندوں کیساتھ نرمی برتنے کا حکم دیا۔

اچھی بات سن کر اچھے طریقے سے پیروی کرنا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ﴾

''جو لوگ ہر قسم کی بات سن کر سب سے اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔'' (الزمر: ١٨)

اس آیتِ کریمہ میں سنی ہوئی باتوں میں سے اچھی بات کی پیروی کرنے کی تلقین کی گئی ہے اور یہ ایسی حق بات ہے جو مامور بہ ہے۔

اللہ اور رسول ﷺ کی بات سب کی باتوں سے مقدم ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ﴾

''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو!''

(الحجرات: ۱)

سورۃ الحجرات کو اکثر علماء سورۃ الآداب کہتے ہیں۔ کیونکہ اس سورۃ کے شروع سے لے کر آخر تک مجموعی معاشرتی آداب موجود ہیں۔ جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

① سب سے پہلے مسلمانوں کو توجہ دلائی گئی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مقام و وقار کا لحاظ کریں اور ان کے فرامین کی مکمل اتباع اور اطاعت کریں۔

② مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اللہ اور رسول ﷺ کے سامنے کسی اور کی اطاعت نہ کریں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے خلاف ہو

③ اس سورت میں مسلم معاشرہ کو پُر امن اور محفوظ بنانے کے اصول ذکر کیئے گئے ہیں۔

ا: تمام اہل ایمان پر لازم ہے کہ وہ افواہوں اور دشمنوں کے پروپیگنڈے پر کان نہ دھریں۔ جب کوئی افواہ سنیں تو اپنے مسلمان بھائی، بہنوں کے متعلق بدظنی کرنے سے بچیں اور ہر خبر کی مکمل تحقیق اور چھان بین کریں۔

ب: اہل ایمان آپس میں ایک دوسرے کی اصلاح پر کمر بستہ رہیں۔

ج: مرد وزن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مذاق نہ کریں۔

د: وہ باہمی طور پر غیبت اور چغلی سے بچیں۔

④ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ اپنا نسب نامہ یاد کرلے تاکہ مختلف قبیلے ایک دوسرے کی پہچان کرسکیں۔

⑤ ہر مسلمان کو چاہیے کہ دوسرے مسلمانوں سے اچھے تعلقات قائم رکھنے کے لیے ان کا تعارف حاصل کرے۔

⑥ ایمان کی حقیقت کا بیان۔

⑦ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے پر بہت بڑا احسان ہے کہ اسے ایمان کی توفیق دی۔ اب اسے چاہیے کہ اللہ کے اس احسان کی گواہی دیتا رہے اور شکر کرتا رہے اور اللہ کی عبادت پر دوام اختیار کرے۔

واجبات کی ادائیگی کے دوران عیش وعشرت سے دوری ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُتْرَفِينَ ۝ وَكَانُوا يُصِرُّونَ عَلَى الْحِنثِ الْعَظِيمِ﴾

''وہ اس سے پہلے (دنیا وی زندگی میں) آسودہ حال تھے اور (شرک وکفر اور فسق وفجور جیسے) کبیرہ گناہوں پر اصرار کرتے تھے۔'' (الواقعة: ٤٥-٤٦)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یاد دلایا ہے کہ آسودہ حال اور عیش وعشرت اور ناز ونعم میں پلنے والے لوگ اپنے دینی واجبات کی ادائیگی میں غفلت اور سستی کا شکار ہوتے ہیں اور وہ بڑے بڑے نافرمانی کے کاموں پر اصرار کرتے ہیں۔ اس لیے آخرت میں بڑے بڑے عذاب کے مستحق ٹھہریں گے۔ لہٰذا اہل ایمان کو دنیا کے ساز وسامان میں

دل نہیں لگانا چاہیے کہیں وہ بھی اللہ کی یاد سے غافل نہ ہو جائیں اور اپنی شرعی ذمہ داریوں کو بھول نہ جائیں۔

قول و فعل میں تضاد قابلِ مذمت ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ﴾

"اے ایمان والو! تم وہ کیوں کہتے ہو جو خود نہیں کرتے۔" (الصف:۲)

اس سورت کی بعد والی آیات میں بھی قول و فعل میں تضاد کو اللہ تعالیٰ کے غصہ کا سبب بتایا گیا اور واضح کیا گیا ہے کہ جو حق بات کرتے ہیں لوگوں کو صحیح دعوت دیتے ہیں۔ لیکن ان باتوں پر خود عمل نہیں کرتے وہ اللہ کے ہاں مغضوب و مذموم ہیں اور قابل تعریف احسن و محمود عمل وہی ہے جس کے ظاہر و باطن اور قول و فعل میں مطابقت اور کامل موافقت ہو۔

اللہ تعالیٰ سے حسب استطاعت ڈرنا ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾

"تم اللہ تعالیٰ سے اتنا ڈرو جتنی تم میں استطاعت ہے۔" (التغابن: ۱۶)

یہ فرمان الٰہی اس بات کی دلیل ہے کہ جو عاجز و بے بس ہو اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا۔ اور جب انسان کی ضرورت جان بچانی ہو تو کچھ حرام نہیں ہوتا۔

اور اس سورۃ میں باغ والوں کا قصہ اس لیے بیان ہوا ہے کہ ان کا جو انجام ہوا ہے ان کی مشابہت سے اجتناب ضروری ہے تاکہ ان کے سے انجام بد سے محفوظ رہا جائے۔

اس واقعہ میں اہل ایمان کو رغبت دلائی گئی ہے کہ فصل کے کٹنے اور پھلوں کے اتارنے کے وقت وہ فقراء ومساکین اور دیگر حق داروں کو بھول نہ جائیں بلکہ ان کے حقوق ضرور ادا کریں۔

اہل ایمان کو نصیحت فائدہ دیتی ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَذَكِّرْ إِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى﴾

''پس آپ (اے نبیؐ) نصیحت کیا کریں اگر نصیحت نفع دے۔''

(الاعلیٰ :۹)

جب تک نصیحت وتذکیر کے فائدے کی امید ہو ضرور کرنی چاہیے لیکن جب نصیحت کے فائدے کی بجائے نقصان کا اندیشہ ہو تو ترک نصیحت ارجح وافضل ہے کہ تھوڑے نفع کی نسبت بڑے نقصان سے بچنا ضروری ہے۔

نیکی تھوڑی ہو اسے فوراً کرنا چاہیے اور برائی کم بھی ہو تو اس سے بچنا ضروری ہے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ٥ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾

''پس جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کا اجر (آخرت میں) ضرور دیکھے گا اور جو کوئی ذرہ بھر برائی کرے گا وہ بھی اسے ضرور دیکھے گا۔'' (الزلزال: ۷۔۸)

قرآن کا اختتام توحید الٰہی کی تینوں اقسام پر ہوتا ہے:

① سورۃ الاخلاص ② سورۃ الفلق ③ سورۃ الناس

سورۃ الاخلاص

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ ۝ وَلَمْ یُوْلَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ﴾

”آپ (اے نبیؐ) فرما دیں وہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے اس نے کسی کو نہیں جنا اور نہ اسے کسی نے جنا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔“

فوائد:

اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اسماء وصفات کا خلاصہ بیان کیا ہے ذاتی اور صفاتی ناموں کا تذکرہ کیا ہے اپنے ان اوصاف کمالیہ کا تذکرہ کیا جن سے مخلوق یکسر خالی ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو صفات کمالیہ کی ضد سے پاک ومنزہ گردانا ہے جب کہ مخلوق اوصاف حمیدہ سے متصف ہوسکتی ہے اور ان کی اضداد کی مرتکب بھی ہوسکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ صرف صفات کمالیہ سے ہی متصف ہے اور ان کی اضداد سے وہ پاک ومنزہ ہے۔

سورۃ الفلق:

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ﴾

”آپ (اے نبیؐ) فرما دیں میں ہر اس شئے کے شر سے جو اس نے پیدا کی اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے اور گرہوں میں پھونکنے والی عورتوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرے صبح کے رب کی پناہ پکڑتا ہوں۔“

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں اپنی صفت خالقیت کا تذکرہ کیا گویا جو اللہ صبح کا خالق ہے وہ اندھیرے کا بھی خالق ہے وہ ہر مخلوق کا خالق ہے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والی جادوگرنیوں کا بھی خالق ہے۔ اور حاسد اور محسود کا بھی خالق وہی ہے تو اتنے عظیم خالق کی پناہ میں جو آجائے اسے مخلوق کیسے نقصان پہنچا سکتی ہے۔

سورۃ الناس:

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ٥ مَلِكِ النَّاسِ ٥ اِلٰهِ النَّاسِ ٥ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ٥ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ٥ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾

''آپ (اے نبیؐ) فرما دیں میں لوگوں کے رب، لوگوں کے بادشاہ اور لوگوں کے معبود کی پناہ میں آتا ہوں۔ وسوسہ ڈال کر پیچھے چھپ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے وہ جنات سے ہوتا ہے اور انسانوں سے بھی۔''

اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جن صفات کمالیہ کا تذکرہ کیا ہے وہ ربوبیت، ملوکیت، الوہیت ہیں تو جو انسان رب کائنات مالک کائنات اور الٰہ کائنات کی پناہ طلب کر لے اسے کائنات کی کون سی مخلوق کائنات کے مالک والٰہ ورب کی مرضی کے بغیر اسے نقصان پہنچا سکے گی۔

قرآن میں قرعہ ڈالنے کا تذکرہ:

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں دو مقامات پر قرعہ کا تذکرہ کیا جب مریم علیہا السلام کی کفالت کے مسئلہ پر ان کا اختلاف ہوا۔

اور جب یونس علیہ السلام نے کشتی کا بوجھ ہلکا کرنے کے لیے لوگوں کے نام کا قرعہ نکلوایا۔ان دونوں واقعات میں اس بات کی دلیل ہے کہ مبہم امور کے فیصلے کے وقت قرعہ کا فیصلہ شرعی فیصلہ ہوتا ہے اور اسے قبول کرنا ضروری ہے۔ اور جب حق کو لینے والے بہت زیادہ ہوں اور تمام حق دار شروط وصفات میں برابر ہوں اور سب کی مشارکت ممکن نہ ہوتو قرعہ کے ذریعے فیصلہ مستحسن ہے۔لیکن قرعہ کا استعمال ایسے مقامات اور صورتوں میں منع ہے جہاں قسمت اور تقدیر کا احتمال ہوتا ہے جیسے جوا اور رہن وغیرہ۔

مثلاً کوئی چیز دو انسانوں کے درمیان مشترک ہو لیکن وہ قرعہ کے ذریعے فیصلہ کریں کہ جس کے نام کا قرعہ نکلا وہ اکیلا مذکورہ چیز کا مالک بن جائے گا تو یہ حرام ہے۔ کیونکہ یہ ظاہراً جوا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾

''اور وہ (نبی ﷺ) تمہیں اس چیز کی تعلیم دیتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔''

(البقرة: ۱۵۱)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی ایک موقع پر بھی نہیں کہا: «يُخْبِرُ اَوْ يُعَلِّمُ مَايُعْلَمُ خِلَافُهُ» کہ یہ نبیؐ اس چیز کی خبر یا تعلیم دیتا ہے جس چیز کی تعلیم اس نبیؐ کی تعلیم کے خلاف ہے۔

یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ﷺ نامعقول چیزوں کو پیش نہیں کرتے تھے اور آپ کی تعلیم ہرگز پہلے سے موجود یقینی معلومات کے خلاف نہ تھی۔

یہ بھی آپؐ کی رسالت کی مضبوط دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ﴾

”جو لوگ دنیا میں اللہ کی الوہیت تسلیم ہونے کے بعد اس میں نقب لگاتے ہیں ان کی کٹ حجتیاں ان کے رب کے ہاں مردود ہیں۔اور ان پر (اللہ کا) غضب ہے اور ان کے لیے سخت عذاب ہے۔“ (الشوریٰ: ۱۶)

اس آیت میں اس حقیقت کی بہت بڑی دلیل موجود ہے کہ جو شخص ایمان تام رکھتا ہو اور ایمان تام کیا ہے ایمان تام یہ ہے کہ اللہ اور آخری رسول پر صدق دل سے یقین کیا جائے اور رسول اللہ ﷺ کی مراد کا اسے مکمل علم ہو جائے ۔رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بتایا ہے اس کے ثبوت پر اسے مکمل یقین ہو جائے اور اسے یہ بھی معلوم ہو کہ اللہ اور اس کے رسول کے راستے کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل ہے اور اسے یہ بھی یقین ہو کہ حق کے بعد صرف گمراہی ہے۔ یہ ایمان تام اور کافی اجمالی علم کہلاتا ہے۔اس کے خلاف ہر باطل مردود ٹھہرتا ہے۔اگر اس اجمالی ایمان کے بعد کسی شبہے کے تفصیلی رد سے وہ مزید ہدایت وایقان پالے تو تب بھی فائدہ مند ہے۔وگرنہ اجمالی طور پر ایمان کا جو اسے علم ویقین حاصل ہو چکا وہی اسے کفایت کر لے گا

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات کے ذریعے خبر دی ہے کہ یقیناً رسول اللہ ﷺ نے تبلیغ دین کی اپنی ذمہ داری کو واضح طور پر کما حقہ پوری امانتداری کے ساتھ ادا کر دیا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کلام ہدایت تام سے لبریز ہے اور یہ بات محال ہے کہ اس کی کلام سے ایسا مفہوم نکالا جا سکے جو لوگوں کی فہم کے خلاف ہو۔ یا جو لوگوں کے اذہان میں فوراً آتا ہو اللہ کی کلام اس کے برعکس ہو، اور اس کی کلام سے

دور کی کوڑیاں لانا ناممکن ہے کیونکہ یہ چیزیں کلام اللہ کے ان اوصاف کا الٹ ہے۔ جو اوصاف و محاسن اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام کے بیان کیے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ہی اپنی مخلوق کے احوال ان سے بھی زیادہ جانتا ہے اور اُن سے زیادہ ان کا خیر خواہ اور ان سب سے زیادہ فصیح ہے لہٰذا جو کوئی اللہ کے کلام میں عیب جوئی کرنا چاہے وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی ذات میں عیب جوئی کرنا چاہتا ہے خلاصہ بحث یہ ہوا کہ حق کو واضح کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کا اپنا بیان سب کے بیانات سے زیادہ کامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اللّٰهُ يَقُوْلُ الْحَقَّ وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ﴾

''اور اللہ تعالیٰ حق کہتا ہے اور وہی سیدھی راہ کی ہدایت دیتا ہے۔''

(الاحزاب: ٤)

اس فرمان الٰہی میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے۔

① اللہ تعالیٰ نے تمام اصول وفروع پورے دلائل وبراہین کے ساتھ بیان کر دیے «يَقُوْلُ الْحَقَّ» میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔«وَ هُوَ يَهْدِي السَّبِيْل» میں

② ہر بات کی دلیل کی طرف رہنمائی کی گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر بات حق ہے اور اس کی دلیل کا علم اللہ تعالیٰ کی ہدایت سے ممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا﴾

''اللہ تعالیٰ نے ان (انبیاء) کے ساتھ ایک کتاب حق بھی نازل کی تا کہ وہ اس (کتاب) کے ذریعے لوگوں کے درمیان ان معاملات کا فیصلہ کریں جن

میں وہ اختلاف کرتے ہوں۔" (البقرۃ: ۲۱۳)

اس آیت میں اس حقیقت کی صراحت ہے کہ لوگوں کے اختلافی مسائل کتاب اللہ کی روشنی میں حل کیے جانے ضروری ہیں کیونکہ کتاب اللہ میں سب مختلف فیہ مسئلوں کا حل اور فیصلہ موجود ہے۔ کتاب اللہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں نہ تو اختلافات ختم کرنے کی صلاحیت ہے اور نہ ہی عادلانہ فیصلوں کی قوت ہے اور نہ ہی عقلی طور پر اور نہ ہی کسی قیاس کے ذریعے مختلف فیہ معاملات و مسائل حل ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مخلوق میں سے کسی کی یہ طاقت و اہلیت ہے خواہ کوئی کتنا بڑا کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ﴾

"آپ (اے نبیؐ) فرمادیں ہدایت (حقیقی) اللہ ہی کی ہے۔" (آل عمران: ۷۳)

یہ اور اس جیسی متعدد آیات میں صریح دلالت ہے کہ جو شخص کتاب و سنت کے علاوہ کہیں اور سے رشد و ہدایت طلب کرے گا۔ وہ ضرور گمراہ ہو گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے جو ہدایت نازل کی ہے تمام ہدایت اسی میں محصور و منحصر ہے۔

وصلى الله وسلم على نبينا محمد وعلى آله وأصحابه اجمعين

یادداشت

یادداشت

یادداشت

قرآنی احکام ومسائل

اسلام نکتہ توحید کی تفسیر اور قرآن وفرمودات نبی علیہ السلام اس کا ماخذ ہے۔ صراط مستقیم مرکز توحید کا واحد خط مستقیم ہے۔

زیرنظر کتاب ''قرآنی احکام ومسائل'' الشیخ عبدالرحمٰن بن ناصر بن عبداللہ السعدی رحمہ اللہ کی عربی زبان میں تصنیف بعنوان ''فتح الرحیم الملك العلام فی علم العقائد والتوحید والأخلاق والأحکام المستنبطة من القرآن'' کا اردو زبان میں ترجمہ ہے۔ یہ مدلل کتاب ان تمام سوالات کے دوٹوک جوابات دیتی ہے جو کہ جویانِ صراط مستقیم اور مشتاقانِ توحید کے دل ودماغ میں پیدا ہوتے ہیں۔ عقائد واعمال، سب قرآن کی بنیاد پر قائم ہے اور حدیث نبوی علیہ السلام ان کا بیان ہے۔

ایمانیات اور اعتقادات کا معاملہ بڑا ہی نازک ہے اور ایک ہی نقطہ محرم سے مجرم بنا دیتا ہے۔ لہذا اس سلسلے میں کسی خلجان یا کسی دوسرے امکان کی گنجائش نہیں ہوسکتی۔ قطعیت اور یقین کامل عقائد اسلام کی بنیاد ہے۔ الحمد للہ اسلام کا دامن تصنیف وتالیف کے جواہر سے مزین ہے مگر یہ ایک بحرِ ذخار ہے اور عام قاری خصوصاً دورِ حاضر کا عدیم الفرصت قاری یا کوئی مبتدی اس بحرِ ناپید کنار سے گوہر مقصود نہیں نکال سکتا اور ہماری زیرنظر یہ کتاب ایسی آسانی مہیا کرتی ہے کہ ہر طالب ہدایت اپنے عقائد واعمال کی بنیاد اسکے دوحرفی جوابات پر استوار کرسکتا ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حافظ عبدالحمید عامر بن حافظ عبدالغفور
رئیس جامعہ العلوم الاثریہ جہلم (پاکستان)

Design by
M. Naeem 0300-4630992

جامعہ علوم اثریہ جہلم پاکستان